خصوصی شمارہ

ISSN-0971-8338

یوجنا

اکتوبر 2014 ترقیاتی ماہنامہ 20روپے

معیشت کا غیر رسمی شعبہ

ہندوستان کی غیر رسمی معیشت کا کردار

باربرا ہیرس وائٹ

غیر رسمی شعبہ: علم کے تناظر میں

امت بسولے

اطلاعاتی معیشت میں غیر رسمی کارکنان

بابو پی رمیش

خصوصی مضمون

جن دھن یوجنا اور مالی شمولیت

پرواکر ساھو

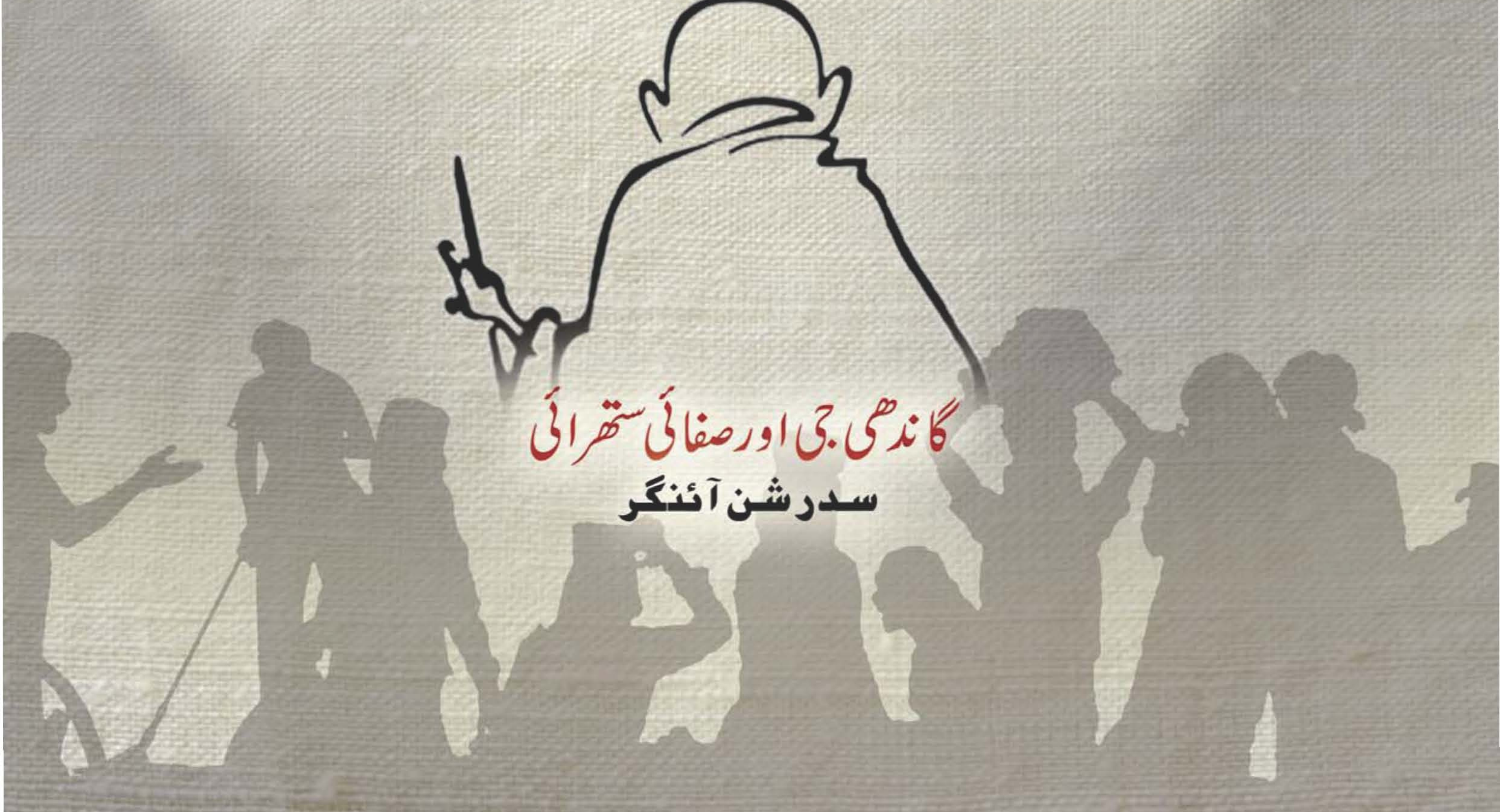

گاندھی جی اور صفائی ستھرائی

سدرشن آئنگر

بڑھتے قدم

ترقیاتی خبرنامہ

ڈیجیٹل انڈیا

حکومت نے ڈیجیٹل انڈیا پروگرام کو منظوری دی ہے جس کا مقصد براڈ بینڈ انٹرنیٹ سے تمام گرام پنچایتوں کو جوڑنا' ای گورننس کو فروغ دینا اور ہندوستان کو ایک مربوط نالج معیشت میں تبدیل کرنا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق 2019 تک 11300 کروڑ روپے کی لاگت سے مرحلہ وار طریقہ سے نافذ کئے جانے والے اس پروگرام کے تحت تین اہم شعبوں پر توجہ مرکوز کی جائے گی: ڈیجیٹل شناخت کے ذریعہ ہر شہری کو یوٹیلٹی کے طور پر ڈیجیٹل بنیادی ڈھانچہ فراہم کرنا' موبائل فون' بینک اکاؤنٹ اور محفوظ سائبر اسپیس' مانگ پر گورننس اور خدمات بروقت آن لائن اور موبائل پلیٹ فارم اور ملٹی لین دین کو الیکٹرانک اور کیش لیس بنانا اور شہریوں کا ڈیجیٹل امپاورمنٹ تمام دستاویز اور سرٹی فیکٹ کلاؤڈ پر دستاویز کرانا۔

ڈیجیٹل انڈیا پروگرام میں 2.5 لاکھ لوگوں کو براڈ بینڈ اور فون سے مربوط کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ جس سے ٹیلی کام اشیاء کی درآمدات صفر ہو جائے گی' 2.5 اسکولوں' تمام یونیورسٹیوں میں وائی فائی' شہریوں کے لئے پبلک وائی فائی ہاٹ اسپاٹ اور 1.7 کروڑ راست اور 8.5 کروڑ بالواسطہ روزگار کے مواقع پیدا کرنا۔ دیگر چیزوں میں 1.7 کروڑ شہریوں کو آئی ٹی' ٹیلی کام اور الیکٹرانک ملازمت کے لئے ٹریننگ دینا اور ای گورننس وای خدمات فراہم کرنا۔ ڈاک خانوں کو کثیر خدمات کا مرکز بنانے' حفظان صحت کے نظام میں انٹرنیٹ کا استعمال کرنے کا منصوبہ ہے جن میں آن لائن میڈیکل صلاح ومشورہ' آن لائن میڈیکل ریکارڈ جاری کرنا' دواؤں کی آن لائن سپلائی اور پورے ہندوستان میں مریضوں سے متعلق اطلاعات کا تبادلہ شامل ہے۔ پائلٹ پروجیکٹ 2015 میں شروع ہوں گے اور 2018 تک یہ پورے ہندوستان میں نافذ کردیئے جائیں گے۔ اس پروگرام پر عمل درآمد کی راست نگرانی وزیر اعظم کی قیادت والا ایک پینل کرے گا۔

ریاضی اور زبان کی مہارت کو بہتر بنانا

فروغ انسانی وسائل کی وزارت نے ایک نئی اسکیم شروع کی ہے جس کا مقصد ہندوستان بھر کے طلبا کی ریاضی اور زبان کی مہارت کو بہتر بنانا ہے۔ ''پڑھے بھارت' بڑھے بھارت'' اسکیم کا مقصد اسکولی بچوں میں شروع سے ہی پڑھنے' لکھنے' کی عادت ڈالنا اور ریاضی میں مہارت پیدا کرنا ہے۔ اس سے حساب دانی کو بہتر کرنے اور اپنی ریزننگ صلاحیت کو فروغ دینے میں مدد ملے گی۔ اس اسکیم کے تحت ہر سال زبان کی مہارت کو بہتر بنانے سے متعلق پروگرام کے لئے 15-2014 کے دوران ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کو 2353.57 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

ٹی بی ڈرگ ریزسٹنس کی روک تھام کے لئے سروے کا آغاز

حکومت نے ذیابیطس کی دواؤں سے مزاحمت کے خلاف اب تک کا سب سے بڑا سروے شروع کیا ہے۔ پہلے قومی ٹی بی ڈرگ ریزسٹنس سروے سے اہل کاروں کو ڈرگ ریزسٹنس ٹی بی پر قابو پانے کے لئے حکمت عملی وضع کرنے میں مدد ملے گی اور نئے پہلے علاج کرا چکے مریضوں میں اینٹی ٹی ڈرگ ریزسٹنس کی موجودگی کے بارے میں قومی سطح پر اعداد و شمار دستیاب ہوسکیں گے۔ یہ سروے عالمی صحت تنظیم اور یو ایس ایڈ کے اشتراک سے کیا جائے گا اور اس میں اب تک کا سب سے بڑا سیمپل سائز 5214 ہوگا اور یہ 24 ریاستوں میں 120 ٹی بی یونٹوں کا احاطہ کرے گا۔ اس میں پہلی بار اور دوبارہ علاج کرانے والے مریضوں ذیابیطس کے علاج والی 13 دواؤں کے خلاف قوت مزاحمت کی سطح کا پتہ لگایا جائے گا۔

ملک میں حکومت اور تمام ڈاکٹروں کے درمیان رابطے کے لئے ایک ای میل فہرست میں بنانے کا منصوبہ ہے جس کا مقصد بیماری کے بوجھ کو کم کرنے کے لئے وسائل کی پولنگ کرنا ہے۔ اس کے ذریعے سرکاری ڈاکٹروں نیز پرائیویٹ ڈاکٹروں کا احاطہ کیا جائے گا۔ ای میل کے اس ذخیرہ کو نئی طبی معلومات سے متعلق اطلاعات یا آئی سی ایم آر اور دیگر اداروں کی تحقیق کے نتائج کو تمام ڈاکٹروں تک پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ وزیر صحت کے مطابق ''ذیابیطس کے مریضوں کو اس صورت میں فائدہ ہوسکتا ہے۔ اگر ڈاکٹروں کو جو ان کا علاج کررہے ہیں' موثر طریقہ علاج اور پروٹوکول کے بارے میں بتایا جائے جن کے بارے میں ہوسکتا ہے کہ وہ لاعلم ہوں۔

ہندوستان میں ہر سال ملٹی ڈرگ ریزسٹنس ذیابیطس کے عالمی سطح پر 390000 مریضوں میں سے 99000 مریض پائے جاتے ہیں جو مجموعی بوجھ کا 25 فی صد ہے۔ دواؤں کا اثر قبول کرنے والے ذیابیطس کے مقابلے اس طرح کے ذیابیطس سے ہونے والی اموات کی تعداد زیادہ ہے۔ اب اس سے بھی بڑا چیلنج سامنے آگیا ہے' جسے ''ایکسٹینسیو لی ڈرگ ریزسٹنس ٹی بی'' کا نام دیا گیا ہے۔ ہندوستان پر ملٹی ریزسٹنس ٹی بی کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال 64000 معاملے سامنے آتے ہیں۔ (باقی صفحہ 66 پر)

1SSN 0971. 8338

ترقیاتی ماہنامہ

یوجنا

نئی دہلی

اکتوبر 2014

معیشت کا غیر رسمی شعبہ

☆ چیف ایڈیٹر کے قلم سے	اداریہ	2
☆ غیر رسمی شعبہ: علم کے تناظر میں	امت بسولے	3
☆ گاندھی جی اور صفائی ستھرائی	سدرشن آئنگر	8
☆ ہندوستان کی غیر رسمی معیشت کا کردار	باربرا ہیرس وائٹ	12
☆ جن دھن یوجنا اور مالی شمولیت	پروا کر ساہو	16
☆ ہندوستان میں غیر رسمی شعبہ	ڈاکٹر بی وی بھوسلے	21
☆ غیر رسمی شعبے کی حوصلہ مندانہ توضیح	سپریا راؤتھ	25
☆ غیر رسمی شعبہ: عام شہری آبادی کا کردار	راجیش بھٹاچاریہ	29
☆ کام سے بھلا کب فرصت ملتی ہے	سرسوتی راجو	33
☆ خواتین کی نقل مکانی اور غیر رسمی شعبے میں روزگار	نیتھا این	39
☆ اطلاعاتی معیشت میں غیر رسمی کارکنان	بابو پی رمیش	43
☆ فارنسک آڈیٹنگ (کیا آپ جانتے ہیں؟)	واٹیکا چندرا	47
☆ دور جدید میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت	حسن مثنیٰ	48
☆ پانی سے پیدا ہونے والے امراض	دھنیا سنال	50
☆ تمباکو نوشی: معاشرے کی لعنت	نغمہ نعیم	53
☆ ماں کا دودھ: صحت کو فروغ دینے والا اور حیات افزا طریقہ کار	سنتوش جین/ وندنا سبھرا وال/ اکانشا جین	55
☆ مہاتما گاندھی اور فلسفہ عدم تشدد	فریدہ خاتون	58
☆ تیل کا تحفظ: اس کی ترقی میں ہمارا کردار	رضی شہاب	61
☆ بڑھتے قدم (ترقیاتی خبرنامہ)	ادارہ	کور۔II
☆ سوچھ بھارت: چیلنج اور مستقبل	......	کور III

چیف ایڈیٹر:
راجیش کمار جھا

سینئر ایڈیٹر
حسن ضیاء

ایڈیٹر
احسان خسرو

فون: 23042566 فیکس: 23359578

معاون: رقیہ زیدی
سرورق تزئین: جی پی دھوپے

جلد: 34 شمارہ۔ 7

قیمت: (خصوصی شمارہ) 20 روپے

جوائنٹ ڈائریکٹر (پروڈکشن):
وی کے مینا

سالانہ خریداری اور رسالہ نہ ملنے کی شکایت کے لئے رابطہ:
بزنس مینیجر:
pdjucir@gmail.com
فون: 011-26100207

مضامین سے متعلق خط و کتابت کا پتا:
ایڈیٹر یوجنا (اردو)، 538-A، یوجنا بھون
سنسد مارگ، نئی دہلی۔ 110001
ای میل: yojana.urdu@yahoo.co.in
ویب سائٹ: www.publicationsdivision.nic.in
www.yojana.gov.in

● **یوجنا** اردو کے علاوہ ہندی، انگریزی، آسامی، گجراتی، کنڑ، ملیالم، مراٹھی، تمل، اڑیہ، پنجابی، بنگلہ اور تیلگو زبان میں بھی شائع کیا جاتا ہے۔ ☆ نئی ممبر شپ، ممبر شپ کی تجدید اور ایجنسی وغیرہ کے لئے منی آرڈر/ڈیمانڈ ڈرافٹ، پوسٹل آرڈر، اے ڈی جی پبلی کیشنز ڈویژن (منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈکاسٹنگ) کے نام درج ذیل پتے پر بھیجیں: بزنس منیجر (یوجنا اردو): پبلی کیشنز ڈویژن (جرنلس یونٹ) بلاک iv لیول vii، آر کے پورم، نئی دہلی۔ 110066 فون: 011-26100207

زرسالانہ: 100 روپے، دوسال: 180 روپے، تین سال: 250 روپے، پڑوسی ملکوں کے لیے (ایئر میل سے) 530 روپے۔ ☆ یوروپ اور دیگر ممالک کے لیے (ایئر میل سے) 730 روپے۔

☆ اس شمارے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، ضروری نہیں کہ یہ خیالات ان اداروں، وزارتوں اور حکومت کے بھی ہوں، جن سے مصنفین وابستہ ہیں۔

یوجنا منصوبہ بند ترقی کے بارے میں عوام کو آگاہ کرتا ہے مگر اس کے مضامین صرف سرکاری نقطۂ نظر کی وضاحت تک محدود نہیں ہوتے۔

یوجنا

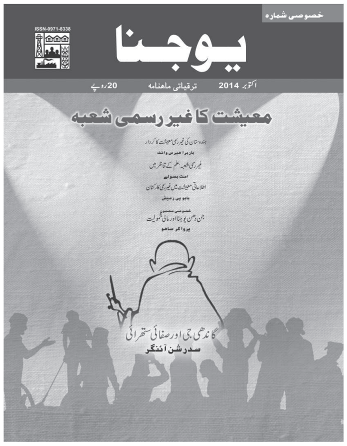

ہندوستان کے معمار

صبح کو دروازے کی گھنٹی بجتی ہے۔اخبار والا ہمارے دروازے پر اخبارات کے بنڈل ڈالتا ہے اور تیزی سے آگے بڑھ جاتا ہے۔اس کے کچھ ہی دیر بعد ہم اپنے دفتر، فیکٹری یا دکان پہنچنے کے لئے رکشہ، آٹو یا بس میں سوار ہوتے ہیں۔جب ہم اپنے کام کی جگہ پر پہونچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ پہرہ دار بڑی ایمانداری کے ساتھ اس کی حفاظت اور صفائی کرنے والا اپنا کام کررہا ہے۔ایک عام سرکاری دفتر میں ہم اپنے عملہ کے اہلکاروں اور ماتحت افراد سے ملتے ہیں۔ان تمام طرح کے کام کرنے والوں۔۔۔اخبار والا، آٹو ڈرائیور،، بس ڈرائیور، رکشہ والا، پہرہ دار، آفس بوائے، کلینر، کمپیوٹر آپریٹر وغیرہ میں مشترک عنصر یہ ہے کہ یہ سب کے سب غیر رسمی سیکٹر سے تعلق رکھتے ہیں۔درحقیقت ہمارا سماجی اور اقتصادی شعبہ حد سے زیادہ غیر رسمی ہے، خواہ اس کا تعلق روزگار سے ہو یا ہماری زندگی کے دیگر پہلوؤں سے۔تاہم بالعموم ہم اس سیکٹر کی اہمیت کو، جو اپنے ڈھانچہ کے لحاظ سے کثیر جہتی ہے، نظر انداز کردیتے ہیں۔

'غیر رسمی سیکٹر' کے تصور کی جڑیں برطانوی ماہر بشریات کیتھ ہارٹ کے گھانا کے مطالعات میں ملتی ہیں۔بعد میں 1970 کی دہائی میں آئی ایل او نے اس تصور میں 'مہذب کام' کے عنصر کو شامل کیا جس میں 'مزدور تنظیموں (یا مذاکرات) کو کام کی جگہ پر کام کا حق اور سوشل سیکورٹی شامل ہے'۔تاہم بعض دانشوروں کا کہنا ہے کہ اگر 'غیر رسمی' کے آئیڈیا کو صرف اقتصادی دائرے تک محدود کردیا جائے تو یہ بڑی زیادتی ہوگی۔یہ تصور سماجی اور ثقافتی سطحوں پر اپنے اثرات کے لحاظ سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور خالصتاً اقتصادی تشریح ہمارے 'رسمی' حقیقت کے ایک اہم حصے کا تجزیہ نہیں کرپاتا ہے۔یہ دلیل دی جاتی ہے کہ غیر رسمی زمرہ صرف ایک وسیع نظریہ ہے، جو سماجی لحاظ سے ان اہم کاموں کو مجتمع کرتا ہے جو رسمی مانیٹرنگ اور ریگولیٹری فریم ورک سے باہر ہیں۔مثال کے طور پر بلا اجرت گھریلو کام کاج، جو حالانکہ بذات خود اقتصادی زمرہ میں نہیں آتا ہے، کو غیر رسمی سیکٹر کے تحت زمرہ بندی کرنے اور اس طرح کی سرگرمیوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے مناسب پالیسی اقدامات مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ان کی اہمیت اس لئے کم نہیں ہے کہ یہ نوعیت کے لحاظ سے اقتصادی نہیں ہیں۔

بلاشبہ اپنے بہت بڑے سائز اور اثر کے مدنظر غیر رسمی سیکٹر کا اقتصادی پہلو دانشوروں اور پالیسی سازوں کی توجہ کا متقاضی ہے۔2009-10 کے این ایس ایس او اعداد و شمار کے مطابق زرعی سیکٹر میں 90 فیصد سے زیادہ اور غیر زرعی سیکٹر میں تقریباً 70 فیصد روزگار غیر رسمی زمرے میں آتے ہیں۔صاف ہے کہ غیر رسمی سیکٹر معیشت کا محض باقی ماندہ شعبہ نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک غالب شعبہ ہے۔حالانکہ حالیہ دنوں میں غیر رسمی سیکٹر میں روزگار میں اضافہ کی شرح زیادہ اطمینان بخش نہیں رہی ہے تاہم یہ معیشت کا سب سے سرگرم سیکٹر رہا ہے۔حتی کہ جب منظم سیکٹر پیچھے تھا اس وقت بھی غیر رسمی سیکٹر نے پیداواریت، حقیقی اجرتوں اور سرمایہ میں بہتری کا مظاہرہ کیا۔غیر رسمی سیکٹر کو جمود کا شکار اور کم کارگذاری والا سمجھنا غلط ہوگا۔تجرباتی اعداد و شمار اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ غیر رسمی سیکٹر نے اقتصادیات کے پیمانوں مثلاً سرمایہ کاری اور فکسڈ اثاثوں کے جمع کے لحاظ سے رسمی سیکٹر کے مقابلے زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اس سیکٹر میں 'لوک ودیا' یعنی روایتی اور دیسی علوم شامل ہیں، اس میں قدیم اور تسلیم شدہ اصول شامل ہیں، اس میں معلومات کا خزینہ شامل ہے۔

یہ بات زیادہ منطقی معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان کی غیر رسمی اقتصادیات کو اصل دھارے اور حقیقی معیشت کے طور پر لیا جائے جس کے لئے ایک مناسب ریگولیٹری فریم ورک کی ضرورت ہے، جو اس بات کو یقینی بناسکے کہ جو لوگ اس سیکٹر کو آگے بڑھا رہے ہیں انہیں باوقار زندگی اور 'مہذب کام' کے لئے ماحول فراہم کرتے ہوئے قوم کی بہتری میں تعاون دینے کا موقع دیا جائے۔یہ بات انتہائی قابل تشویش ہے کہ غیر رسمی سیکٹر سوشل سیکورٹی کے دائرہ سے بڑی حد تک باہر رہا ہے۔اس سیکٹر میں کام کرنے والے افراد کو آمدنی کے اتار چڑھاو اور ورکروں کے بنیادی حقوق کی عدم موجودگی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔اسی طرح 'خود روزگار' جو غیر رسمی سیکٹر کا ایک بڑا حصہ ہے، 'کسی شخص کی ذاتی محنت کی تکلیف دہ اجرت' کو محض خوبصورت الفاظ میں بیان کرنے کا نام ہے۔اگر ہندوستان کو ایک عظیم مینوفیکچرنگ ملک میں تبدیل کرنے کے لئے 'ہندوستان میں بناؤ' کی اپیل کو حقیقت میں تبدیل کرنا ہے تو ہم ان افراد کو نظر انداز نہیں کرسکتے جو ہندوستان کے حقیقی معمار ہیں۔

☆☆☆

امت بسولے

غیر رسمی شعبہ: علم کے تناظر میں

یہ ادارے غیر رسمی شعبے کے کارکنان وصنعت کاروں سے کٹے ہوئے رہے ہیں۔اس کے متبادل یہ ہے کہ موجودہ غیر رسمی اداروں کو بنیاد بنا کر کام کیا جائے اور اس شعبہ کو بذات خود اس کام میں شریک کیا جائے۔ دیگر ترقی پذیر مما لک نائیجریا کی قومی اوپن اپرنٹس شپ اسکیم (این او اے ایس) اور دیگر ایسی اسکیمیں جس پر این سی ای یو ایس نے غور وفکر کیا ہے۔اس سلسلے میں مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ یہ کام انجام دینے کے لئے مزید تحقیق درکار ہے تا کہ علم کی فراہمی تبدیلی، جدید کاری وغیرہ کے متعلق جانکار حاصل کی جاسکے۔اس کام میں وہی طور طریقے اپنائے جائیں جو غیر رسمی شعبے کے تقاضوں اور ماحول سے ہم آہنگ ہوں۔

مضمون نگار شعبہ معاشیات، میسا چوسٹس یونیورسٹی بوسٹو امریکہ سے وابستہ ہیں۔

غیر رسمی شعبے کو اکثر ایک ایسی جگہ کے طور پر خیال کیا جاتا ہے جہاں نسبتاً کم ہنر مند یا غیر ہنر مند کام ہوتا ہے۔ غیر رسمی شعبے سے متعلق صنعتوں کے قومی کمیشن (این سی ای یو ایس) کا نظریہ یہ ہے کہ غیر رسمی افرادی قوت یا قوت کار کی اکثریت غیر ہنر مند ہے۔ (سین گپتا ای ٹی اے ایل 2009:3)۔یہ رائے سامراجی حقائق پر مبنی ہے۔پہلی حقیقت غیر رسمی شعبے کے کارکنان میں رسمی تعلیم کی کمی ہے اور دوسری حقیقت اس شعبے میں ادا کی جانے والی کم اجرت اور کم پیداواریت ہے۔اس مضمون میں میں ان دونوں پہلوؤں پر باریکی سے روشنی ڈالنا چاہوں گا۔اس موضوع پر بیشتر نظریاتی اور علمی نظریات کے برخلاف میرا دعوی ہے کہ غیر رسمی شعبے میں باقاعدہ طور پر قائم علم و ہنر کی منتقلی اور ہنر مندی کی فراہمی کے مقتدر اداروں کے شانہ بہ شانہ علم و ہنر کا ایک جید خزانہ موجود ہے (اگر چہ اس کی جانکاری سب کو نہیں ہے)۔شائع شدہ مطالعات ومقالات کے علاوہ یہ مضمون چھوٹے پیمانے کی صنعت این ایس ایس سے حاصل شدہ اعداد وشمار اور بنارس کے بنکروں اور ممبئی کے پھیری لگانے والوں سے ملاقات کر کے حاصل کردہ سامراجی اعداد وشمار کو بنیاد بنا کر تحریر کیا گیا ہے۔

عالمی بینک اور عالمی املاک دانشوران ادارے جیسے اہم بین اقوامی اداروں نے حال ہی میں ''روایتی اور دیسی علم وفن'' پر سنجیدگی سے توجہ دینی شروع کی ہے۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ اس میں ایک عالمی نظریہ اور علمی فلسفہ مضمر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ علمیت و پیداوار اور منتقلی کا ایک ایسا مقتدر ادارہ ہے جو جدید علم سے قطعی مختلف ہے۔ حیاتیاتی گونا گونی، زرعی جنگل بانی، معیشت حیوانات، ادویہ، حرفت وغیرہ کے شعبے میں کاشت کاروں، صناعوں، خواتین اور دنیا بھر میں ہر ملک کے فطری و دیسی باشندوں کے ذریعے صدیوں میں علم وحکمت کا ضخیم ادب وجود میں آچکا ہے (بسولے 2012)۔ یہی وہ افراد ہیں جو غیر رسمی معیشت میں جانفشانی کرتے ہیں۔تاہم ٹی کے/آئی کے کی ضرب المثل کا استعمال غیر رسمی شعبے میں موجود ہنر مندیوں کے جامع تجزیے کے لئے نہیں ہوسکا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ غیر رسمی کارکنان اور صنعت کار نہ صرف زراعت اور گھریلو صنعت وحرفت میں پائے جاتے ہیں بلکہ دیگر گونا گوں صنعتوں مثلاً خوراک، کپڑے کی صنعت، ملبوسات پلاسٹک، دھات، مشینری، تعمیرات اور ایسی خدمات کے شعبے میں ملتے ہیں جہاں اکثر جدید تکنیک کا استعمال ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ان پر ''روایتی'' صنعت ہونے کا ٹھپہ نہیں لگایا جاسکتا۔ سہسرا بدھے اور سہسرا بدھے (2001) نے 'لوک ودیا' یا 'عوامی علم' کی اصطلاح تجویز کی ہے جو ایسے افراد کی ہنر مندی پر احاطہ کرتی ہے جو رسمی طور پر تعلیم یافتہ ہنر مند نہیں ہیں تاہم اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ اس کے پس پردہ کارفرما علمی فلسفے اور اقدار کے نظام کو شامل کیا جائے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کے معاشرے کو

ایک علمی معاشرے میں تبدیل کر دیا جائے جس کا خاکہ قومی نالج کمیشن تیار کرے۔ جو یہ عزم کرے کہ ہم ملک میں مصروف عمل افراد کی بڑی تعداد کے ذریعہ بہم پہنچائی جانے والی اور استعمال کی جانے والی لوک ودیا کو تسلیم کرنے' اس کا مطالعہ کرنے اور اس کی ترقی کا فریضہ انجام دیں گے۔

اجرت' پیداواریت اور ہنرمندی پر سوالات

غیر رسمی شعبے میں جس قدر کم اجرت ملتی ہے' اسے اکثر اس کی ناکافی ہنرمندی کی بنیاد کے ثبوت پر پیش کیا جاتا ہے۔ دراصل ہنرمندی' پیداواریت اور اجرت کے درمیان کا رشتہ بڑا پیچیدہ ہے اور اس کا تعین ادارہ جاتی و ڈھانچہ جاتی حقائق کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ ہندوستان جیسی ترقی پذیر معیشت کی کلیدی ڈھانچہ جاتی حقیقت کے طور پر دیکھا جائے تو ہندوستان میں فاضل افرادی قوت کی بہتات ہے۔ رسمی شعبے سے بڑی تعداد میں کارکنان کی علاحدگی کا فطری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مصنوعات کی منڈی میں چھوٹے صنعت کاروں کے درمیان زبردست مسابقہ یا مقابلہ شروع ہوجاتا ہے۔ ایسے چھوٹے صنعت کاروں کو روزگار کے فقدان اور غیر رسمی لیبر منڈی میں کام کرنے والے کارکنان کے مابین بھی ایسا ہی مقابلہ دیکھا گیا ہے' لہٰذا

تحقیق طلب ایک شعبہ یہ ہے کہ یہ جائزہ لیا جائے کہ کیا رسمی' غیر رسمی آمدنی کا فرق صرف مشاہدے میں آنے والے کارکنان کی خصوصیت (مثلاً ہنرمندی) سے ہی ظاہر ہوتا ہے یا پھر اوسط کارخانے کے سائز' مصنوعات منڈی کے مقابلے کی کیفیت اور پونجی۔کارکن تناسب جیسے ڈھانچہ جاتی حقائق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ چوں کہ پیداواریت کی اقدامات مثلاً فی کارکن قدرو قیمت میں اضافہ والی مصنوعات کے معاملے میں منڈی قیمتوں پر انحصار کرنا ہوتا ہے اور مصنوعات منڈی میں

موجود مسابقتی ماحول کی تخفیف کا دباؤ پیدا کرتا ہے' اس کا فطری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زیادہ مسابقتی منڈیوں میں مصروف عمل فرمیں دیگر ایسی فرموں کے مقابلے میں جہاں اتنا کڑا مقابلہ نہیں ہوتا' کم منافع کمانے پر مجبور ہوتی ہیں۔

اجرت کو بنیاد بنا کر اگر کسی کارکن کی صلاحیت یا ہنر مندی کا تعین کیا جاتا ہے تو ایک دوسری چکرا دینے والی بات یہ سامنے آتی ہے کہ کسی ایسی معیشت میں جہاں فاضل مزدور دستیاب ہوں یا پھر ان کی جگہ خواہ ہنرمند کارکنان ہی کیوں نہ موجود ہوں' انھیں سودے بازی کی نسبتاً کم گنجائش کی وجہ سے ہر حال میں کم اجرت پر ہی اکتفا کرنا ہوگا۔ (نورنگا 1999: لیبل اینڈ رائے 2004)۔ اس کے علاوہ پیداواریت سے آجر کو اسی صورت میں اعلی منافع حاصل ہوسکتا ہے جب مصنوعات منڈی مسابقہ جاتی ہو۔ خریدار کے لئے کارکنان کے برخلاف کم قیمت ہی فائدہ مند ہوگی (ہنٹر۔2006)۔ مثال کے طور پر بنارس کے بنکروں کی صنعت کو لیں' پاور لوم ہتھ کرگھوں کے مقابلے میں دس گنا زیادہ منفعت بخش ہے تاہم دونوں شعبوں میں فی گھنٹے کی اجرت تقریباً برابر ہے۔ (بسولے 2014)۔

علم کسے کہتے ہیں؟

غیر رسمی شعبے کے کارکنان کو غیر ہنرمند سمجھنا' متذکرہ بالا معاشی بنیادوں پر مبنی نہیں ہے۔ مختلف النوع علوم اور فلسفیانہ حقائق کی روشنی میں جو توقیر یا اہمیت جیسے سماجیاتی حقائق جسے علم کا نام دیا جاتا ہے' ان کی اہمیت بھی اپنی جگہ ہے۔

مثال کے طور پر خواتین اور نچلی ذات کے کارکنان جن کی موجودگی کی رسمی شعبے میں کافی سے بھی زیادہ ہوتی ہے' انہیں روایتی طور پر ہمیشہ سے کم اہمیت دی گئی ہے (الیا 2009) این سی ای یو ایس کا کہنا ہے کہ خواتین کے ذریعے کئے جانے والے کام کو کم ہنرمندی والا قرار دیا جانا چاہئے خواہ وہ ''غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہوں یا پھر انہوں نے برسوں غیر رسمی طور پر تربیت و تجربہ حاصل کیا ہو''۔ (سین گپتا 2007:84)۔ اس سلسلے میں کپڑا صنعت اور چینی مٹی کی صنعتوں کی مثالیں دی جاتی ہیں جہاں خواتین ہنرمندانہ کام دیتی ہیں (مثلاً کشیدہ کاری یا مٹی کی تیاری) تاہم انھیں سب سے کم اجرت دی جاتی ہے۔ بسولے کا کہنا ہے کہ بنارس میں خواتین کشیدہ کارکنان' خواتین کو پورے دن کی اجرت محض 25 روپے سے 30

نقشہ 1۔ غیر رسمی شعبے میں غیر درج رجسٹر چھوٹے پیمانے کی صنعت کے تحت دستیاب تکنیکی علم کا وسیلہ

وسیلہ	2001	2007
بیرون ملک	0.67	0.80
گھریلو اشتراک	5.58	2.11
گھریلو تحقیق وترقی	4.84	3.22
کوئی نہیں	88.91	92.83

روپے ہی مل پاتی ہے۔ اتنی کم اجرت کو تاجر اور یہاں تک کہ خواتین بذات خود اس بنیاد پر جائز بتاتے ہیں کہ یہ ایسے کام کا معاوضہ ہے جس کی صلاحیت خواتین میں فطری طور پر موجود ہوتی ہے اور وہ یہ کام ''فرصت کے اوقات'' میں کرتی ہیں۔۔

ایسے جائزے جو غیر رسمی معیشت کی علمی بنیاد کو تسلیم کرتے ہیں، وہ عام طور پر ناکافی ہوتے ہیں کیوں کہ یہ لوک ودیا کو بنیاد بنا کر نہیں حاصل کئے جاتے۔ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی کل ہند اعدادوشماری (حکومت ہند 2004-12) کے تحت فرموں سے ان کے تکنیکی علم کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔ نقشہ 1۔ میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ تقریباً 90 فی صد غیر رجسٹرڈ (یعنی غیر رسمی) فرمیں دونوں برسوں کے دوران 'وسائل سے عاری' قرار پا گئیں۔ چوں کہ بیشتر فرمیں خواہ وہ کتنی چھوٹی کیوں نہ ہوں، کچھ نہ کچھ تکنیکی علم کی پونجی کی حامل ضرور ہوتی ہیں اور وسائل کی بنیاد پر تبدیلی لاکر یا منڈی کے تقاضے کے مطابق جدید کاری کا عمل بھی اپناتی ہیں (خواہ یہ کتنا اضافہ ہو یا کتنا چھوٹا کام) غیر رسمی شعبے میں علم کس طرح بروئے کار لایا جاتا ہے، اس جائزے میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جائزوں میں صناعوں اندرون خانہ رہ کر کام کرنے والے کارکنان اور صناعوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ ان کارکنان کے غیر رسمی نیٹ ورک کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے اور ان کو رسمی شعبے میں دستیاب علم کے مطابق خود کو ڈھالنے اور اس سے استفادہ کرنے کی صلاحیت کو بھی نہیں اجاگر کیا جاتا۔

وسائل۔ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی تیسری اعدادوشماری 2001-2000 اور چھوٹی، بہت چھوٹی اور اوسط درجے کے صنعتی اداروں کی اعداد شماری 2006-07۔

این ایس ایس نے بھی حالیہ روزگار۔ بے روزگاری جائزہ (2011-12) کی بنیاد پر انکشاف کیا ہے کہ پندرہ برس سے زائد عمر کے دیہات کی 70 فی صد مرد اور شہروں کے 43 فی صد مردوں کو ثانوی سے نیچے درجے کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ (اسی طرح خواتین کی مماثل فی صد بالترتیب 83 اور 55 ہے)۔ دیگر روزگار سے وابستہ تربیت جو روزگار کے حصول میں زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے، افرادی قوت میں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ ای یو ایس کے اعداد و شمار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 89 فی صد افرادی قوت کسی قسم کی رسمی یا غیر رسمی تکنیکی یا پیشہ ورانہ تربیت کے حاصل ہونے کا دعوی نہیں کرتی (بسولے 2012)۔ اس کی اور اسی طرح کے این ایس ایس اعداد و شمار کی بنیاد پر این سی ای یو ایس نے نتیجہ اخذ کیا کہ پندرہ برس سے زائد کی عمر تقریباً 90 فی صد آبادی

کسی بھی طرح کی ہنرمندی سے عاری ہے''۔ (سین گپتا 2009:191)

ہم اس نتیجے کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ میری تجویز یہ ہے کہ غیر رسمی شعبے میں ہنرمندی کے حصول کیفیت اور عمل اور علم کی فراہمی کو دقیانوسی جائزوں کے سہارے نہیں سمجھا جاسکتا، نہ اس کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ جائزے اس عمل کو اسکولی تعلیم کے برسوں، تربیتی پروگرام میں شرکت، اسناد کے حصول وغیرہ کے سہارے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اکثر غیر رسمی شعبے میں ناپید ہوتی ہیں۔ علم کے حصول کا عمل دراصل یہاں روزی کمانے کے عمل سے جڑا ہوتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے دیکھیں تو علمی اور پالیسی ورک کے شعبوں میں رسمی تعلیم اور عملی تجربے میں ایک طرح کا تعصب پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ غیر رسمی کارکنان فطرتاً علمی پونجی کا داخلی ماحول بھی قائم کر لیتے ہیں اور اپنے علم کو تعلیم یا تربیت کا ثمر نہ تسلیم کر کے سادگی کے ساتھ کام کے دوران حاصل شدہ تجربے کا نام دیتے ہیں (سرکاری جائزوں میں اکثر اس طرح کے منفی ردعمل کا ذکر ملتا ہے)۔ بنارس میں جب میں نے ایک مٹھائی والے سے سوال کیا کہ آپ کی صنعت میں کارکنان کو ہنرمندی کیسے حاصل ہوتی ہے تو اس نے سادہ سا جواب دیا کہ ''ارے اس میں تحقیق طلب کوئی امر نہیں ہے''۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات محسوس کی جاسکتی ہے کہ اس طرح کی پونجی غیر منصفانہ بھی ہو سکتی ہے۔ بنارس میں بنکر اکثر و بیشتر اور غیر رسمی شعبے میں تربیت حاصل کرنے میں جتنے سال کھپاتا ہے اور اس کے مقابلے میں ایک رسمی ڈپلوما یا سند لینے میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے، اس کا فیصلہ مزدور منڈی میں حاصل ہونے والی قدر و منزلت سے کیا جاسکتا ہے (بسولے 2012)۔

یہ نظریہ کہ کام کاج کے دوران جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ رسمی تعلیم سے ہرگز کم تر نہیں ہے، کی پذیرائی سائنس کی تاریخ سے لے کر سیکھنے کی نفسیات تک اور یہاں تک کہ علمی انتظام کے شعبے میں آج کل عام طور سے کی جارہی ہے۔ سائنس کے مورخ اشارہ کرتے ہیں کہ فلسفہ سائنس

اور ریاضی صناعوں اور ہاتھوں سے کام کرنے والے کارکنان کی ایجادات ہیں اور ان کی نشو ونما مسائل کو حل کرنے کی تگ ودو کے درمیان ہوئی ہے نہ کہ ان سے فرار حاصل کر کے کتب بینی یا گوشہ نشینی کے ذریعہ۔ (کونور 2005)۔ا

ایک قدیم صناع اپنی صنعت وحرفت کے یومیہ

ضوابط سے وابستہ سائنسی اور تکنیکی علم سے وابستہ ہوتا تھا۔ علمی انتظام کے شعبے میں بارنیٹ (2000:17) نے جس ''کام چلاؤ جانکاری'' کے تناظر کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے کہ کام کی جگہ پر علم فراہم ہوتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ کوئی بھی علم' اصل علم صرف اسی صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے جب اس کو عملی شکل میں ڈھالا جا سکے اور کام یا عمل کا مطلب ہے علم کی پرکھ۔ صرف کام نہیں بلکہ کھیل میں بھی سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر بنکروں کے کنبوں کے بچے بھی تانے بانے کا کھیل ٹھیک اسی طرح سے کھیلتے ہیں جیسے ان کے باپ بھائی بنائی کرتے ہیں یا پھر کارخانے میں چکر لگاتے ہیں تاکہ وہ اس مخصوص کام کے نظاروں اور آوازوں کے عادی ہو جائیں (ووڈ۔ 2008)۔ تھیوری پر مبنی اس تناظر کو علم فراہمی کے مدارج کو سمجھنے اور غیر رسمی شعبے میں ترویج واشاعت کے لئے بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

لوک وِدّیا کے ادارے

کام سیکھنے والے نو آموز افراد کی معیشت اور مصروف کار تربیت سے وابستہ ادب بہت کمیاب ہے۔ اگرچہ جہاں غیر رسمی شعبے کی بات آتی ہے' ایسے نظام رسمی تعلیم کے نظام کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑی تعداد میں افراد کو سہارا دیتے یا کام سکھاتے ہیں۔ ہم عصر صناع فرموں کے جائزے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہنرمندی منتقلی (پارتھا سارتھی 1999) کے معاملے میں زیر تربیت نو آموز کارکن کی مشق اور دیگر خاندان در خاندان چلے آنے والے نظام کی بڑی اہمیت ہے۔ اس میں استثنائی معاملات بہت کم ملیں گے (بسواس اور راج 1996)

ترقیاتی معاشیات کا مطالعہ کرنے والے ماہرین' جو غیر رسمی صنعتوں کا مطالعہ کر رہے تھے' انھوں نے اس پہلو کو نظر انداز کیا ہے کہ آخر نئے کارکنان ہنرمندی کیسے حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح کے اداروں اور ہنرمندیوں کے مطالعہ سے وابستہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ان کا کوئی باقاعدہ ڈھانچہ نہیں ہوتا یا وہ منتشر ہوتے ہیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ جانکاری اکٹھا کرنے کے ہمارے طریقے معقول نہیں ہیں۔ غیر رسمی تربیتی نظام کے مطالعے شعبے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ یہ نظام عام زندگی اور کام کاج سے پوری طرح مربوط ہوتا ہے۔ کوئی ایسا قابل شناخت مقام یا طے شدہ وقت نہیں ہوتا جہاں سکھانے کا کام ہوتا ہو۔ تربیت یا سیکھنے کی مقدار یا کمیت کو ناپنا یا سمجھنا آسان نہیں ہوتا نہ کوئی رسمی تحریر یا دستاویز کا وجود ہوتا ہے۔ کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ اگرچہ دروں طور پر کچھ لاگت ضرورت آتی ہے۔ اس میں مشق کے دوران کی اجرت کم عدم ادائیگی اور تربیت دینے والے اور تربیت حاصل کرنے والے کے وقت موقع وغیرہ جیسے امور ضرو کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ عمل تعلقات میں مضمر ہوتا ہے۔ مثلاً کنبہ' ذات' صنف' برادرانہ تعلقات جنھیں معیشت سے پرے یا غیر بکاؤ سمجھا جاتا ہے۔ ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے جس طرح کی نسلی خصوصیات کو سمجھنے اور طریقے اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے' اسے اکثر ماہر معاشیات اپنانے سے گریز کرتے ہیں' لہٰذا اس طرح کے اداروں سے متعلق ہماری بیشتر جانکاری ماہرین معاشیاتی علم الانسان یا معاشیات سے وابستہ علم الانسان کے ماہرین (باربر 2004 اور بسولے 2012 کی مثالیں بھی دیکھیں) کے ہی مرہون منت ہے۔ جب ہم غیر رسمی شعبے کے علم کے اداروں کو سمجھتے کے لئے غیر رسمی شعبے کا رخ کرتے ہیں۔ (جیسے ہنرمندی کا حصول' جدید کاری' مختلف فرموں کے مابین علم کا اشتراک) تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر طرح کے کارکن کے لئے ایک طے شدہ شعبہ اور اس کے بندھے ٹکے اصولوں کی روشنی میں اس پہلو کو سمجھنا ایک غلط طریقہ ہوگا۔ مختلف افراد سے کی گئی بات چیت سے اس بات کا انکشاف ہوا کہ غیر رسمی شعبے کے کارکنان بھی اتنی ہی یا اس سے بھی دو چند کی مدت کی تربیت کے عمل سے گذر چکے ہیں جتنی مدت رسمی سند یا ڈگری حاصل کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ کنبے پر مبنی تربیت کا وقفہ چند مہینوں سے چند برسوں کا ہو سکتا ہے اور یہ اس شعبے میں ایک عام بات ہے۔ اس شعبے میں داخل یا شامل ہونے کے لئے مالی حیثیت یا اس سے پیدا ہونے والی رکاوٹ اکثر رسمی تعلیم کے شعبہ سے کم ہوتی ہیں (اگرچہ ادارہ جاتی رکاوٹیں اور دشواریاں مثلاً ذات یا صنف کے اصول سخت ہو سکتے

ہیں)۔ یہ نظام یا تربیت اچھی طرح بالیدہ ہوسکتی ہے، باقاعدہ شکل میں آسکتی ہے اور کارکنان اور تربیت دینے والے ذاتی نظم وضبط کی خواہش واہمیت کو نمایاں کرکے پیش کرسکتے ہیں کیوں کہ بیشتر جانکاری وعلم کارکنان میں مضمر ہوتی ہے اور ضوابط اور روزمرہ کے بندھے ٹکے اصولوں میں مضمر نہیں ہوتی' اس لئے آج اپنے ہنرمند کارکنان کی نگرانی کرتے ہیں۔ کارکنان ایسی جگہ کام کرنا پسند کرتے ہیں جہاں انھیں اپنے ہنر کو جلا بخشنے کا موقع مل سکے' اس سے نہ صرف یہ کہ پیداوار بڑھانے کی ہنرمندی کو جلا ملے گی بلکہ وہ کام کے دوران کاروباری بات چیت کا سلیقہ بھی سیکھتے ہیں۔ برلا اور بسولے (2013) نے ممبئی میں پھیری لگانے والوں' ٹیکسی ڈرائیوروں اور ٹریول گائیڈوں سے ملاقات کرکے گفتگو کی اور یہ جانا کہ آخر ان لوگوں نے انگریزی زبان بولنے کا ہنر کیسے سیکھا۔ نہ صرف یہ کہ کارکنان اپنے پیشے کے معمر لوگوں سے سیکھتے ہیں بلکہ عوامی بل بورڈوں اور اشتہاری بورڈز وغیرہ سے بھی سیکھتے ہیں۔ وہ اپنے گراہکوں' نئے موبائل آلے اور دیگر اقسام کی تکنالوجیوں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں اور ان تمام چیزوں سے ان کی ہنرمندی کو فروغ ملتا ہے۔ ممبئی کی لنکنگ روڈ کے ایک دکاندار نے بتایا کہ 'لنکنگ روڈ اسکول بن جاتا ہے'۔ باربر (2004) اس طرح کی درس و تدریس کو ابتدائی نقوش قرار دیتا ہے۔ جدیدکاری پر زور دیتا ہے اور وسائل کے فقدان میں زندگی گذارنے کا عادی ہونے اور اس سے حاصل ہونے والے تجربے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اس طرح کے مطالعے میں مضمر کمزوری یہ ہے کہ اس طرح کے جائزوں میں باقاعدہ کوئی اصول متعین نہیں ہوتے' نہ غور وفکر کی کوئی گنجائش ہوتی ہے۔ یہاں نئی تکنیکوں کو اپنانا اور تحفظاتی طریقہ ہائے کار کا لحاظ رکھنا بھی دشوار طلب امر ہے۔

آخر میں اگرچہ تفصیلی بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے تاہم میں غیررسمی شعبے میں تفتیشی فرم کی سطح پر جدیدکاری کی اہمیت پر زور دینا چاہوں گا۔ یہاں تک کہ چھوٹے غیررسمی مالکان مثلاً سڑک کے کنارے ریڑھی لگانے والے' ہلکی پھلکی کھانے کی چیزیں فروخت کرنے والے' مٹھائی والے بھی اپنی چیزوں کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں اور اپنی ساکھ کا لحاظ رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی فہرست میں اکثر نئی اشیا کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جیسے صناعی پر مبنی صنعتوں میں جدیدکاری کا ایک ترقیاتی عمل ہے اور روایتی طور پر طریقوں' کاروباری مہارت کے اصولوں کو بڑی احتیاط سے مخفی رکھا جاتا ہے کیوں کہ یہاں حقوق املاک دانشوراں کا وجود نہیں ہوتا (بسولے 2014) لوک ودیا لگاتار ترقی کے راستے پر گامزن رہتی ہے۔ یہ نشوونما حاصل کرتی رہتی ہے۔ صناعی پر مبنی صنعتوں اور جدید صنعتوں کے تجزیے مثلاً پاور لوم صنعت کے تجزیے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تکنیکی تبدیلیوں کے تناظر میں روایتی اداروں کی اپنی اہمیت رہی ہے (ہنس 2012)۔ ہندوستان میں جدیدکاری (حکومت ہند 2007) میں قومی علمی کمیشن کی رپورٹ میں اس موضوع پر چند چھوٹی صنعتوں کے انٹرویو کے ذریعے احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم ان خطوط پر ابھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت اپنی جگہ برقرار ہے۔

نتیجہ

متذکرۂ بالا دلائل کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ رسمی اسکولی تعلیم غیراہم ہے یا غیررسمی شعبے میں مصروف عمل موجودہ علمی ادارے یا جانکاری دینے والے ادارے وافر تعداد میں ہیں۔ این سی ای یو کا یہ سوال کہ کیا غیررسمی شعبے میں آجکل کام کرنے کے دوران روایتی طریقوں سے جو تربیت یا ہنرمندی حاصل ہوتی ہے' کافی ہے؟ (سین گپتا 2009:9)۔ اس کا جواب ہر حال ''نہیں'' ہونا چاہئے۔ ایک طے شدہ اور باخبر چوکس پالیسی ہنرمندی کی ترقی' جدید تکنیک کو روایتی پیشوں سے مربوط کرکے آمدنی بڑھا کر بہت مثبت فرق دلا سکتی ہے۔ تاہم این سی ای یو ایس کی رائے یہ بھی ہے کہ حکومت کے زیرانتظام چلنے والے پیشہ ورانہ تعلیم تربیت کے پروگرام غیررسمی شعبے میں ان لوگوں کی مدد کرنے سے قاصر رہے ہیں جو اس شعبے میں روزگار کے متلاشی ہیں۔ (مثال کے طور پر صفحہ 10 ملاحظہ کریں)۔ یہ ادارے غیررسمی شعبے کے کارکنان وصنعت کاروں سے کٹے ہوئے رہے ہیں۔ اس کے متبادل یہ ہے کہ موجودہ غیررسمی اداروں کو بنیاد بنا کر کام کیا جائے اور اس شعبہ کو بذات خود اس کام میں شریک کیا جائے۔ دیگر ترقی پذیر ممالک نائیجیریا کی قومی اوپن اپرنٹس شپ اسکیم (این او اے ایس) اور دیگر ایسی اسکیمیں جس پر این سی ای یو ایس نے غور وفکر کیا ہے (مثال کے طور پر صفحہ 41-40)۔ اس سلسلے میں مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ یہ کام انجام دینے کے لئے مزید تحقیق درکار ہے تاکہ علم کی فراہمی تبدیلی' جدیدکاری وغیرہ کے متعلق جانکاری حاصل کی جاسکے۔ اس کام میں وہی طور طریقے اپنائے جائیں جو غیررسمی شعبے کے تقاضوں اور ماحول سے ہم آہنگ ہوں۔ آخر میں پالیسی سے ہٹ کر ایک ایسی سیاسی تحریک درکار ہے جس میں لوک ودیا کے لئے پروقار ماحول فراہم ہو اور رسمی تعلیم وعلم کے ساتھ لوک ودیا کو بھی مساوی مقام دیا جائے۔

☆☆☆

اظہار تشکر: میں سنیل سہسرا بدھے کا مشکور ہوں۔ راجیش بھٹاچاریہ اور جے موہن کے تئیں بھی اظہار تشکر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کیوں کہ ان حضرات نے اس مضمون میں پیش کردہ نظریات کے سلسلے میں مفید گفت و شنید کی۔

یوجنا
آئندہ شمارہ
نومبر 2014: ٹکنالوجی' اختراع اور علم پر مبنی معیشت
کے لئے مخصوص ہوگا۔

سدرشن آئنگر

گاندھی جی اور صفائی ستھرائی

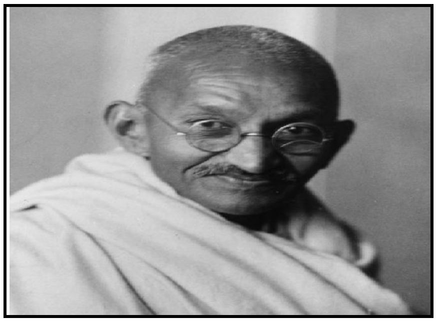

ہمارے بہترین تربیت یافتہ کارکنوں اور ٹیچروں میں سے ایک نے ایک روز گاوں اور بلاک سطح کے سرکاری اہلکاروں کے مشکوک رویے کے سلسلے میں تشویش کا اظہار کیا، جسے حقیقی ضرورت مندوں کے لئے ٹوائلٹ کی تعمیر کے لئے مالی امداد کی فراہمی اور نفاذ کے متعلق تیار اور پیش کردہ اپنی تجاویز کی رسید دینے سے صاف طور پر منع کردیا گیا تھا۔

ودیا پیٹھ نے جو عہد کیا تھا اس کی تکمیل کے لئے ٹوائلٹ کی تعمیر میں سرگرم ہے۔ یہ عہد شری نارائن ڈیسائی کی 108ویں گاندھی کتھا کے بعد کیا گیا تھا۔ شروع میں جس مسئلے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے باوجود ہم سدرا کے اطراف کے گاوں میں، جہاں ودیا پیٹھ کا دیہی کیمپس ہے، پچھلے دو برس کے دوران 1300 سے زائد ٹوائلٹ تیار کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ یہ گجرات میں ریاستی دارالحکومت سے صرف 20 کلومیٹر دور ہے اور حیرانی ہوتی ہے کہ لوگ آسانی سے آمادہ نہیں ہو پاتے ہیں! پریشانی اس وقت بڑھ جاتی ہے جب ہمیں ناسمجھ اور بدعنوان سرکاری اہلکاروں سے سابقہ پیش آتا ہے۔

ہر گھر میں ایک ٹوائلٹ کے مقابلے ہندوستانیوں کے پاس زیادہ موبائل فون ہیں۔ اس سے لوگوں میں صفائی ستھرائی کے متعلق بیداری، سمجھ اور ترجیح کا پتہ چلتا ہے۔ گاندھی جی کو ہندوستانیوں کے پاس اس کی کمی کا بچپن سے ہی اندازہ ہوگیا تھا۔ انہوں نے کسی بھی مہذب اور ترقی یافتہ انسانی سماج کے لئے صفائی ستھرائی کے اعلی ترین میعار کو اہم قرار دیا۔ انہیں مغربی سماج کے مشاہدہ سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوگیا تھا۔ جنوبی افریقہ میں اپنے قیام سے لے کر ہندوستان میں اپنی پوری زندگی کے دوران گاندھی جی مسلسل صفائی ستھرائی کے ضرورت پر زور دیتے رہے۔ گاندھی جی صفائی ستھرائی کو انتہائی اہم عوامی مسائل میں سے ایک سمجھتے تھے۔ 1895 سے جب جنوبی افریقہ میں برطانوی حکومت نے تجارتی علاقوں میں صفائی ستھرائی کی بنیاد پر ہندوستانی اور ایشیائی تاجروں سے ساتھ امتیازی سلوک شروع کیا، لے کر، 29 جنوری 1948 کو، انہیں قتل کردئے جانے کے ایک دن پہلے تک، گاندھی جی عوامی محفلوں میں صفائی ستھرائی کی اہمیت کا مسلسل ذکر کرتے رہے۔ لوک سیوک سنگھ کے دستور کے مسودے میں، جس نے بعد میں کانگریس کے مسودے کی شکل لی، انہوں نے عوامی خدمت گاروں کے لئے درج ذیل ذمہ داریوں کا ذکر کیا۔ ''وہ گاوں کے لوگوں کو صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کی تعلیم دے گا اور بیماری اورامراض سے انہیں بچانے کے لئے تمام احتیاطی اقدامات کرے گا۔'' (The Collected Works of Mahatma Gandhi (CWMG) Vol.90 page 528)۔

صفائی ستھرائی کے سلسلے میں گاندھی جی کا عمل کی ایک مختصر جھلک یہاں پیش کی جارہی ہے اور ساتھ ہی صفائی ستھرائی کی موجودہ صورت حال پر بھی مختصراً روشنی ڈالی جاری ہے۔

عوامی پلیٹ فارم پر صفائی ستھرائی: گاندھی جی جنوبی افریقہ میں

دلچسپ بات یہ ہے کہ گاندھی جی نے صفائی ستھرائی کا مسئلہ پہلی مرتبہ عوامی پلیٹ فارم پر اس وقت پیش کیا جب وہ جنوبی افریقہ میں تجارتی مقامات پر ہندوستانی تاجروں کے صفائی ستھرائی کے طریقہ کار کا دفاع کررہے تھے۔ گاندھی جی نے جنوبی افریقہ میں ہندوستانی اور ایشائی برادری کی طرف سے عرضی گذار کے طور پر اپنی عرضی میں ہندوستانی تاجروں کے صفائی ستھرائی کے طریقہ کار کا بھرپور دفاع کیا اور برادریوں سے صفائی ستھرائی کے بہترین طریقہ کار پر عمل کرنے کی مسلسل اپیل کی۔ لارڈ رپن کے نام ایک عرضی میں صفائی ستھرائی کے مسئلے کا ذکر ان لفظوں میں کیا:

'' 1881 کے کنونشن کے 14ویں کلاز سے افسوس ناک انحراف، جو مقامی لوگوں کے علاوہ تمام افراد کے مفادات کو یکساں طور پر تحفظ فراہم کرتا ہے، اس قیاس پر مبنی ہے کہ ٹرانسوال میں ہندوستانی آباد کار صفائی ستھرائی کا خاطر خواہ خیال نہیں رکھتے ہیں اور یہ بعض مفاد پرست عناصر کی غلط تعبیرات پر مبنی ہے۔ (سی ڈبلیوایم جی۔ جلد اول، 1969 ایڈیشن، صفحہ 204)

گاندھی جی اپنی عرضی اور دیگر درخواستوں کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ہندوستانیوں کو تجارتی لائسنس اس لئے نہیں دئے جاتے ہیں کیوں کہ وہ برطانوی تاجروں کو اچھا مقابلہ دے سکتے ہیں۔ دوسری دلیل انہوں نے یہ دی کہ ہندوستانی تاجر اور بزنس مین صفائی ستھرائی کا بہترین خیال رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں میونسپل ڈاکٹر ویالے کا حوالہ دیا، جنہوں نے ہندوستانیوں کو صاف ستھرا اور گردیا بے احتیاطی کے سبب ہونے والی بیماریوں سے پاک پایا تھا۔ (سی ڈبیلو ایم جی۔ جلد اول، 1969 ایڈیشن، صفحہ 215) ۔ اور اس سلسلے میں کہ ہندوستانی تاجروں کو لائسنس سے محروم کیوں رکھا جارہا ہے انہوں نے دلیل دی کہ ایسا تاجرانہ حسد، اور ہندوستانیوں کی کفایت شعاری اور اعتدال پسندی کی وجہ سے کیا جارہا ہے کیوں کہ ان خوبیوں کی وجہ سے وہ ضروریات زندگی کی قیمتوں کو کم رکھنے کے اہل ہیں اور سفید فام تاجروں سے مسابقت کرسکتے ہیں۔

مصنف معروف گاندھیائی اسکالر ہیں۔

گاندھی جی کو اس بات کا بھی اندازہ تھا کہ ہندوستانی آبادی میں صفائی ستھرائی کی اچھی عادت کا فقدان ہے۔ اور انہوں نے صفائی ستھرائی کی اہمیت کو 1914 تک پورے بیس سال پورے زور وشور کے ساتھ اجاگر کیا۔ گاندھی جی سمجھتے تھے کہ حد سے زیادہ بھیڑ بھاڑ کسی بھی آبادی میں گندگی کے اہم اسباب میں سے ایک ہے۔ جنوبی افریقہ کے بعض قصبات میں رہنے والے ہندوستانی برادری کو مناسب جگہ اور انفرااسٹرکچر فراہم نہیں کی گئی تھی۔ گاندھی جی سمجھتے تھے کہ یہ جگہ اور انفرااسٹرکچر فراہم کرنا میونسپل اداروں کی ذمہ داری ہے تاکہ وہ صاف ستھرے ماحول میں رہ سکیں۔ جوہانس برگ میں ہیلتھ کے میڈیکل افسر ڈاکٹر سی پوٹر کے نام ایک خط میں وہ لکھتے ہیں:

''میں ہندوستانی مقامات کی افسوس ناک صورت حال کے سلسلے میں آپ کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں۔ کمرے ناقابل بیان حد تک حد سے زیادہ بھرے ہوئے ہیں۔ صفائی ستھرائی کی خدمات نہایت غیر مستقل ہے اور یہاں رہنے والے بہت سارے افراد میرے دفتر میں یہ شکایت لے کر آتے ہیں کہ صفائی کی حالت پہلے سے کہیں زیادہ ابتر ہے''۔ (سی ڈبلیو ایم جی جلد 4، صفحہ 129)۔

اپنی خودنوشت میں گاندھی جی نے لکھا ہے کہ ''میونسپلٹی کی مجرمانہ غفلت اور ہندوستانی آبادکاروں کو نظرانداز کئے جانے نے پورے علاقے میں گندگی پھیلا رکھی ہے''۔ (آٹو بایوگرافی صفحہ 265)۔ ایک مرتبہ وہاں سیاہ طاعون پھوٹ پڑا تھا۔ خوش قسمتی سے ہندوستانی آبادکار اس وبائی مرض کے لئے ذمہ دار نہیں تھے۔ یہ جوہانس برگ کے نواح میں واقع سونے کی ایک کان سے شروع ہوا تھا۔ گاندھی جی نے اپنی پوری بساط بھر رضاکارانہ خدمت انجام دی اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر مریضوں کی تیمارداری کی۔ میونسپل ڈاکٹر اور حکام نے گاندھی جی کی اس خدمت کی بھرپور تعریف کی۔ گاندھی جی ہندوستانیوں کو ایک سبق دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے:

'' اس طرح کے ضابطے بلاشبہ وہ بہت سخت ہیں، لیکن ہمیں ان سے غصہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ہمیں ایسا عمل اختیار کرنا چاہئے کہ ان کا اعادہ نہ ہو۔۔۔ ہم میں سے ہر شخص کو صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کی اہمیت کا علم ہونا چاہئے۔ بہت زیادہ بھیڑ بھاڑ کو ہمیں ختم کرنا چاہئے۔۔۔ کیا صفائی ستھرائی اپنے آپ میں ایک انعام نہیں ہے؟ یہ وہ سبق ہے جو ہمارے اہل وطن کو حالیہ واقعات سے سیکھنا چاہئے''۔ (سی ڈبلیو ایم جی، جلد 4 صفحہ 146)۔

تاہم ہندوستانیوں کو باپو کے پہلے مشورہ کے 100 برس گذر جانے کے باوجود جنوبی افریقہ اور ہندوستان دونوں ہی جگہوں پر ہم نے ایک برادری کے طور پر طرز عمل اختیار نہیں کیا۔ ملیریا، چکن گنیا، ڈینگو اور دیگر بہت ساری بیماریاں ہیں جو گندگی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور حفظان صحت کا فقدان قومی دارالحکومت سمیت ہندوستانی شہروں کی مخصوص علامت بن چکا ہے۔ راقم الحروف ڈینگو کی وجہ سے احمد آباد سول اسپتال میں ڈاکٹروں اور نرسوں کی اموات کی انکوائری کرنے کے لئے گجرات ہائی کورٹ کی طرف سے قائم کردہ ایک کمیٹی کا رکن تھا۔ کمیٹی کو اپنی رپورٹ پیش کئے ہوئے اب دو سال گذر چکے ہیں جس میں اس نے صفائی ستھرائی کے متعلق اپنی سفارشات بھی پیش کی تھیں۔ لیکن نہ تو سول ہاسپٹل نے ہی اور نہ ہی بلدیاتی ادارہ کے ذریعہ چلائے جانے والے اسپتالوں میں ان سفارشات کو اب تک موثر طور پر نافذ کیا ہے۔ بیماری اور اموات کا سلسلہ جاری ہے۔

ہندوستانی میں صفائی ستھرائی اور گاندھی جی

گاندھی جی نے گاؤں میں صفائی ستھرائی کے سلسلے میں عوامی طور پر پہلی مرتبہ اظہار خیال مدراس (اب چنئی) میں مشنری کانفرنس میں 14 فروری 1916 کو سودیشی کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کیا تھا۔ انہوں نے کہا:

'' اگر تمام تعلیمی اداروں میں مقامی زبانوں میں ہدایات جاری کئے جائیں تو میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان کا زبردست فائدہ ہوگا۔ گاؤں میں صفائی ستھرائی وغیرہ کا سوال بہت پہلے ہی حل ہوگیا ہوتا۔'' (سی ڈبلیو ایم جی، جلد 13، صفحہ 222)

گاندھی جی چاہتے تھے کہ صفائی ستھرائی کو اسکولوں اور اعلی تعلیم کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ 20 مارچ 1916 کو گروکل کانگڑی کی سالانہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

'' حفظان صحت اور صفائی ستھرائی کے قوانین کا علم نیز بچوں کی پرورش کا فن گروکل کے طالب علموں کی تربیت کا ضرورت حصہ ہونا چاہئے۔۔۔ سینٹری انسپکٹروں نے ہمیں بتایا ہے کہ یہاں صفائی ستھرائی کی صورت حال اطمینان بخش نہیں ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ہم نے صفائی ستھرائی کے بارے میں سالانہ مہمانوں کو عملی سبق دینے کا ایک سنہرا موقع کھودیا ہے۔'' (سی ڈبلیو ایم جی، جلد 13 صفحہ 264)۔

گاندھی جی نیل کی کھیتی کرنے والے کسانوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے چمپارن میں تھے۔ انکوائری ٹیم کے رکن کے طور پر انہوں نے ایک کنفیڈینشیل نوٹ تیار کی، جس میں انہوں نے صفائی ستھرائی کی صورت حال کا بھی ذکر کیا۔ گاندھی جی چاہتے تھے کہ ان کے کارکنان برطانوی انتظامیہ کے ذریعہ تسلیم کئے جائیں تاکہ وہ کمیونٹیز میں تعلیم اور صفائی ستھرائی کا کام کرسکیں۔ انہوں نے لکھا ہے۔ ''جب وہ گاؤں میں رہیں تو گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو پڑھائیں گے اور رعیّتوں کو صفائی ستھرائی کا ابتدائی سبق دیں گے۔'' (سی ڈبلیو ایم جی جلد 13 صفحہ ,264 صفحہ 393)

1920 میں گاندھی جی نے گجرات ودیاپیٹھ قائم کی۔ یہاں کی زندگی آشرم کے طرز پر تھی، اس لئے ٹیچر، طلبہ، دیگر رضاکار اور کارکنان بالکل ابتدا سے ہی صفائی ستھرائی کا کام کیا کرتے تھے۔ رہنے کے کمروں، سڑکوں، کام کی جگہوں اور کیمپس کی صفائی کرنا روزمرہ کے معمولات میں شامل تھے۔ گاندھی جی اس سلسلے میں نوواردوں کو ماہرانہ نصیحت دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ کسی حد تک آج بھی برقرار ہے اور اس کے اچھے نتائج دکھائی دیتے ہیں۔

گاندھی جی نے ریلوں کے ذریعہ تیسرے کلاس میں ملک کے وسیع و عریض کا سفر کیا۔ وہ ہندوستانی ریلوے کے تیسرے درجہ کے کمپارٹمنٹ میں صفائی ستھرائی کی ابتر صورت حال دیکھ کر انتہائی آزردہ ہوگئے۔ انہوں نے اخبارات کو ایک خط لکھ کر ہر ایک کی توجہ اس جانب مبذول کرائی۔ 25 ستمبر 1917 کو تحریر کردہ ایک خط میں وہ لکھتے ہیں:

'' مسافر گاڑیوں کے رک جانے سے جو پریشانی ہوتی ہے اس کا سب کو احساس ہے لیکن گندگی کی وجہ سے صحت اور اخلاقیات کو جو نقصان ہو رہا ہے اس کے بارے میں کوئی نہیں سوچتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تھرڈ کلاس میں سفر کرنیوالا مسافر بھی زندگی کی کم ترین ضروریات کا حقدار ہے۔ تھرڈ کلاس کے مسافروں کو نظرانداز کر کے صفائی ستھرائی اور مہذب زندگی گذارنے کے سبق ہزاروں لوگوں کو دینے کا موقع ہم نے کھودیا ہے'' (سی ڈبلیو ایم جی جلد 13 صفحہ 264 صفحہ 550)

گاندھی جی نے مذہبی مقامات میں بھی گندگی کی

صورت حال پر توجہ مبذول کرائی۔ 3 نومبر 1917 کو گجرات پالیٹکل کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''یہاں سے بہت زیادہ دور نہیں مذہبی مقام ڈاکور ہے۔میں وہاں گیا تھا۔ وہاں بے پناہ گندگی ہے۔ میں خودکو ویشنو کا بھگت سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں دعوی کرتا ہوں کہ مجھے ڈاکور جی کی صورت حال پر نکتہ چینی کرنے کا خصوصی حق حاصل ہے۔اس مقام پر گندگی اس قدر ہے کہ جو شخص حفظان صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زندگی گذارتا ہو وہ وہاں مشکل سے ہی 24 گھنٹے گذار پائے گا۔زائرین تالاب کو آلودہ کردیتے ہیں اور راستوں میں گندگی کردیتے ہیں''۔(سی ڈبلیوایم جی جلد 14 صفحہ 57)

اسی طرح ینگ انڈیا کے ایک شمارہ میں 3-2-1927 کو گاندھی جی نے ایک اور مذہبی اور مقدس مقام بہار میں گیا میں گندگی کی صورت حال کے بارے میں لکھاہے اور اشارہ کیاہے کہ ان کے ہندو روح نے پورے گیا میں پھیلی ہوئی بدبو کے خلاف بغاوت کردی۔

ہندوستانی ریلوے میں گندگی کی وہی حالت آج بھی برقرار ہے۔ورکر کمپارٹمنٹ کی صفائی کرنے اور ٹوائلٹ کو دھونے کا کام کرتے ہیں لیکن ہم ہندوستانی مسافروں میں اب تک صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کا کوئی احساس پیدا نہیں ہوا ہے۔ٹوائلٹ کا غلط استعمال ہر جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔حتی کہ ریلوے کے ایرکنڈیشنڈ کمپارٹمنٹ میں بھی تعلیم یافتہ افراد اپنے بچوں کو ٹوائلٹ پاٹ کے باہر رفع حاجت کرنے سے منع نہیں کرتے۔گندگی سب سے عام بات ہے۔ میں نے 2013 میں ڈاکور کا دورہ کیا تھا اور پچھلے دس برسوں کے دوران ہندوستان کے کئی مقدس مقامات کی بھی زیارت کی ہے۔صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کے بارے میں ذرہ برابر بھی احساس رکھنے والا کوئی بھی شخص گواہی دے سکتا ہے کہ گاندھی جی نے 1917 میں ڈاکور میں جو کہا تھا وہ آج بھی لفظ بہ لفظ قائم ہے۔

عوامی مقامات پر صفائی ستھرائی کے متعلق گاندھی جی نے توجہ مبذول کرائی۔

29 دسمبر 1919 کو امرت سر کانگریس میں اپنی تقریر میں گاندھی جی نے سی ایف اینڈریوس کا حوالہ دیا۔ ان کے مطابق یوروپی یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ ہندوستانیوں کو صفائی ستھرائی اور حفظان صحت سے کوئی رغبت نہیں ہے اس لئے انہیں کوئی بات سمجھانا ممکن نہیں ہے۔

کانگریس کے تقریباً تمام بڑے اجلاس میں گاندھی جی نے اپنی تقریروں میں صفائی ستھرائی کے مسئلے کا ذکر ضرور کیا۔اپریل 1924 میں دوہاد (اب داہود) میں کانگریس کے اراکین کو انہوں بہتر صفائی ستھرائی کے انتظامات کے لئے مبارک باد دی اور مشورہ دیا کہ وہ اچھوت برادری کے محلوں میں جائیں اور انہیں صفائی ستھرائی کی اہمیت سے آگاہ کریں۔انہوں نے 1925 میں کانپور کانگریس میں صفائی ستھرائی کے شاندار انتظامات کی بھی تعریف کی۔

گاندھی جی سمجھتے تھے کہ قصبوں اور شہروں میں میونسپلٹی کا سب سے اہم کام صفائی ستھرائی کرنا ہے۔ انہوں نے کانگریس کے کارکنوں کو کاونسلر بننے کے بعد بہترین صفائی کارکن بننے کا مشورہ دیا۔گاندھی جی گندگی کو برائی سمجھتے تھے۔25 اگست 1925 کو کلکتہ (اب کولکاتہ) میں اپنی ایک تقریر میں انہوں نے کہا :

" انہیں (کارکنوں کو) گاوں میں ایک سنت کی طرح نہیں جانا چاہئے،انہیں اپنے ہاتھوں میں جھاڑو لے کر بردباری کے ساتھ جانا چاہئے ۔گندگی، غربت اور بیکاری، برائی کی تثلیث ہیں۔جن کا آپ کو مقابلہ کرنا ہے اور آپ کو ان کا مقابلہ جھاڑو، کونین اور ارنڈی کے تیل سے کرنا ہے'' (سی ڈبلیوایم جی جلد 28 صفحہ 109)

ینگ انڈیا کے 19-11-1925 کے شمارہ میں گاندھی جی نے ہندوستان میں صفائی ستھرائی کی صورت حال کا خلاصہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

''ہندوستان بھر کے دورے کے دوران میرے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ چیز ملک میں ہر جگہ پھیلی ہوئی گندگی رہی''۔(سی ڈبلیوایم جی جلد 28 صفحہ 461)

تعمیراتی مزدوروں کے لئے صفائی ستھرائی کی تعلیم اور تعلیم میں صفائی ستھرائی

سینکڑوں افراد گاندھی جی کو خط لکھا کرتے تھے اور آشرم میں مکین کے طور پر رہنے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے۔آشرم میں رہنے کے لئے گاندھی جی کی پہلی شرط ہوتی تھی کہ صفائی ستھرائی کے کاموں میں ہاتھ بٹانا ہوگا اور رفع حاجت کو سائنسی انداز میں ٹھکانے لگانا ہوگا۔گاندھی جی چاہتے تھے کہ ہم صفائی ستھرائی کی سائنس مغرب سے سیکھیں اور اسے نافذ کریں۔بیلگام میں 21 دسمبر 1924 کو ایک عوامی استقبالیہ کے جواب میں اپنی تقریر میں انہوں نے کہا:

''ہم مغرب جو ایک چیز سیکھ سکتے ہیں اور سیکھنا چاہئے وہ ہے میونسپل صفائی ستھرائی کی سائنس... مغرب کے لوگوں نے کارپوریٹ صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کی ایک سائنس وضع کرلی ہے جسے ہمیں بھی سیکھنا چاہئے ... پینے کے پانی کے سلسلے میں ہماری مجرمانہ غفلت فوری علاج کی متقاضی ہے'' (سی ڈبلیوایم جی جلد 25 صفحہ 461)

پروونشیل کانگریس کمیٹی کے لئے مثالی ضابطہ کے مسودہ میں انہوں نے پنچایت کے رول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

'' ہر ایسی پنچایت گاوں میں رہنے والے ہر ایک بچہ،مرد اور عورت کے لئے ابتدائی تعلیم، ہر گھر میں چرخہ شروع کرانے، حفظان صحت اور صفائی ستھرائی کا نظم کرنے کی ذمہ دار ہوگی'' (سی ڈبلیوایم جی، جلد 19 صفحہ 217)۔

انہوں نے صفائی ستھرائی کی تعلیم کے سلسلے میں واضح موقف اختیار کیا۔1933 میں ہی انہوں نے لکھا تھا " پڑھائی کا مطلب صرف تین R کی تعلیم دینا نہیں ہے۔اس کا مطلب ہریجن انسانوں کیلئے بہت کچھ ہے۔آداب واطوار کی تعلیم اور صفائی ستھرائی تین R کے ناگزیر عناصر ہیں'' (سی ڈبلیوایم جی جلد 56 صفحہ 91)۔

1935 میں انہوں نے ایک بار پھر صفائی ستھرائی کی تعلیم پر زور دیتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو خواندہ بنانے کے لئے تین R کے بارے میں بہت زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔انہوں نے ہریجن کے ایک شمارہ میں لکھا کہ تین R حفظان صحت اور صفائی ستھرائی کی مضبوط بنیادوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔(سی ڈبلیو ایم جی جلد 60 صفحہ 120)۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ ہم نے اب اسے ترک کردیا ہے۔اب ہمارے تعلیمی اداروں میں صفائی کرنے والے اور جھاڑو دینے والے ہیں۔''حقوق'' کے تئیں بہت زیادہ حساس کارکن سمجھتے ہیں کہ صفائی ستھرائی کی عملی تعلیم دینا بھی بچہ مزدوری کے زمرہ میں آتا ہے۔اب بھی

دیر نہیں ہوئی ہے۔نئی تعلیم کو ہر اس جگہ دوبارہ شروع کرنا چاہئے جہاں عملی تعلیم دی جاتی ہے۔

گاندھی جی،صفائی ستھرائی اور میلہ ڈھونے والے

گاندھی جی چھوا چھوت کے خلاف تھے۔معصوم بچہ موہن کے دل میں اپنی ماں کے لئے محبت اور احترام میں کوئی کمی نہیں تھی لیکن اس کم عمری میں بھی جب ان کی والدہ نے انہیں میلہ اٹھانے والے لوگوں کو چھونے سے منع کیا تو انہوں نے اس پر احتجاج کیا۔ان کا یہ ٹھوس یقین تھا کہ صفائی ستھرائی اور حفظان صحت ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔وہ میلہ ڈھونے اور صفائی ستھرائی کرنے والوں کے طبقہ کو ختم کرنا چاہتے تھے کیوں کہ ان لوگوں کو یہ کام اس لئے کرنا پڑتا تھا کیوں کہ ایک ذات کے طور پر وہ صدیوں سے اس کام کو انجام دینے کے لئے مجبور کردئے گئے تھے۔انہیں اصل گاوں سے دور رہنا پڑتا تھا اور ان کے محلے گندگیوں کی آماجگاہ تھے۔محرومی،غربت اور تعلیم کے فقدان کی وجہ سے وہ گھٹیا زندگی گذارنے کیلئے مجبور تھے۔گاندھی جی چاہتے تھے کہ ان کی حالت میں سدھار ہو اور وہ بھی اصل دھارے میں شامل ہوں۔انہوں نے پورے ہندوستان کے تمام افراد بشمول طلبہ کو مدد کرنے کی اپیل کی۔

گاندھی جی نے ہندوستانی سماج میں میلہ ڈھونے والوں کے لئے غیر انسانی کام کرائے جانے پر نہایت سخت تبصرہ کیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے:

''ہریجنوں میں غریب میلہ ڈھونے والے یا بھنگی اس فہرست میں سب سے آخر میں دکھائی دیتے ہیں، حالانکہ وہ اس سماج کے سب سے اہم اور ناگزیر فرد ہیں۔یہ سماج کے لئے اتنے ہی ناگزیر ہیں جتنا ایک بچے کے لیے اس کی ماں۔ایک بھنگی سماج کی صفائی ستھرائی کا کام اسی طرح کرتا ہے جس طرح ایک ماں اپنے بچے کا کرتی ہے۔(سی ڈبلیو ایم جی جلد 54 صفحہ 109)۔

صفائی ستھرائی: موجودہ صورت حال

افسوس کی بات ہے کہ گاندھی جی کی اپیل اور میلہ ڈھونے والوں کی نجات کے لئے کام کرنے کے 75 برس گذر جانے کے باوجود وہ آج بھی برقرار ہیں۔1993 کے قانون سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور اس لئے میلہ ڈھونے کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے ایک نیا قانون 2013 میں لایا گیا۔لیکن ریاستوں نے اسے نافذ کرنے کے لئے اب تک ضابطے تیار نہیں کئے ہیں۔گجرات حکومت کو ان کی موجودگی تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔

ملینیم ڈیولپمنٹ گول (ایم ڈی جی) پائیدار ڈیولپمنٹ گول (ایس ڈی جی) میں تبدیل ہو جائیں گے اور ہندوستان میں محفوظ صفائی ستھرائی تک رسائی مایوس کن رہے گی۔ ورلڈس واٹر آف پیفک انسٹی ٹیوٹ نے ہندوستانی میں محفوظ صفائی ستھرائی تک آبادی کی رسائی کے حوالے سے جو اعداد وشمار بتائے ہیں ان کے مطابق 1970 میں صرف 19 فیصد گھروں میں محفوظ صفائی ستھرائی کا نظم تھا (ان میں شہروں میں 85 فیصد اور گاوں میں 5 فیصد)۔2008 میں یہ صورت حال اجمالی طور پر 30 فیصد تھی۔اس میں شہروں کے لئے 52 فیصد اور گاوں کے لئے 20 فیصد۔ شہروں میں بنیادی شہری انفرااسٹرکچر کی فراہمی میں سنگین کمی رہی جس کا مطلب یہ ہے کہ نقل مکانی کرنے والے افراد ان تک جلد رسائی حاصل نہیں کرپائے۔2012 میں ہمارے ملک میں تقریباً 626 ملین افراد یعنی لگ بھگ 50 فیصد کھلے میدان میں رفع حاجت کرتے تھے (یونیسف،ڈبلیو ایچ او)۔

صفائی ستھرائی صرف ٹوائلٹ کا نام نہیں ہے۔

ہندوستان نے 2012 تک تمام گاوں میں صفائی ستھرائی کو پہونچانے کا وعدہ کیا تھا لیکن ابھی اس منزل سے کافی دور ہے۔1981 میں ہندوستان کی صرف ایک فیصد آبادی کو مجموعی صفائی ستھرائی پروگرام (ٹی ایس سی) کے تحت لایا جاسکا تھا۔1991 میں بڑھ کر یہ تعداد گیارہ فیصد ہوگئی جب کہ 2011 میں اس کے تحت پچاس فیصد گاوں کا احاطہ کرلئے جانے کا دعوی کیا گیا ہے۔ٹی سی ایس میں انفرادی گھروں میں ٹوائلٹ کی تعمیر، تمام دیہی اسکولوں میں ٹوائلٹ کا انتظام اور سولڈ ویسٹ مینجمنٹ۔ لیکن صد فیصد احاطہ ابھی دور کا خواب ہے۔

صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کی قبولیت اور توسیع میں ثقافتی عناصر بھی سد راہ ہیں۔اس ضمن میں دو نکات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پہلا یہ کہ پرہیز گاری اور ہمدردی کو صفائی ستھرائی اور پاک وصاف سے زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے۔یہ ہندوستان کے بیشتر مذہبی مقامات سے واضح ہے۔ہر کوئی یہ دیکھ سکتا ہے کہ مندروں اور مندروں والے قصبوں اور گاوں میں کتنی گندگی رہتی ہے۔ہر طرف کوڑا کچرا، کھلے میں رفع حاجت اور آلودگی کے سبب بیشتر مقامات پر پینے کا پانی آلودہ ہوجانا عام بات ہے۔ذات پات سے متعلق احساسات اب بھی بالخصوص گاوں اور چھوٹے قصبات میں پائے جاتے ہیں۔شہروں میں ایسا کم ہے۔آلودگی کو سماجی طور پر مسلسل قبول کرنے کے رجحان نے صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کو نظر انداز کردیا ہے۔

دوسرا نقطہ مائکرو آرگینزم مثلاً بیکٹیریا اور وائرس کی موجودگی کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں ہے۔آبادی کا بڑا حصہ حتی کہ وہ بھی جو اسکول گئے ہیں اور جنہوں نے بنیادی سائنس کی کتابیں پڑھی ہیں، بیکٹیریا کے ذریعہ آلودگی کے تصور کو دل سے قبول نہیں کرتے ہیں۔کافی پڑھے لکھے شہری طبقات میں بھی پینے کے پانی کو استعمال کرنے کا طریقہ اب بھی غلط اور نقصان دہ ہے۔شہری علاقوں میں آر او اور واٹر پیوریفائر سسٹم فیشن کی صورت اختیار کرنے سے قبل تک،خوشحال لوگوں کے یہاں بھی، مٹکے ہوا کرتے تھے، جہاں کفگیر کسی آلودگی کے بغیر پانی نکالنے کا سب سے مناسب ذریعہ ہوا کرتا تھا۔لیکن اب یہ کسی گھر میں نظر نہیں آتا اور اگر کہیں دکھائی بھی دیتا ہے تو دیوار پر ٹنگے ہوئے شو پیش کی طرح۔

ہندوستان میں صفائی ستھرائی کی صورت حال مایوس کن ہے۔ہم نے ایک پھر گاندھی جی کو ناکام بنادیا۔گاندھی جی سماجیات کو سمجھتے تھے اور صفائی ستھرائی کو وقار بخشنے کی کوشش کی اور صفائی کرنے والے روایتی مزدوروں کو، جو ایسا کرنے کیلئے مجبور کردئے گئے تھے، وقار بخشا۔آزادی کے بعد ہم نے مہم کو اسکیموں میں بدل دیا، اسکیم نشانوں، ڈھانچوں اور تعداد تک محدود ہوکر رہ گئے۔ہم نے 'تنتر' یعنی طبعی انفرااسٹرکچر اور سسٹم کو قائم کرنے پر پوری توجہ مرکوز کردی اور 'تنو' یعنی عوام کے اندر اقدار کے نفوذ کو بھلا کردیا۔ہمیں صفائی ستھرائی کے بنیادی ڈھانچوں کی ضرورت تو ہے لیکن ہمیں صفائی ستھرائی کے بنیادی عنصر ''ارگیہ'' پر بھی توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔اسے تعلیم کے ذریعہ شامل کیا جاسکتا ہے۔گاندھی جی نے صفائی ستھرائی کی تعلیم پر زور دیا تھا۔ہندوستان میں بیشتر لوگوں کو 'ٹوائلٹ ٹریننگ' اور صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کی تعلیم کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

باربراہیرس وائٹ

ہندوستان کی غیر رسمی معیشت کا کردار

ہندوستان اپنی غیر رسمی معیشت کے سائز اور اہمیت کے لحاظ سے دنیا میں شاید منفرد ہے۔ اگرچہ ماہرین تعلیم نے اس نظریے کی بہت زیادہ تنقید کی ہے، تاہم غیر رسمی ہونے کا تعلق غیر اندراج شدہ سرگرمی کی اہم حقیقت سے ہے۔ اس بات کو لوگ بخوبی سمجھتے ہیں اور اس طرح یہ منصوبہ سازوں کی توجہ کے سلسلے میں کافی نظریاتی کشش کی حامل ہے۔ اس مضمون میں حالیہ تحقیق کی بصیرتوں کا استعمال کرکے میں پالیسی اور منصوبہ بندی کے لئے اس کے کردار اور ان کے مضمرات کا احاطہ کروں گا۔

ہندوستان کی غیر رسمی معیشت کا

مضمون نگار آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسکول آف انٹرڈسپلینر ی اسٹڈیز میں سینئر ریسرچ فیلو، ڈیولپمنٹ اسٹڈیز کے ایمیریٹس پروفیسر ہیں۔

ڈھانچہ اور تعلقات

پہلا، غیر رسمی معیشت (آئی ای) عارضی نہیں ہے۔ یہ نظریہ 1970 کے دہے میں (مغرب اور مشرقی افریقہ کے حالات کے لئے) اس وقت وضع کیا گیا تھا جب یہ توقع کی گئی تھی کہ غیر اندراج شدہ سرگرمی جلد ہی صنعت کاری (زراعت کے عمل سمیت) ہر شہر کاری اور بینک کاری کے رسمی، قومی تعمیر کے عمل میں ضم کردی جائے گی۔ ترقیاتی دہوں کے گذرنے کے ساتھ یہ بات واضح ہوگئی کہ آئی ای بہت سی معیشتوں کے ڈھانچے میں مضبوط کے ساتھ پرودی گئی تھی، جن میں رسمی اندراج شدہ سرگرمی نے نہ صرف ضمنی ٹھیکوں کے ذریعے آئی ای کا براہ راست طور سے غلط فائدہ اٹھایا تھا بلکہ اس کی تیار کردہ سستی مصنوعات اور خدمات سے فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ بعد میں غیر رسمی (غیر اندراج شدہ) اجرتی محنت کے ہر جگہ موجود ہونے کی صنعت کی وجہ سے ایسے نظریے کی حد میں اضافہ ہوا ہے، حالاں کہ اس کی تنقید بھی کی جارہی تھی۔ یہ معلوم کرنے کے مقصد سے تحقیق میں کیوں نشانہ شدہ مستفیدین دیگر مستفیدین کی بجائے اکثر متاثرہ ہیں، خود پالیسی سازی اور عمل درآمد کے ذریعہ کو غیر رسمی ہونا وسیع طور سے سمجھا گیا ہے۔ انتخابات کے سلسلے میں رقم فراہم کرنے کے بارے میں تحقیق سے بھی پتہ چلا ہے کہ آئی ای اور کالی معیشت ہندوستان کی نمائندہ سیاست کی ناگزیر بنیاد ہیں۔

دوسرا، ہندوستان کی آئی ای حاشیائی معیشت کا ایک چھوٹا جزو نہیں ہے۔ جیسا کہ دیگر برکس اور ای یو میں ہے۔ یہ امتیازی طور سے سرایت کن ہے۔ اندازاً 92.5 فی صد ذرائع معاشی اندراج شدہ نہیں ہیں جن سے ملک کی دو تہائی تک جی ڈی پی حاصل ہورہی ہے اور پیچھے ہٹنے کی کوئی علامتیں نہیں دکھا رہے ہیں۔ اعداد وشمار کا اندازہ لگانے کے عمل کو جس کے ذریعے یہ اعداد وشمار تیار کئے گئے ہیں، اعداد وشمار جمع کرنے پر توجہ اور معیار کے سلسلے میں مالی دباؤ سے خطرہ ہے، حالاں کہ چھوٹے پیمانے کے سروے اور معاملے کے مواد (کم وبیش من مانی طور سے چنا گیا) کے نتائج کے بہتر بنا کر، اندازہ لگانے کا متبادل طریقہ علمیاتی عدم تسلسل قائم کرتا ہے۔ یہ ان زمروں اور نظریات کا استعمال کرکے جنہیں ہمیشہ قومی حسابات کے ساتھ ملایا نہیں جاسکتا ہے، معلوم کرنے کے دو مختلف طریقے ہیں۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاتا ہے کہ آئی ای نہ صرف دیرپا طور سے سرایت کن ہے بلکہ اس سے ترقی بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ بے روزگاروں میں اضافے کے عمل کی تلافی کرنے والے تمام روزگار فراہم کررہی ہے، لہٰذا آزادی کے بعد کی منصوبہ بندی کے باوجود یہ ہندوستان کے خاص مقابلہ جاتی فائدے میں خود عیاں ہے۔

تیسرا آئی ای محض غریبی کی آماجگاہ نہیں ہے، حالاں کہ تمام غریبی اور بقول آئی ایل او، تمام نامناسب کام

(یعنی کام پر حقوق، منظّم ہونے کے حقوق یا سماجی تحفظ حاصل کرنے کے حقوق کے بغیر کام) آئی ای میں ہیں۔ بیشتر حصے کے لئے غریبی پر کارکنوں کو بہبود فراہم کرنے اور ان کے کنبوں پر کارکنوں کے بجائے شہریوں کے طور پر غور کیا گیا ہے۔ آئی ای میں دولت پیدا بھی کی جاتی ہے اور جمع بھی کی جاتی ہے۔ آئی ای میں وسیع اقتصادی تعلقات جو دولت کو غریبی سے جوڑتے ہیں اور جن کی وجہ سے غریبی پیدا ہوتی ہے، بہت زیادہ صاف طور سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

چوتھا، آئی ای غیر منظّم ہے۔ اگرچہ اعداد وشمار کی اور سرکاری دستاویزات میں اس کو یہی نام دیا جاتا ہے، یہ اس بات پر عمل نہیں کرتی ہے کہ آئی ای غیر منظّم ہے۔ پیداواری حالات بہتر بنانے کے لئے یہ فی الواقع کتنی منظّم ہے، اس بات کی کافی اہمیت ہے۔ غیر رسمی مارکیٹس مملکتی طور سے منضبط نہیں ہیں۔ لیکن سماجی طور سے منضبط ہیں۔ ہزاروں ایوان تجارت اور لاکھوں کاروباری انجمنیں اپرنٹس شپس، روزگار میں داخلے اور کام کرنے کی جگہوں تک رسائی پر ایک سماجی جماعتی کنٹرول رکھتی ہیں۔ وہ غیر رسمی طور سے صلاحیتوں اور ہنر کی تصدیق کرتی ہیں۔ وہ ٹھیکوں کے سلسلے میں تنازعات کو نمٹاتی ہیں، قیمتوں کے تعین کے سلسلے میں اثر انداز ہوتی ہیں اور حاصل کردہ مارکیٹوں (خاص طور سے مزدوروں کے لئے مارکیٹس) میں شرائط طے کرتی ہیں۔ وہ اجتماعی بیمے کا انتظام کرتی ہیں۔ مملکت کی طرف سے خطرات سے ان کا دفاع کرتی ہیں۔ کرایوں کا تعین کرتی ہیں اور مملکتی عہدیداروں کے ساتھ ان کی ساجھے داری کرتی ہیں۔ جنہیں وہ منظور کرتی ہیں، ان کے لئے ازسرنو تقسیمی وسائل اکٹھا کرتی ہیں۔ تکنالوجی اور مانگ کے نام نہاد نرم، ادارے مثلاً صنف، نسل، مذہب، جگہ، زبان اور ذات (اگرچہ ذات کا معاملہ پیشے کے ایک ڈھانچے کے طور پر غیر مساوی طور سے کمزور ہوتا جارہا ہے، تاہم بہت سے مقامی سنگم ذات سے متعلق انجمنوں میں تاریخی جڑوں کے حامل ہیں) سرمایہ دارانہ معیشت کے ساتھ موافق ثابت ہوئے ہیں، گو ترقی کے نظریہ ساز اس بات کا اعتراف کرنے کی طرف مائل رہے ہیں۔ درحقیقت معاشی موقع، داخلے اور عمل کے نرم نہیں بلکہ سخت ضابطہ کار بننے کے لئے ان کی ازسرنو کام بندی کی جارہی ہے۔ وہ سرمایے اور مزدوروں دونوں کے تلون کو محدود کرتی ہیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اقتصادی ترقی کے سلسلے میں سہولت بہم پہنچاتی ہیں۔ اس کا ڈھانچہ تیار کرتی ہیں اور اسے مستحکم بناتی ہیں۔

پانچواں، آئی ای چھوٹے اقتصادی اداروں تک محدود نہیں ہے، حالاں کہ یہ زبردست طور سے پھیلے ہوئے ہیں۔ اندازاً 95 فی صد کمپنیاں پانچ اجرتی کارکنوں کے مقابلے میں چند کارکنوں کو ہی روزگار دیتی ہیں، اوسط 1990 میں تقریباً 2.9 سے کم ہوکر 2005 میں 2.4 ہوگیا۔ نرم کاری کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی کمپنیوں کا ایک سیلاب سا آگیا ہے۔ چھوٹا سائز سماجی تحفظ کے لئے اہلیت کی کمی اور جراحت پذیری کی وجہ سے لیبر قوانین کے تحت، اس طرح کی کمپنیوں کی مالکوں کی توضیح مزدوروں کے طور پر کی جاتی ہے۔ اس طرح استحصال کرنے والے آجرین کو ویسے ہی رسمی حقوق کے لئے اہل بنادیا جاتا ہے، جو حقوق ان کے ملازمین کو حاصل ہیں۔ کمپنیوں کے ان 95 فی صد مالکوں میں سے وسیع اکثریت تھوک اور پرچون کاروبار میں ہے، جو خود روزگار شدہ چھوٹی چھوٹی اشیا کے تیار کنندہ (پی سی پی) ہیں۔ پی سی پی ہندوستان کی رسمی اور غیر رسمی پوری معیشت میں روزی روٹی کی سب سے زیادہ عام شکل ہے۔ یہ چھوٹی ہے، لیکن پیچیدہ ہے۔ اس نے آزاد خود مختار اقتصادی سرگرمی اور منحصر چھپی ہوئی اجرتی محنت کے درمیان تعلقات اور شکلوں کی گوناگونی کا پتہ لگایا ہے۔ چوں کہ چھوٹی یونٹ چھوٹے سرمایے اور محنت کو مادی شکل میں ظاہر کرتے ہیں، اس لئے ان کی پیداواری منطقیں گوناگوں ہیں۔ وہ روزی روٹی کے نشانے پورے کرسکتے ہیں، یا منافع کی بجائے زیادہ پیداوار کرسکتے ہیں۔ وہ مارکیٹ کی شرحوں پر کنبے کی محنت کی قدر و قیمت نہیں لگاتے ہیں۔ وہ سرمایے پر مبنی بڑے پیمانے کی تکنالوجی کم کرسکتے ہیں۔ لیکن جو کچھ بھی ان کی منطق ہو، انہیں قبل از وقت سرمایہ دار نہیں سمجھا جانا چاہئے۔ انہیں مارکیٹ کی معیشت کے حلقوں میں زبردست طور سے شامل کیا جاتا ہے اور وہ واپس نہیں آسکتے ہیں۔ ایک چیز جو وہ شاذونادر کرتے ہیں، وہ سرمایے میں اضافہ کرنا ہے (یعنی منافع کمانا اور بڑھتے ہوئے پیمانے میں پیداواری طور سے اس کی ازسرنو سرمایہ کاری کرنا)۔ آئی ای چھوٹی زائد رقموں، قرضوں وغیرہ کا استعمال کرتی ہے تاکہ ضرب کے ذریعہ توسیع کرسکے نہ کہ افزائش زر کے ذریعے۔ یہ کارپوریشن کی بجائے جدید ہندوستان کے اصول سرمایہ داری کی سب سے زیادہ امتیازی خصوصیت ہے۔

لیکن آئی ای کو صرف ان چھوٹے اقتصادی اداروں میں ہی نہیں تلاش کیا جاتا ہے۔ غیر رسمی ہونے کو بھی مملکت سمیت بڑے اداروں میں سختی سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ پھر سے ثبوت غیر یکساں ہے۔ کارپوریٹ شعبے کے 40 تا 80 فی صد کارکنوں کے بارے میں تخمینہ لگایا گیا ہے کہ وہ غیر اندراج شدہ ہیں۔ ان میں سے بہت کم کارکنان متحد ہیں (حالاں کہ یہ صورت حال تیزی سے تبدیل ہورہی ہے) اور ان میں سے زیادہ تر کارکنان یا تو کام پر حقوق کے حامل ہونے کے بارے میں مکمل طور سے بے خبر ہیں یا اگر وہ ان کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں تو وہ آجر کی انتقامی کارروائیوں سے خوف زدہ ہیں۔

کوئلے کے شعبے کے بارے میں حالیہ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ اندراج شدہ اور قانونی سرگرمی کے ساتھ بقائے باہم ہونا محض غیر قانونی/غیر رسمی کوئلہ سلسلہ والوں کی ایک منظّم جماعت نہیں ہے بلکہ نجی استحصالی اور نجی تحفظاتی طاقتوں کے ذریعے پورا کردہ، دربانوں، دلالوں اور غیر اندراج شدہ ضمنی ٹھیکے داروں کی وسیع تعداد کے ساتھ متعلقہ ریاستی کارپوریشنوں کی اجرت شدہ ورک فورس کی ایک سرایت کن اتفاقی شکل بھی ہے۔ یہ رسمی صورت حال کے اندر ایک غیر رسمی صورت حال کے وجود کی ایک اچھی مثال ہے جسے منصوبہ بندی کی دستاویزات میں نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

ہندوستان کی آئی ای نگرانی میں کام کرتی ہے لیکن ابھرتے ہوئے شعبے کے ساتھ ذرائع ابلاغ کی دلکشی کے باوجود زیادہ تر ہندوستانی معیشت غیر رسمی رہتی ہے۔ کیا یہ ایسی رہے گی یا پالیسی اور منصوبہ بندی اسے مملکتی ضابطے کے دائرے میں شامل کرسکتی ہے۔ اب ہم ان سوالات کی جانب رخ کرتے ہیں۔

پالیسی اور منصوبہ بندی کے لئے کچھ مضرات اور سوالات

کیا ہندوستانی مملکت کے پاس آئی ای کی چھوٹی کمپنیوں کے لئے ایک اقتصادی پروجیکٹ ہے؟ ۔ اس بات پر کافی بحث ومباحثہ ہوتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پاس نہیں ہے، جیسا کہ زبردستی کرنے کے وسیع طریقے اور بے روزگاروں میں اضافہ کے حقائق یا اس حقیق کی وجہ سے دیکھنے میں آیا ہے کہ چھوٹی پیداوار کو تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو غیر رسمی معیشت کو ایک غیر سرمایہ دار کے طور پر دیکھتے ہیں، یہ کہہ سکتے ہیں کہ مملکت کے پاس ایک پروجیکٹ ہے لیکن زرعی انقلاب اور زرعی آبادی نیز شمولیت پر مبنی ترقی اور مخصوص کردہ صنعتوں کے طلبا کہتے ہیں کہ ترقی پروجیکٹوں کی کثرت ہے جو ہمیشہ کامیاب نہیں رہتی ہے۔ ایک چوتھا نظریہ یہ ہے کہ ہندوستانی مملکت بے ربط پروجیکٹوں کی حامل ہے جو ایک ساتھ چھوٹی پیداوار کرنے والی چھوٹی غیر رسمی کمپنیوں کی بربادی، تحفظ، فروغ اور رواداری پر مشتمل ہیں۔ مثلاً اس کے اندر آئی ای اور پی سی پی کو شہر کو خوبصورت بنانے کے منصوبوں کے تحت تباہ کردیا جاتا ہے یا ہٹا دیا جاتا ہے، سماجی تبادلوں کے ذریعے ان کا تحفظ کیا جاتا ہے، چھوٹے قرضوں کے ذریعے انہیں فروغ دیا جاتا ہے، نیز میونسپل مارکیٹ جگہوں کے ذریعے انہیں برداشت کیا جاتا ہے۔ گو مملکتی پالیسیوں کی بے ربطگی سے قصداً منصوبہ بند کئے جانے کی کوئی علامتیں نظر نہیں آتی ہیں، آئی ای کو ختم کرنا یا اس کی مدد کرنا اب بہت مشکل ہوگا۔

دوسرا، اکیسویں صدی میں اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ آئی ای میں پالیسی پر عمل درآمد اور مملکتی ضابطے میں اضافہ ہورہا ہے۔ زرعی منڈیوں (ضابطہ بندی) سے متعلق قوانین کے ساتھ کسانوں اور تاجروں کے درمیان لین دین کی بڑھتی ہوئی بجا آوری اس موقع پر ملاحظہ کیجئے جب کارپوریٹ قدر وقیمت کے سلسلوں کی ضروریات کے لئے غیر متعلق کے طور پر ان ضابطوں کی تنقید کی جارہی ہے لیکن اس بجا آوری کے بارے میں نکتہ یہ ہے کہ بہت زیادہ منتخبہ ہے۔ ایک مخصوص کمپنی کو اب لائسنس دیا جائے گا اور مقامی اتھارٹی کے پاس اس کا اندراج کیا جائے گا لیکن یہ آزادانہ طور سے محنت اور ماحولیات سے متعلق قوانین کی توضیح کرے گی، بے ضابطگی سے اور بے دلی سے کاروباری اور میونسپل ٹیکس ادا کرے گی نیز مملکت سے بے خوف ہوکر غیر قانونی ساز وسامان (مثلاً کوئلہ) استعمال کرسکتی ہے۔

تیسرا، اس پالیسی کو منتخب کرنے کا ایک عام طریقہ ہے۔ یہ بات کافی عرصے سے مسلمہ ہے کہ ہندوستان کے اعلی سرمایہ دار طبقے نے اس کو منضبط کرنے کے سلسلے میں مملکت کی کوششوں کی مزاحمت کی ہے جب کہ خود مملکتی ترغیبات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ آئی ای کے بارے میں مساوی چالو نتیجہ یہ ہے کہ اس عام کئے جانے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ مملکت کا سپلائی کردہ ہارڈ اور سافٹ بنیادی ڈھانچہ سماجی طور سے ضابطہ بند معیشت کی پیداوار اور ازسرنو پیداوار کے لئے ایک ناگزیر مدد اور ترغیب ہے جیسا کہ سماجی تحفظ کا نظام ہے جس سے بقا کے لئے ورک فورس کے نشانہ شدہ حصوں کو مدد ملتی ہے۔ لیکن ان منتخبہ پالیسی شعبوں میں بھی غیر قانونی کرادہ کی مارکیٹیں ابھرتی ہیں (جو اکثر نجی مفادات کو نظم وضبط کی پابندی نہ کرنے اور ٹیکس کی چوری کرنے دے رہی ہیں) نیز مملکت پر نجی رستے اور پہچان کے تعلقات کے بارے میں اعتراضاف کی بوچھار ہورہی ہے۔ غیر رسمی اقتصادی نظام چلانے والی متوازی غیر حقیقی مملکت رسمی مملکت اور اس کے برعکس قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ مخلوط نتیجہ معیشت کو چلاتا ہے لیکن پبلک عمل کے جواز کو کم کردیتا ہے۔

سرایت کن ادارہ جاتی کمیوں کے باوجود جو عدم تعمیل کی سرایت کن ثقافتوں کا نتیجہ ہوتی ہیں، پبلک عمل کے جواز کا کم ہونا مملکتی صلاحیت کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے۔ جب یہ ایسا کرنا چاہتی ہے تو ہندوستانی مملکت اولوالعزم ضابطہ جاتی، ترقیاتی اور جمہوری مقاصد حاصل کرتی ہے۔ ناقابل گریز نتیجہ یہ ہے کہ مملکت ضابطہ جاتی تعمیل کو نافذ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی ہے لیکن قصداً چھوٹے سرمایہ کو ضابطہ جاتی قانون کی تضحیک کرنے نیز مملکتی اتھارٹی کی حیثیت موثر طور سے کم کرنے دیتی ہے نیز یہ کہ خود مملکت اپنی بیشتر ضابطہ جاتی، ازسرنو تقسیمی اور ترقیاتی سرگرمیوں میں اسی طرح کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

چوتھا، پالیسی عمل مملکت کے اندر اتنے زیادہ غیر رسمی کردیئے جاتے ہیں کہ پالیسی نتائج ان مقاصد سے اتنے دور ہوجاتے ہیں جنہیں حاصل کرنا بظاہر پالیسیوں کا مقصد ہوتا ہے۔ خود پالیسی پیشہ عمل درآمد کی سیاست کو نظر انداز کرنے کے سلسلے میں اس واحد ثبوت کو صحیح کے طور پر تسلیم نہیں کرتے ہیں جو معاملے کے مطالعے کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ بنگلور میں زمینی استعمال کی خلاف ورزیوں کے اس طرح کے ایک مطالعے سے دیسی حکمرانی کے نظریے کو فروغ ملتا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نجی مفادات والے اتحاد کس طرح مملکت کو اپنے قبضے میں کرلیتے ہیں۔ غریبی کے خاتمے کی پالیسی نیز مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر میں متاثرین کے طور پر مستفیدین کی مہمل باتوں کے بارے میں ایک دوسرا مطالعہ نہ صرف غیر رسمی ہونے کے نظریہ سے ماورا ہوجاتا ہے بلکہ افسر شاہی سیاست میں حکمت عملانہ اور جوڑ توڑ کے نظریے کو فروغ دے کر پالیسی ڈیزائن اور عمل درآمد کے دہرے پن سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔ یہاں نجی معاشی مفادات کا تحفظ بہت سے مقاصد میں سے ایک مقصد کے طور پر افشا کیا جاتا ہے، یعنی کام پر مملکتی قبضے کے علاوہ بھی تعلقات ہیں۔ ان میں اس طرح کی چیزیں شامل ہیں، جیسے رسمی ہدایات کو نظر انداز کرنا، رسمی ہدایت یا رسمی مزاحمت کی عدم موجودگی میں غیر رسمی طریقے، نظام کی خرابی کے

لئے رویہ روزگار کو آسان یا محض قابل عمل بنانے والا رویہ اور غیر رسمی حکمت عملانہ یا جوڑ توڑ کے طریقوں کا آخری رسمی جواز۔

ہریانہ میں زراعت اور فصل کی کٹائی کے بعد سپلائی کے سلسلوں کے معاملے میں ایک تیسرے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ زمین سے متعلق تعلقات اب بھی ذات پات پر مبنی ہیں نیز زمین سے متعلق ریاستی قوانین کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ضابطہ بند مارکیٹوں سے متعلق قانون پر بعض اوقات عمل درآمد کیا جاتا ہے نیز اسے جرمانے کے بغیر نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ زرعی پروسیسنگ میں زائد سروس فیس (رشوتیں) کثیر لائسنس دینے' آلودگی پر قابو پانے کی خلاف ورزی کرنے نیز کوالٹی کے معیارات کے سلسلے میں قانونی حیلے کو نظر انداز کرنے کے لئے ضابطہ کاروں کے ذریعے جبراً وصولی کی جاتی ہیں۔ایک دھوکے والی عدم تعمیلی معیشت کی مد مملکت کے اندر غیر قانونی نجی مارکیٹیں اور روزی روٹی قائم کرکے کی جاتی ہیں۔ ٹرانسپورٹ سے متعلق ایجنٹوں نے تو یہاں تک کردیا ہے کہ رشوت لینے کے لئے ایک واحد جگہ مقرر کرلی ہے جب کہ پیشگی ادائیگی والے کارڈوں کا ایک نظام یہ رشوتیں دینے اور ان کا حساب کتاب رکھنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔غیر قانونی زیادہ لدان سے ہونے والی آمدنی میں معاشی' سیاسی اور ثقافتی طاقت کے تعلق سے مالکوں' بکنگ ایجنٹوں' کمیشن ایجنٹوں' غیر رسمی بینکروں' عہدیداروں' سیاست دانوں اور مقامی لیڈروں کا حصہ ہوتا ہے۔ایک بار پھر مملکت کے مفادات غیر قانونی مارکیٹیں قائم کرتے ہیں اور پھر ان سے انہیں نجی طور سے فائدہ ہوتا ہے۔جب کہ رسمی مملکتی پالیسی کی بیرونی حدوں کو مسخ کردہ کیا گیا ہے۔اس تحقیق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ فی الواقع ایک سیاسی موقع ہیں۔ یہ پتہ لگانے کے لئے اس طرح کے مزید کام کی ضرورت ہے کہ یا یہ دیگر سینکٹروں اور علاقوں میں بہت مختلف ہے کیوں کہ یہ معاملہ کہ اس طرح کی سیاست کتنی عام ہے' وہ معاملہ ہے جس کا دھیان منصوبہ سازوں اور پالیسی سازوں کو رکھنا چاہئے۔ یہ لگتا ہے کہ ضابطہ جاتی سیاست اکثر دگنے قبضے کے عمل میں کرایے کا استعمال کرتی ہے۔ ضابطہ جاتی آزادی پر مملکت قبضہ کرلیتی ہے اور مملکت پر مقامی سرمایہ قبضہ کرلیتا ہے۔

شہری اور علاقائی منصوبہ بندی کے لئے پالیسی میں پالیسی سازوں نے شدید انحراف کا سامنا کیا ہے۔مقصد اور عمل نے دو ردعمل ظاہر کئے ہیں: ایک طرف لچک دار ضابطہ' دوسری طرح کہیں زیادہ مفصل تصریح۔لیکن ضابطہ جاتی محاذ پر ایک متبادل نظام عائد کرنے کے سلسلے میں غیر رسمی معیشت کے کسی بھی نظریے کو کامیابی نہیں ملی ہے۔

پالیسی پر عمل درآمد کرنے' نفاذ کی عدم موجودگی نیز مملکت تک ثالثی کردہ' روکی گئی اور قبضہ کردہ رسائی کے ان تمام مسخ کرنے والے تعلقات کی جڑیں اب کافی گہری ہوگئی ہیں۔ ہندوستانی مملکت مختلف پیمانوں پر مفادات' اداروں' تنظیموں اور طریقوں کا ایک غیر مکمل مجموعہ ہے جس کے ذریعہ پوری مملکتی پالیسی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ مستقبل کی کسی بھی مملکتی پالیسی کو پالیسی کی اثر پذیری کی ان پیشگی شرائط کی موجودگی کو تسلیم کرنا ہوگا' اس کے سلسلے میں گفت وشنید کرنی ہوگی اور اس سے کام لینا ہوگا۔

رسمی ہونا

آئی ای کو رسمی بنانے کا معاملہ رسمی املاک کا حق دینے کی خواہش کے بارے میں سوٹو کے خیال تک باقاعدگی سے کم کردیا جاتا ہے لیکن رسمی ہونے کا عمل خود غیر رسمی کیا جارہا ہے۔مشترکہ طور سے رکھی گئی املاک کے غیر واضح ہونے کے باوجود حق ملکیت دیا جارہا ہے۔ سرکاری شعبے کے کام (منریگا سمیت) کے لئے الیکٹرانک ادائیگیوں کی غیر یکساں توسیع کے ساتھ ساتھ آدھار شہریت کے اصول کے ذریعہ منتخبہ طور پر کام کرنے کے تعلقات کو رسمی بنارہے ہیں۔ چھوٹا مالیہ بھی اندراج پر مشتمل ہوتا ہے لیکن خود روزگار کے لئے چھوٹے مالیے کی کامیابی کو ذات اور صنف کے امتیاز سے بہت زیادہ خطرہ ہے۔ (کثیر) بینک کھاتوں تک رسائی کے لئے اندراج شدہ برابر برابر کی ضمانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن کثیر قرضے سماجی طور سے ضابطہ بند قرض کی وسیع ویبس میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ این ایایف ٹی مارکیٹوں کے جغرافیائی دائرے کی توسیع کرتی ہے اور امتیازی قرض کو ہٹادیتی ہے لیکن اس میں اب بھی زبانی معاہدوں کے لئے رتبوں کو اجازت دیتی ہے۔ضمنی قومی راجدھانی کے ایک نئے پیمانے سے برانچوں اور فرینچائیزز کے ساتھ جن کا اندراج کیا جائے گا' لاکھوں چھوٹے کنبے کی کمپنیاں ہٹ جائیں گی۔ان مثالوں میں مشترکہ بات یہ ہے کہ مملکت کی بجائے مارکیٹ اس ناقص عمل کو چلا رہی ہے۔

جہاں تک مملکت کا تعلق ہے' یہ بات شدید طور سے سمجھوتہ کردہ ہوگئی ہے' خاص طور سے مقامی سطحوں پر ریاست مالیے کی دائمی موسمی قلتوں کا سامنا کرتی ہے کیوں کہ بنیادی ڈھانچے کا اہتمام ناکافی ہوتا ہے۔ یہ چیز مالی عدم تعمیل کے لئے ترغیبات کو دوام بخشتی ہے جس کے نتیجہ میں سرکاری خدمات کی غیر رسمی نجی کاری کو ترغیب ملتی ہے۔ نتائج سماجی طور سے مختلف ہیں۔ ہندوستان کے ایسے علاقے اور سیکٹر ہیں جہاں مقامی معیشت کے ڈھانچے کو محض غیر رسمی نہیں بنایا جاتا ہے بلکہ مجرمانہ بھی بنایا جاتا ہے' جہاں غیر قانونی اور قانونی اشیا مجرمانہ تنظیموں کے ذریعہ تیار' فروخت اور محفوظ بھی کی جاتی ہیں۔ اگر یہ معاملہ اسی طرح کی سرگرمی' پارٹی کے سیاسی رقم کی فراہمی اور مجرمانہ سیاسی شرکت کے درمیان بخوبی قائم تعلق کا نہیں ہوتا تو پالیسی اصلاحات کے لئے بحث و مباحثہ کرنا آسان ہوتا۔لیکن انتخابات کے لئے مملکتی رقم کی فراہمی کے سلسلے میں شدید سیاسی مخالفت کے پیش نظر غیر رسمی اور کالی معیشتوں پر غور کرنے کے سلسلے میں مملکت کی صلاحیت کو بہتر بنانا مشکل ہے۔

نئی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ آئی ای تبدیلی کے لئے مزاحم نہیں ہے لیکن ہندوستان کی اختراع کی تمام قسموں کی مقابلتاً زیادہ شرح اضافہ کا موثر اظہار ہے۔

اقتصادی اور منصوبہ بندی کے کام سے وابستہ لوگوں کو اس زبردست چیلنج کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

پرواکر ساہو

جن دھن یوجنا اور مالی شمولیت

پی ایم جے ڈی وائی میں کافی گونانونیت ہے۔ اس میں بینک کھاتہ، بیمہ اور ڈیبٹ کارڈ کی سہولیات وغیرہ شامل ہیں، اس لئے شاید موجودہ بنیادی ڈھانچہ، خاص طور سے ہندوستان کے اندرونی علاقوں میں اے ٹی ایم کی کم دستیابی، اس کے لئے پوری طرح سے مددگار ثابت نہ ہوسکے۔ یہ اسکیم ڈیبٹ کارڈ کوریج بڑھانے پر بھی زور دیتی ہے جو کہ دیہی علاقوں میں اے ٹی ایم کوریج کو بہتر بنانے میں بھی مددگار ہوگی۔

مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اکنامک گروتھ، دہلی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔

ہندوستان میں مالی شمولیت کی صورت حال کسی اعتبار سے بھی اطمینان بخش نہیں رہی ہے۔ 2012 میں 15 سال سے اوپر کی عمر کے 35 فی صد افراد کے باقاعدہ کسی مالی ادارے میں بینک کھاتے تھے، پوری دنیا میں ترقی پذیر ممالک میں یہ اوسط 41 فی صد ہے (عالمی بینک 2012)۔ مالی شمولیت سے متعلق ریزرو بینک آف انڈیا کی مہم کی وجہ سے بینک کھاتوں کی تعداد 2011-13 کے دوران تقریباً 100 ملین بڑھ گئی ہے۔ آج 229 ملین بنیادی کھاتے ہیں۔ مالی اداروں تک رسائی بتدریج بہتر ہوئی ہے لیکن ہزاروں گاؤں میں اب بھی بینک کی شاخیں نہیں ہیں۔ تمام تجارتی بینکوں کا 10 فی صد سے بھی کم قرض دیہی علاقوں کو ملتا ہے جب کہ یہاں 70 فی صد آبادی رہتی ہے۔ اس لئے مالی شمولیت کے پروگرام کی سخت ضرورت ہے۔

پردھان منتری جن دھن یوجنا (پی ایم جے ڈی ای) 28 اگست 2014 کو شروع کی گئی۔ پی ایم جے ڈی اے کے تحت ایک سال میں 15 اگست 2015 تک 7.5 کروڑ خاندانوں کے لئے کھاتے کھولنے کا نشانہ ہے۔ اسکیم کے شروع ہونے کے پہلے ہی دن تقریباً دو کروڑ کھاتے کھولے گئے۔ بالآخر اس کا نشانہ سب ہی اہل ہندوستانی کو بینک نظام میں شامل کرنا ہے۔ پہلے مرحلے میں تمام گھروں کو بنیادی کھاتہ دستیاب کرایا جائے گا، مالیات سے متعلق معلومات مائیکرو سطح تک پہنچائی جائے گی اور نقدی کی راست فراہمی کے لئے طریقہ کار وضع کئے جائے گا۔ دوسرے مرحلے میں مالی خدمات ان کھاتہ داروں کو فراہم کی جائیں گی اور انہیں مائیکرو انشورنس اور پنشن دستیاب کرائی جائے گی۔ چوں کہ تمام علاقوں میں بینکوں کی شاخیں کھولنا ایک مشکل کام ہے، اس لئے اس منصوبے پر عمل درآمد کے لئے بڑے پیمانے پر افراد تعینات کئے جائیں گے جو بینک اور ان علاقوں کے درمیان ایک کڑی کا کام کریں گے۔ ہندوستان میں مالی رسائی نہ صرف ترقی یافتہ ممالک سے بلکہ ترقی پذیر ممالک سے بھی کم ہے۔ اس لئے مالی شمولیت کے قدم کی پذیرائی ہوئی ہے اور اس کی کافی تعریف کی گئی ہے۔ خاکہ۔1 ملاحظہ کریں۔

دراصل وسیع پیمانے پر مالی رسائی اور باضابطہ قرض کا وجود معاشی ترقی اور انٹرپریز سے متعلق سرگرمیوں کا ایک اہم محرک تصور کیا جاتا ہے۔ یہ از خود تفویض اختیارات کا ایک عمل ہے۔

مالی شمولیت کی اہمیت

مالی شمولیت یا مالی خدمات کی فراہمی اور مالی اداروں کی رسائی کا ترقی اور روزگا پر مثبت اثر پڑتا ہے۔ ان مثبت نتائج کا سبب لین دین پر آنے والے کم اخراجات اور پوری معیشت میں سرمایہ اور خطرات کی بہتر تقسیم ہے۔ جیسا کہ JAHAN اور MCDONALD (2011) نے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مالی رسائی کا تعلق کم آمدنی والے گروپ کی آمدنی میں اضافے سے ہے اور اس کے ذریعہ مکمل غریبی میں کمی ہوتی

ہے۔مزید برآں مالی شمولیت سے عدم مساوات میں بھی کمی ہوتی ہے کیوں کہ اس سے غریبوں کو باضابطہ مالی اداروں سے قرض حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

اس طرح کی کافی تحریریں اور شواہد موجود ہیں جس سے اشارہ ملتا ہے کہ مالی خدمات تک رسائی سے خود کے روزگار کی سرگرمیوں' گھریلو صرف اور کم آمدنی والے گروپوں کی مجموعی بہبود پر مثبت اثر پڑتا ہے(Bauchet et al.2011)۔بنرجی اور ڈفلو(2013) کا بھی ماننا ہے کہ غریبی کے خلاف لڑائی میں مائیکرو فائنانس ایک اہم ہتھیار ہے۔

ترقی پذیر ممالک (جیسے ہندوستان) کی غیر روایتی معیشت میں غریب خاندان اپنی مالی سرگرمیاں (جیسے بچت اور قرض غیر روایتی طریقے سے ہی انجام دیتے ہیں۔غیر روایتی طریقے جیسے خاندان و دوست احباب' باری باری سے بچت کی اسکیم' ساہوکار' رقم اٹھانا' غیر کارگر اور غیر بھروسہ مند ہیں اور یہ مہنگے ثابت ہوسکتے ہیں۔پی ایم جے ڈی وائی میں جس طرح کی مالی رسائی کا وعدہ کیا گیا ہے' اس سے یقیناً زیادہ بچت میں مدد ملے گی' جنوبی ایشیا کے ترقی پذیر ممالک اور ہندوستان میں مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ بینک شاخوں کی دستیابی کا گھریلو بچت پر خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔(اگروال ایٹ ال 2011 ساہو اور داس 2013)

ہندوستان میں معاشی اصلاحات کا اہم عنصر مالی سیکٹر کی اصلاح رہا ہے۔باضابطہ مالی اداروں کا قیام جو کہ محفوظ' قابل اعتبار اور متبادل طریقہ پیش کرتے ہیں' بچت کے لئے بنیاد فراہم کرتا ہے۔بچت کے لئے ایک فرد کو محفوظ اور قابل اعتبار مالی اداروں جیسے بینک تک رسائی' مناسب مالی وسائل اور مالی ترغیبات کی ضرورت ہوتی ہے۔ترقی پذیر ممالک جیسے ہندوستان میں اور وہ بھی دیہی علاقوں میں سبھی کو ہمیشہ اس طرح کی رسائی حاصل نہیں ہوتی ہے۔اس طرح کی بچت سے غریبوں کی نقدی کا بندوبست کرنے' اپنی ضروریات کے مطابق رقم کا استعمال کرنے اور زیر کار سرمایہ جمع کرنے میں مدد ملتی ہے۔جن غریب گھرانوں کی باضابطہ بچت نظام تک رسائی نہیں ہوتی ہے' وہ بہت جلد خرچ کرنے پر مائل ہوجاتے ہیں۔

پی ایم جے ڈی وائی میں اوور ڈرافٹ یا قرض کی سہولت فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔اس سے غریبی کی قرض تک رسائی میں اضافہ ہوگا اور بالآخر ان کی بہبود پر مثبت اثر پڑے گا۔ان میں فیصلہ سازی اور معاشی سرگرمیاں جاری رکھنے کے تئیں اعتماد پیدا ہوگا۔مزید برآں غریب کھاتہ داروں کے لئے ایک لاکھ روپے کے بیمہ سے خطرات کو کم کرنے اور صدمے سے ابھرنے میں مدد ملے گی۔

غریبوں کو ہر وقت لاحق خطرات اور کسی باہری مصیبت پر قابو پانے کے لئے وسائل کی کمی کی وجہ سے غریبوں کو خط افلاس سے اوپر اٹھنے میں کافی مشکلات پیش آتی ہیں۔ان دیہی علاقوں میں جہاں بینک نہیں ہیں' بینک شاخیں کھولنے سے ہندوستان کی سبھی ریاستوں میں دیہی غریبی کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔(پانڈے 2005 اور برجیس)۔ان معاشی فوائد کے ساتھ ساتھ پی ایم جے ڈی وائی کے توسط سے لوگوں کو باضابطہ بینکنگ نظام کے تحت لانے سے حکومت کو لین دین پر آنے والے کم اخراجات کے ساتھ بیشتر لوگوں تک خدمات پہنچانے میں مدد ملے گی۔مالی شمولیت سے سماجی تحفظ کے لئے حکومت کی ادائیگی کو کارگر بنانے اور اس پر موثر طریقے سے عمل درآمد میں مدد مل سکتی ہے۔

اسکیم کے امکانات اور بینک نظام کا بنیادی ڈھانچہ

پی ایم جے ڈی وائی بنیادی طور پر ایک بینک کھاتہ کھولنے سے متعلق اسکیم ہے لیکن اس کی دیگر اہم خصوصیات ہیں جن میں یوم آزادی 2015 سے قبل کھاتہ کھولنے والوں کے لئے ایک روپے کا ڈیبٹ کارڈ حادثے کے لے ایک لاکھ روپے کی بیمہ پالیسی اور 30000 روپے کی لائف انشورنس پالیسی شامل ہے۔

کھاتوں کی نگرانی کی جائے گی اور اوور ڈرافٹ کی سہولت فراہم کی جائے گی۔پی ایم جے ڈی آئی کے تحت نشانہ حاصل کرنا مشکل ہوسکتا ہے کیوں کہ کھاتہ کھولنے میں وقت درکار ہے۔ایک اندازے کے مطابق ایک بینک اکاؤنٹ کھونے میں 20 منٹ لگتے ہیں کیوں کہ چھوٹی شاخوں پر تین سے چار ملازم کام کرتے ہیں اور دیہی علاقوں میں تکنیکی مدد بھی کم ملتی ہے اور جہاں ابھی تک بینک نہیں تھے' وہاں کام کرنے میں زیادہ وقت بھی لگتا ہے۔کام کاج کے ایک دن کے دوران ایک دیہی شاخ میں صرف 24 کھاتے کھولنا ممکن ہے۔کچھ سال قبل آر بی آئی نے کہا تھا کہ ملک میں مالی شمولیت کو فروغ دینے کے لئے بنیادی بینک کھاتے کھولے جانے چاہئیں۔تقریباً 100 ملین کھاتے کھولے گئے لیکن اس میں تین سال سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا۔پردھان منتری جن دھن

خاکہ 1.1. 2011 تک باضابطہ مالی اداروں میں 15 سال سے اوپر کے افراد کے بینک کھاتوں کا فی صد

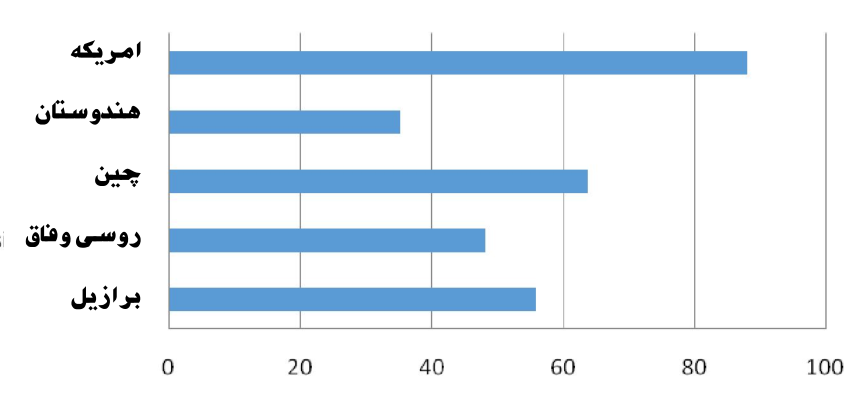

ماخذ: عالمی بینک 2012

یوجنا کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

پی ایم جے ڈی وائی کے افتتاح کے پہلے ہی دن دو کروڑ کھاتے کھولے گئے۔ ان میں شہری علاقوں اور مالی شمولیت والے کھاتے بھی شامل ہیں۔ لیکن ہندوستان میں کھاتوں کی تعداد بڑھنے سے بینکوں کے بنیادی ڈھانچے پر دباؤ پڑ سکتا ہے۔

خاکہ 2 اور 3 میں ہندوستان کے بینکوں (شاخیں اور اے ٹی ایم) کے بنیادی ڈھانچوں کا مقابلہ دنیا کے دیگر ممالک سے کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں ایک لاکھ آبادی پر بینک شاخوں کی تعداد میں تھوڑا اضافہ ہوا ہے۔ لیکن برازیل، روس اور میکسیکو جیسے ممالک سے اب بھی پیچھے ہے۔

ہندوستان میں مالی عدم شمولیت اب بھی بہت زیادہ ہے۔ مجموعی آبادی کا تقریباً 42 فی صد بینکنگ کے باضابطہ نظام سے دور ہے۔ اور یہ آبادی اپنی ضرورتوں کے لئے ساہوکاروں اور اس طرح کے دیگر غیر روایتی قرضوں پر انحصار کرتی ہے۔ اس وقت 115082 بینک شاخوں کا نیٹ ورک ارو 160055 اے ٹی ایف نیٹ ورک ہے جن میں سے دیہی علاقوں میں 43962 شاخیں (38.2 فی صد) اور 23334 اے ٹی ایم (14.58 فی صد) ہیں۔ آر بی آئی نے بینکوں کو ہدایت دی تھی کہ وہ گاؤوں میں تمام شاخیں اور اے ٹی ایم کھولیں جس کے بعد دیہی بینکنگ کا یہ ڈھانچہ تیار ہوا ہے۔ مالی شمولیت کے منصوبے کو بہتر طریقے سے نافذ کرنے کے لئے بینکنگ کو موجودہ نیٹ ورک میں مزید توسیع کی ضرورت ہے۔ ڈاک خانوں کے نیٹ ورک کو بینکنگ چینل کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ریاست کے تمام اداروں تک اس کی رسائی ہے۔ پی ایم جے ڈی وائی کے تحت ڈیبٹ کارڈ جاری کرنے کا منصوبہ اس لئے اے ٹی ایم نیٹ ورک کی اہمیت بڑھ جاری ہے۔

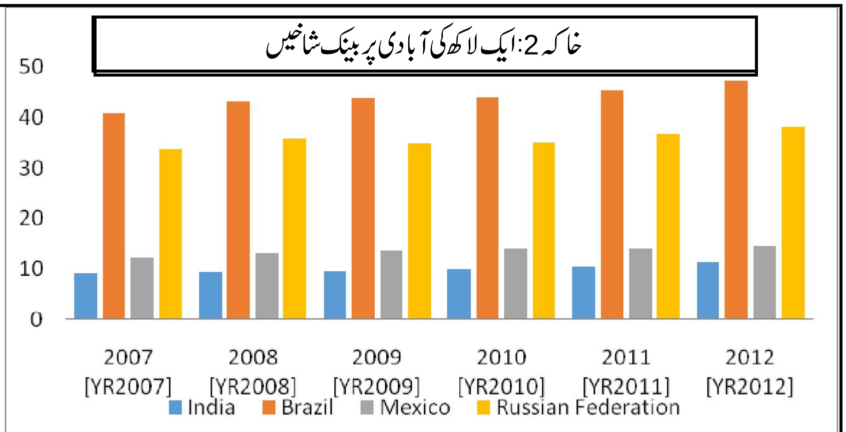

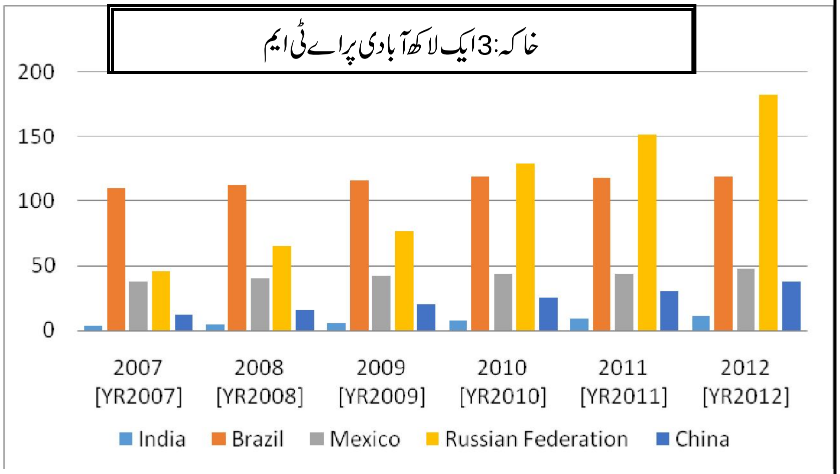

خاکہ 3 میں ہندوستان کے اے ٹی ایم کے بنیادی ڈھانچے۔ 11 فی صد لاکھ آبادی کا موازنہ دیگر ترقی پذیر ممالک: روس میں ایک لاکھ آبادی پر 182، برازیل میں 118، میکسیکو میں 47 اور چین میں 37 سے کیا گیا ہے۔ روس میں اس کی شرح 2007 میں 45 سے 2012 میں 182 ہوگئی۔ ہندوستان میں یہ تعداد تین سے 11 ہوگئی۔ لیکن ان پانچ برسوں میں ہندوستان اے ٹی ایم کی تعداد میں اضافے کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر رہا ہے۔ پی ایم جے ڈی وائی کھاتوں میں اچانک اضافہ کا یہ مطلب ہے کہ بینکنگ نظام کو گاہکوں پر مبنی موجودہ ڈیبٹ کارڈ کے ساتھ ساتھ مزید ساڑھے سات سو ڈیبٹ کارڈوں کے لئے خدمات فراہم کرنی پڑیں گی۔

اس سے بینکوں کے موجودہ بنیادی ڈھانچے پر بہت زیادہ دباؤ پڑے گا اور وہ بھی اس لئے کہ اے ٹی ایم پورے ملک میں یا دیہی علاقوں میں یکساں طور پر نہیں پھیلے ہوئے ہیں۔ مالی عدم شمولیت کے خاتمے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ پوری دنیا میں جو بہتر طریقہ رائج ہے، اسے اختیار کیا جائے۔

انشورنس ریگولیٹری اینڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (آئی آر ڈی اے) ایکٹ 1999 کے قیام کے بعد سے ہندوستان میں بیمہ بازار 1999 میں چھ قومی کمپنیوں سے بڑھ کر 51 پرائیویٹ لائف اور غیر لائف انشورنس کمپنیوں تک پھیل گیا ہے۔ یہ کمپنیاں سماج کے ایک بڑے طبقے کی ضروریات پوری کر رہی ہیں۔ 12-2011 میں بیمہ صنعت کے شیئر کا سرمایہ 32328 کروڑ تھا، لائف انشورنس زمرے کا شیئر 77 فی صد (25000 کروڑ روپے ہے)۔ غیر لائف انشورنس زمرے میں لائف انشورنس زمرے کے مقابلے تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔

12-2011 کے دوران ہندوستان میں لائف انشورنس پریمیم میں 8.5 فی صد کی کمی آئی (لیکن عالمی سطح پر یہ 2.7 فی صد تھی)، غیر لائف انشورنس میں 13.5 فی

صد کی نمو درج کی گئی (لیکن عالمی سطح پر یہ 1.8 فی صد تھی) ۔ 2011 میں ہندوستان کی تمام ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں بیداری' رسائی اور انشورنس مصنوعات کے تجربہ کا پتہ لگانے کے لئے بیمہ بیداری مہم شروع کی گئی اور رفتہ رفتہ بیمہ کی خدمات چھوٹے قصبوں اور پسماندہ اضلاع تک پہنچائی گئی۔ اس لئے اگر پی ایم جے ڈی وائی موثر طریقے سے نافذ کی جاتی ہے تو انشورکوریج کی وجہ سے غریب لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ یہ اختراعی بیمہ مصنوعات' تقسیم کے بہتر نیٹ ورک' خطرات کے بہتر بندوبست اور وسیع تر سرمایہ کاری کا تقاضا کرتا ہے۔

گاہکوں کا بیس قائم رکھنے اور بڑھتے ہوئے آئی آر ڈی کے اندازے کے مطابق بیمہ کمپنیوں کو 61200 کروڑ روپے کی ضرورت ہوگی' یہ ہندوستانی سرمایہ منڈی کے لئے کافی زیادہ مقدار ہے۔ اگرچہ پرائیویٹ اور غیر ملکی کمپنیوں کی شراکت نے بیمہ سیکٹر کی رسائی کو بہتر بنایا ہے۔ (26 فی صد حد) لیکن اب بھی لائف اور غیر لائف انشورنس دونوں کا فی صد کم یعنی 4.1 فی صد ہے۔ ہندوستان کو دنیا بھر میں غیر انشورنش کے لئے 52ویں نمبر پر رکھا گیا ہے' 12-2011 میں اس کی رسائی 0.7 فی صد تھی (عالمی سطح پر 2.8 فی صد) تاہم لائف انشورنس کی رسائی 3.4 فی صد ہے (لیکن یہ عالمی سطح پر 2.8 فی صد' برطانیہ میں 12.5 فی صد' جاپان میں 10.5 فی صد' کوریا میں 10.3 فی صد اور امریکہ میں 9.2 فی صد ہے)۔

دیگر اشارہ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ بیمہ سیکٹر ابھی کم ترقی یافتہ ہے' بیمہ کا گھنا پن ہے (فی کس پریمیم): ہندوستان میں فی کس پریمیم لائف انشورنس کے لئے 49 ڈالر غیر لائف انشورنس کے لئے 10 ڈالر' لیکن چین میں بالترتیب 99 اور 64 ڈالر ہے۔ اس طرح سے پی ایم جے ڈی وائی کے تحت بنیادی کھاتہ داروں کو جو واقعی غریب ہیں۔ انشورنش فراہم کرنے کا حکومت کا منصوبہ ایک بڑا اقدم ہے۔ تاہم اس کی کامیابی کا انحصار بینکنگ اور مالی بنیادی ڈھانچے میں بہتر اور منصوبے کے بہتر نفاذ پر ہے۔

دیگر جگہوں پر مالی شمولیت

شمولیاتی بینکنگ کو دنیا کے بہت سے ترقی پذیر ممالک میں ایک اہم ترقیاتی پروگرام کے طور پر شناخت حاصل ہے اور مالی شمولیت کے کچھ خاص معاملے اعلی سطح تک اختراع کو ظاہر کرتے ہیں۔ بہت سے ممالک میں فزیکل بنیادی ڈھانچے کے قیام سے متعلق مسائل سے نمٹنے کے لئے کورسپونڈنٹ بینکنگ ماڈل متعارف کرائے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر برازیل نے بینک سہولیت سے محروم لوگوں فلاحی رقوم تقسیم کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر کورسپونڈنٹ بینک مقرر کئے ہیں۔ 2000 میں تقریباً ایک تہائی برازیل میونسپلٹیوں کے پاس بینک شاخیں تھیں جب سے کورسپونڈنس ماڈل شروع کیا گیا ہے' تقریباً 95000 کورسپونڈنٹس نے تین سال میں برازیل کی سبھی میونسپلٹیوں کو شامل کرتے ہوئے 12 ملین بینک کھاتے کھولنے میں مدد کی ہے۔ برازیل کی کامیابی نے جنوبی امریکہ کے دیگر ممالک جیسے کولمبیا' پیرو' میکسیکو اور چلی کو بھی اسی طرح کا طریقہ کار اختیار کرنے پر مائل کیا ہے۔ اس ماڈل کا خرچ منافع بھی اچھا خاصہ ہے۔ اس کے علاوہ برازیل میں شاخیں اور اے ٹی ایم نیٹ ورک ہندوستان کے مقابلے بھرپور ہیں۔

تکنیک کا استعمال شمولیاتی بینکنگ کی ایک دیگر اہم خصوصیت ہے۔ خاص طور سے افریقہ میں جہاں فزیکل ڈھانچہ کافی کمزور ہے۔ لیکن ٹیلی مواصلات کی رسائی مقابلتاً زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر کینیا میں موبائل نیٹ ورک آپریٹر سفاری کام الیکٹرانک منی ٹرانسفر سروس فراہم کراتی ہے جسے ایم۔ پیسہ کہا جاتا ہے جس کے کئی ملین یوزر ہیں جنھیں اس سے قبل بینک کی خدمات حاصل نہیں تھیں۔ جب سے یہ پروجیکٹ شروع ہوا ہے' مالی خدمات سے محروم آبادی کافی صد کچھ ہی برسوں میں چھ فی صد تک کم ہوگیا ہے۔ کینیا کی 75 فی صد آبادی کے پاس سے آج مالی خدمات کی رسائی ہے۔ افریقی براعظم کے جنوبی علاقے میں یہ سب سے زیادہ ہے۔ ''ایم۔ پیسہ'' جیسی سروس میکسیکو میں بھی ہے جہاں بینک کھاتے فلاحی رقم کے لین دین میں استعمال ہوتے ہیں۔

موبائل فون کے توسط سے نقد کی منتقلی کے کارگر ہونے سے متعلق ایک جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ نافذ کرنے والی ایجنسی کے لئے تقسیم پر خرچ اور منتقل کی گئی نقدی حاصل کرنے پر آنے والے خرچ دونوں میں کمی ہوئی ہے۔ ہندوستان کے تعلق سے اس بارے میں کافی بحث و مباحثہ ہوا ہے۔ یہ بدعنوانی' نقل اور سبسڈی کے فرضی راشن کو قابو کرنے میں مددگار ہوگا اور نتیجے کے طور پر سرکاری خزانے پر کچھ بوجھ کم ہوگا۔ میکسیکو اس ضمن میں بہترین مثال پیش کرتا ہے کہ سرکار سے فرد کو ادائیگی حقیقت میں کس طرح سے بینک سہولیات سے محروم لوگوں کو باضابطہ بینک کے دائرے میں لاسکتا ہے۔ میکسیکو میں رائج نظام سے پتہ چلتا ہے کہ موبائل ٹکنالوجی کے استعمال سے بینک شاخوں کی کمی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

پی ایم جے ڈی وائی کی کامیابی کے امکانات

صرف بینک کھاتہ کھولنا مالی شمولیت کے ہدف کو حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں ہے' پی ایم جے ڈی وائی کی فراہم کردہ سہولیات کے کئی پہلو ہیں۔ دراصل ان کھاتوں کے توسط سے فلاحی نقدی ادائیگی کی منتقلی سے ان کھاتوں کے استعمال سے ان کھاتوں کے استعمال نہ ہونے یا غیر فعال پڑے رہنے کے امکانات ختم ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب سرکاری رقم آئے گی تو فیض یاب ہونے والے افراد اسے نکالنے اور خود اپنی رقم جمع کرنے کے لئے ان کھاتوں کو استعمال کریں گے۔ اس سے بینک سہولیات سے محروم لوگوں کو ادارہ جاتی مالی نظام میں شامل کرنے میں مدد ملے گی۔ یہاں جس طرح کے نظام کا ذکر کیا گیا ہے' وہ اس طرز کا ہے جو نقدی فائے کی اسکیموں کے لئے برازیل' میکسیکو اور جنوبی امریکہ کے دیگر ترقی پذیر ممالک میں رائج ہے۔ اس سے بچولیوں کو دور رکھنے اور سبسڈی کی تقسیم میں شفافیت لانے اور

خاندانوں کو فنڈ کے آزادانہ استعمال میں مدد ملے گی۔ راست نقدی کے فوائد اور فلاحی رقم کی الیکٹرانک منتقلی کی خوبی کے بارے میں ابھی تک کافی بحث ومباحثہ ہوتا رہا ہے (ساہو 2013)۔

اسی طرح سے دیہی علاقوں میں بینکنگ کی سہولیات کے لئے ڈاک خانوں کے نیٹ ورک کا استعمال بینکنگ سہولیات سے محرومی سے نمٹنے کا ایک آسان طریقہ کار آتا ہے۔ اس کے مقابلے کے مختصر مدت میں دیہی علاقوں میں نیا مالی بنیادی ڈھانچہ کھڑا کیا جائے' وہ بھی ایسے جب یہ واضح ہوگیا ہے کہ بینک سہولیات تک رسائی صرف فزیکل رسائی تک محدود نہیں ہے۔ غریبوں کو بینکنگ نظام سے جوڑنے کا ایک اہم جزو بینک کھاتہ کھولنے کے عمل کو آسان بنانا اور متعلقہ طبقہ کو ادارہ جاتی بینکنگ وسائل کے تئیں بیدار کرنا ہے۔ یہ دونوں ہی چیزیں بینکنگ خدمات کا لازمی حصہ رہی ہیں۔ یہ دنیا کے دیگر حصوں میں بھی کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ اس کے حق میں یہ بات کی جارہی ہے کہ پی ایم جے ڈی وائی آسان موبائل بینکنگ فراہمی کے ذریعہ اپنی خدمات میں ٹکنالوجی کو مستحکم کرے گی۔ سروس کوڈ '*99#' کے استعمال کے ذریعہ گاہک اپنا اکاؤنٹ بیلنس اور منتقل کی گئی رقم کی جانکاری جی ایس ایم موبائل فون پر بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

بینکنگ کورسپونٹس کے پاس کھاتہ کھولنے اور مستحقین کے لئے نقدی کی منتقلی کی ذمہ داری ہے۔ لیکن جب تک ان پر نظر رکھنے کے لئے مناسب نظام کا بندوبست نہیں کیا جاتا' تب تک بروقت تقسیم کے تعلق سے ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ حکومت نے انہیں 5000 ماہانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن فی الحال انہیں 1500 سے 2000 ماہانہ ادا کئے جارہے ہیں۔ اس لئے یہ ان چیلنجوں میں سے ایک ہے جنہیں حکومت کو موثر طریقے سے حل کرنا ہے۔

پی ایم جے ڈی وائی میں کافی گونا گونیت ہے۔ اس میں بینک کھاتہ' بیمہ اور ڈیبٹ کارڈ کی سہولیات وغیرہ شامل ہیں' اس لئے شاید موجودہ بنیادی ڈھانچہ' خاص طور سے ہندوستان کے اندرونی علاقوں میں اے ٹی ایم کی کم دستیابی' اس کے لئے پوری طرح سے مددگار ثابت نہ ہوسکے۔ یہ اسکیم ڈیبٹ کارڈ کوریج بڑھانے پر بھی زور دیتی ہے جو کہ دیہی علاقوں میں اے ٹی ایم کوریج کو بہتر بنانے میں بھی مددگار ہوگی۔ دیہی علاقوں میں ہندوستان کی 70 فی صد سے زیادہ آبادی رہتی ہے اور وہاں ملک کے مجموعی اے ٹی ایم کا 15 فی صد سے بھی کم ہے۔ اگرچہ بینک شاخوں کا کوریج زیادہ ہے۔ مالی نظام میں مزید لوگوں کے آنے سے اس کا سپلائی کا پہلو مزید مضبوط ہوگا۔ توسیع شدہ مالی ڈھانچے کو افرادی قوت کی ضرورت ہوگی جس کی کمی ہے اور سپلائی کی سطح پر یہ ایک اور اہم کمی ہے۔ پی ایم جے ڈی وائی کے تحت بینکوں سے اپنی موجودہ دیہی شاخوں میں روزانہ 200 کھاتے کھولنے کو کہا گیا ہے لیکن وہ اس سے کترا رہے ہیں کیوں کہ ان بینکوں کا موجودہ بنیادی ڈھانچہ اضافی بوجھ نہیں اٹھا سکتا' اس لئے بینکوں کی رسائی بتدریج بڑھانی چاہئے اور بینکنگ ڈھانچے کی صلاحیت کے ساتھ گاہکوں کو بہتر خدمات فراہم کی جاسکے اور یہ نظام کسی بھی وقت دباؤ محسوس نہ کرے۔

ماحصل

مجموعی طور پر پی ایم جے ڈی وائی مالی شمولیت کی سمت میں ایک بڑا قدم ہے۔ بینک خدمات سے محروم لوگوں کو بنیادی بینک کھاتوں کے ساتھ انشورنس کوریج ڈیبٹ کارڈ کی سہولت وغیرہ دینے سے غریب خاندانوں کی فلاح' معاشی سرگرمی اور استحکام میں مدد ملے گی اور ہنگامی حالت سے نمٹنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ اگر یہ اسکیم ان چیلنجوں کا سامنا کرسکتی ہے تو اس سے بینکنگ ڈھانچے (بینک شاخ' ای ٹی ایم' اچھے اور معتبر بینک کورسپونڈنٹس) کو بہتر بنانے اور موثر حتمی شمولیت کے لئے مجموعی نگرانی میں بھی مدد ملے گی۔

☆☆☆

دنیا کی تجارت میں ہند کی حصہ داری میں اضافہ

☆ 2013-14 کا سال کئی اعتبار سے پوری طرح چیلنجوں اور مواقع کا سال رہا۔ یوروزون بحران اور عالمی مندی کے اثرات سمیت کئی بین الاقوامی واقعات نے ہماری معیشت اور برآمدات پر بڑا اثر ڈالا حالاں کہ عالمی ماحول اب بھی ایک چیلنج بنا ہوا ہے لیکن ہندوستان میں پالیسی ایکشن کو پھر سے درست کیا گیا ہے جس سے کہ بیرونی جھٹکوں کے منفی اثرات سے بہتر طریقے سے نمٹا جاسکے۔ شرح نمو کی رفتار میں اضافہ اور برآمدات میں مقابلہ آرائی میں تیزی آئی ہے جبکہ حکومت کو تجارت میں زیادہ اعتماد حاصل ہے۔ 2013-14 سال کے دوران برآمدات کی کل قدر 465.90 ارب امریکی ڈالر رہی جس میں تجارتی اشیاء کی برآمدات 314.40 ارب ڈالر اور خدمات کے سیکٹر میں برآمدات 151.5 ارب ڈالر اور خدمات کے سیکٹر میں برآمدات کا نشانہ 500 ارب امریکی ڈالر ہے جس میں تجارتی اشیا کے لئے 340 ارب ڈالر اور خدمات کی برآمدات کے لئے 160 ارب ڈالر کا نشانہ رکھا گیا ہے اور موجودہ درجہ بندی کے مطابق دنیا میں تجارتی اشیاء میں ہندوستان 19 واں سب سے بڑا برآمدکار ملک ہے دنیا کی تجارت میں ہندوستان کی حصہ داری میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ یہ 2008 میں 1.77 فیصد تھی جو 2013ء میں بڑھ کر 2.27 فیصد ہوگئی۔ ہندوستان کا ہدف 2018-19ء میں اس نشانہ کو 3.5 فیصد تک لے جانا ہے۔

☆☆☆

ڈاکٹر بی وی بھوسلے

ہندوستان میں غیر رسمی شعبہ

کام اور روزی روٹی کے مسائل

ہندوستان کی معیشت عالمی ورک فورس کے مقابلے میں سائز اور جہتوں کے لحاظ سے ایک مختلف ورک فورس کی حامل ہے۔ رسمی اور غیر رسمی دونوں شعبے ہندوستانی معیشت کی ترقی وفروغ میں تعاون کرتے ہیں۔ گذشتہ دہوں میں مملکت نے رسمی شعبے پر غیر رسمی شعبے کے مقابلے میں زیادہ توجہ دی ہے نیز اس شعبے نے مملکت سے زیادہ فوائد حاصل کئے ہیں بلکہ غیر رسمی شعبہ کو مملکت نے بہت زیادہ نظر انداز کیا ہے۔ یہ حال کی بات ہے کہ حکومت ہند غیر رسمی شعبے میں کارکنوں کی بہبود کے لئے کوئی پالیسی لانے کے سلسلے میں کوششیں کر رہی ہے۔

غیر رسمی شعبہ ''غیر منظّم شعبہ ان افراد یا کنبوں کی ملکیت والے تمام غیر یکجا کردہ نجی اداروں اور صنعتوں پر مشتمل ہوتا ہے، جو ملکیت یا ساجھے داری کی بنیاد پر نیز دس سے کم کل کارکنوں کے ساتھ چلائی گئیں خدمات اور سامان کی تیاری اور فروخت میں مصروف کار ہیں''۔ غیر رسمی کارکنان/ ''غیر منظّم کارکنان غیر منظّم شعبے یا کنبوں میں کام کرنے والے کارکنان پر مشتمل ہوتے ہیں، جن میں سماجی تحفظ کے فوائد والے باقاعدہ کارکنان شامل نہیں ہیں''۔

بین اقوامی محنت تنظیم نے مختلف ترقی پذیر ملکوں میں روزگار کے مختلف مشن منعقد کئے تھے نیز 1972 میں کینیا میں پہلا مشن منعقد کیا تھا۔ یہ اس کی کوششیں تھیں کہ روایتی شعبہ قائم رہا نیز منفعت بخش اور کارگر کاموں اور حاشیائی سرگرمیوں کو شامل کرنے کے لئے اس کی توسیع ہوئی۔ یہ کینیا مشن تھا جس نے چھوٹے پیمانے اور غیر اندراج شدہ اقتصادی سرگرمیوں کے لئے غیر رسمی شعبے کی اصطلاح کا استعمال کیا تھا۔ یہ اصطلاح 1971 میں برطانوی ماہر اقتصادیات اور ماہر انسانیات، کیتھ ہارتھ نے وضع کی تھی جنہوں نے شہری گھانا میں اقتصادی سرگرمیوں کا مطالعہ کیا تھا۔

غیر رسمی شعبے کا مطالعہ کرنے والے سماجی سائنس دانوں میں پیدا ہوئی نئی دلچسپی کی وجہ سے سماجی شعبے کے بارے میں مطالعات میں تیزی آرہی ہے، حالاں کہ معیشت کی ترقی وفروغ کے لئے تعاون کرنے کے سلسلے میں اس شعبے کی امکانی صلاحیت کے بارے میں اسکالروں میں اختلاف ہے۔ تقریباً 92 فی صد مزدور غیر رسمی شعبے میں اور 8 فی صد مزدور رسمی شعبے میں ہیں۔ ابھی تک ہمارے پاس اس شعبے کے سائز کے بارے میں قطعی اعداد وشمار نہیں ہیں۔ حالاں کہ کچھ مطالبات میں غیر رسمی شعبے میں 94 فی صد مزدور ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ غیر رسمی شعبے کے بارے میں باقاعدہ سروے کرائے جانے کی ضرورت ہے۔ منظّم شعبے کے اندر بھی 58 فی صد ورک فورس غیر رسمی روزگار میں ہے۔ انڈین اسٹاف فیڈریشن نئی دہلی کے ذریعے ایک حالیہ مطالعے کے مطابق مرکزی حکومت کے ساتھ رسمی شعبے میں 28.8 ملین ورک میں سے 43 فی صد ورک فورس (2013) ٹھیکے پر یا اتفاقی مزدور ہیں۔ عارضی سرکاری کارکنان 12.3 ملین ہیں جن میں سے 10.5 ملین کان کنی اور تعمیرات جیسے شعبوں میں اتفاقی کارکنان ہیں جو روزگار کے رسمی ٹھیکے کے بغیر ہیں۔ یہ یقین کیا جاتا تھا کہ 1950 اور 1960 کے دہوں میں ملی جلی اقتصادی پالیسیوں سے روایتی معیشتیں متحرک جدید معیشتوں میں بدل جائیں گی۔ چھوٹے چھوٹے کام، اتفاقی روزگار، چھوٹے کاروباری لوگ رسمی معیشت میں مدغم کر لئے جائیں گے۔ لیکن 1970 کے دہے میں بڑے پیمانے پر بے روزگاری دیکھنے میں آئی تھی۔

1980 کے دہے میں بحث مباحثہ شمالی امریکہ اور یوروپ میں ترقی یافتہ سرمایہ دار معیشتوں میں ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھنے کے لئے تھا۔ پیداوار کو ازسر نو منظّم یعنی بڑے پیمانے پر پیداوار سے لچک دار تخصیص میں کیا جارہا تھا۔ سرمایہ داروں کو غیر رسمی شعبے میں پیداوار کرنے میں سہولت معلوم ہوئی تھی۔ روزگار سے متعلق تعلقات غیر رسمی ہو رہے تھے۔ معیاری روزگار غیر معیاری ہو رہا تھا، جس سے ان کارکنوں کو کچھ ہی فوائد مل رہے تھے، جنہیں سماجی تحفظ کے بغیر کام پر زیادہ خطرہ درپیش تھا، لہٰذا اس

مضمون نگار ممبئی یونیورسٹی، ممبئی میں سماجیات کے پروفیسر ہیں۔

بات کا بہت کم امکان تھا کہ غیر رسمی شعبہ غائب ہوجائے گا کیوں کہ یہ سرمایہ دار معیشت کی اہم خصوصیت تھا۔

افریقہ میں ڈھانچہ جاتی ہم آہنگی کے پروگرام یا 1970 کے دہے کے میکسیکی معجزہ کے نتیجے میں وہاں معیشت‘ تجارت میں کھلا پن آیا تھا‘ نرم کاری اور نج کاری عمل میں آئی تھی اور غیر ملکی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا تھا۔ میکسیکو میں رسمی شعبے میں روزگار کم ہونا شروع ہوگیا تھا‘ امیر اور غریب کے درمیان فرق میں اضافہ ہوگیا تھا‘ سابق سوویت یونین میں نیز وسطی اور مشرقی یوروپ میں اقتصادی منتقلی کی وجہ سے غیر رسمی معیشت کی توسیع بھی عمل میں آئی تھی۔ 1991 سے نئی اقتصادی اصلاحات کے بعد یہی بات ہندوستان کے لئے درست تھی۔ سرکاری شعبے اور نجی شعبے دونوں کی کمپنیاں کارکنوں کی تعداد کم کررہی ہیں۔ کام کی ضمنی ٹھیکہ کاری اور آؤٹ سورسنگ کی جارہی ہے جس سے بھی غیر رسمی شعبے کے روزگار میں اضافہ ہوا ہے۔

سابق حکومت کے مشترکہ کم سے کم پروگرام کے تحت غیر رسمی کارکنوں کی بہبود کے لئے کچھ اقدامات کئے گئے تھے۔ حکومت ہند نے غیر منظّم شعبے میں صنعتوں سے متعلق قومی کمیشن قائم کیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ غیر رسمی شعبے میں کارکنوں مثلاً کسانوں‘ زرعی مزدوروں اور کارکنوں کے کام اور روزی روٹی کے معیار میں اضافہ کیا جائے۔ اس کا مقصد اس شعبے میں صنعتوں کی پیداواریت میں بہتری لانا‘ روزگار کے مواقع پیدا کرنا‘ مزدوروں سے متعلق قوانین بنانا‘ مزدوروں کے حقوق قائم کرنا‘ غیر رسمی شعبے میں کارکنوں کی اتنی بڑی تعداد کے لئے سماجی تحفظ فراہم کرنا بھی تھا۔

مزدوروں کی مارکیٹ کے حصے کا جائزہ لینا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کیوں کہ ذات‘ برادری‘ صنف اور علاقے جیسے مختلف پس منظر سے آنے والے مزدوروں کے ساتھ امتیاز کیا جاتا ہے۔ غیر رسمی کام نے مردوں اور عورتوں کے لئے کام اور آمدنی کے درمیان تعلق ختم کیا ہے۔ کم سے کم اجرتیں بہت سے کارکنان کے لئے وہاں ایک خواب ہیں‘ جہاں ان آجرین کو سزا دینے کے لئے کوئی مضبوط قانون نہیں ہے‘ جو کم سے کم اجرتوں کے قانون پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ آجر حقیر کام کرانے کے

لئے الگ تھلگ کردہ طبقوں کے مزدوروں کی خدمات حاصل کرتے ہیں لیکن ہنر والے کام‘ انتظامی سطح کے کام اعلی ذاتوں کے حصے میں آتے ہیں۔ مزدوروں کی مارکیٹ میں خواتین سب سے زیادہ متاثر ہیں۔ دستیاب زیادہ تر کام روزگار کے نچلے پائیدان میں ہیں جو کم نقل و حرکت کے ساتھ کم آمدنی کے حامل ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر خواتین غیر زرعی کام میں خود روزگار شدہ ہیں جو کہ گھر پر مبنی کام ہے۔ اگرچہ عالم کاری کی وجہ سے روزگار کے نئے مواقع دستیاب ہیں‘ یہ کام آئی ٹی‘ بی پی او‘ ملبوسات کے شعبے میں ہیں لیکن یہ کام معیاری کام نہیں ہیں۔

قومی کمیشن نے غیر رسمی شعبے کے کارکنان کے کام کرنے کے حالات کو منضبط کرنے کے لئے دو بلوں کا مسودہ تیار کیا ہے۔ اگرچہ زرعی اور غیر زرعی شعبوں میں ورک فورس کے ڈھانچے کے سلسلے میں اختلافات ہیں‘ دونوں کے لئے قانون کا نفاذ مختلف ہے۔ دنیا بھر میں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں ملکوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے قابل نفاذ قانون لا کر تمام کارکنان کے لئے کام کرنے کم سے کم حالات کو یقینی بنانے کے لئے بین اقوامی برادری کے عہد کو بدل دیا ہے۔ عالم کاری کی وجہ سے اب رضاکارانہ ضابطہ ہائے اخلاق اور تیسرے فریق کے ذریعے ان کی جانچ کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ہندوستان میں غیر منظّم شعبے میں کام کرنے کے ان حالات کو منضبط کرنے کے لئے کوئی سخت قوانین نہیں ہیں۔ کچھ کام نظر نہیں آتے اور اس طرح قانون کی نظروں سے بچ جاتا ہے جس کے نتیجے میں غیر رسمی شعبے میں مزدوروں کا مزید استحصال ہوتا ہے۔ یہ بات بخوبی مسلمہ ہے کہ فیکٹریوں‘ اداروں میں منظّم شعبے کے کارکنان‘ یا منظّم شعبے میں دس یا زیادہ کارکنان کو روزگار دینے والی صنعتوں کے لئے قوانین سرگرم ہیں۔ غیر رسمی شعبے میں کام کرنے کے حالات کو منضبط کرنے کے لئے ریاستی سطح پر کچھ کوششیں کی گئی ہیں مثلاً کیرالہ زرعی کارکنان‘ قانون 1974‘ مہاراشٹر متھاڈی‘ حامل اور دیگر دستی کارکنان (روزگار اور بہبود کی ضابطہ بندی) قانون 1969۔ غیر رسمی کارکنان کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے تمل ناڈو‘ مدھیہ پردیش‘ گجرات اور مغربی بنگال کی ریاستوں نے بھی کوششیں کی ہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ اس شعبے میں کام اور کارکنوں کے مختلف زمروں کا جائزہ لیا جائے اور ان کی نشاندہی کی جائے نیز کام اور روزی روٹی کے ان کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے موثر اور مختلف قوانین بنائے جائیں۔ ان قوانین کی عدم تعمیل کے لئے سخت سزا دی جانی چاہئے۔

این سی ای یو ایس نے کم سے کم آدھے گھنٹے کے وقفے کے ساتھ آٹھ گھنٹے کے کام‘ ایک دن کی ادائیگی شدہ چھٹی‘ قومی کم سے کم اجرت‘ مساوی قدر و قیمت ہونے کے طور پر تصدیق شدہ روزگار کے برابر خواتین کے روزگار‘ اجرتوں کی تاخیر شدہ ادائیگی پر تادیبی سود‘ اجرتوں

سے کوئی جرمانہ نہ لینے' کام پر تحفظ کا اہتمام کرنے کے حق' بچے کی دیکھ بھال کے اہتمام' حادثات کے لئے معاوضے' جنسی ایذادہی سے تحفظ' صنف' ذات' مذہب کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہ کرنے کی سفارش کی تھی۔ لیکن غیر رسمی شعبے میں کارکنان کے لئے مذکورہ بالا بہبودی اقدامات پر عمل درآمد کرنے کا معاملہ پر چیلنج اور مشکل کام ہے۔ اس کے لئے مختلف ریاستی حکومتوں نیز ان عمل درآمدی ایجنسیوں/ بہبودی بورڈوں کی طرف سے پہل کرنے اور ٹھوس عہد کی ضرورت ہوگی جن کی مسلسل طور سے نگرانی کرنی ہوگی۔

کارکن اور کنبے کے لئے علاج کے سلسلے میں اسپتال میں داخل کرنے کی صورت میں دی جانے والی رقم کو بڑھا کر کم سے کم 25000 روپے سالانہ کرنی ہوگی۔ پنشن کی شکل میں بڑھاپے کے تحفظ کے لئے دی جانے والی رقم کو 60 سال سے زیادہ کی عمر کے تمام بی پی ایل کارکنان کے لئے کم سے کم 2500 روپے ماہانہ کرنا ہوگا۔ مرکزی اور ریاستی دونوں حکومتیں پورے کنبے کے لئے مشترکہ طور سے ایک صحت پالیسی وضع کرسکتی ہیں۔ دفعہ 39 اور 42 میں کام کرنے کے منصفانہ اور انسانی حالات پر زور دیا گیا ہے۔ ہدایتی اصولوں کی دفعہ 43 میں مہذب زندگی نیز انفرادی اور امداد باہمی بنیاد پر گھریلو صنعتوں کو فروغ دینے کو یقینی بنایا گیا ہے۔

روایتی صنعتوں کی مدد کرنے کے لئے قومیائے گئے بینکوں اور امداد باہمی انجمنوں کے ذریعے آسان قرض دستیاب کرنے سے اپنے چھوٹے کاروبار شروع کرنے یا انہیں فروغ دینے کے سلسلے میں ان کی مدد ہوگی۔ این سی ای یو ایس نے خصوصی ایجنسی یعنی غیر منظم شعبے کے لئے قومی فنڈ قائم کرنے کی سفارش کی تھی جو مرکزی حکومت' سرکاری شعبے کے بینکوں' مالی اداروں اور دیگر سرکاری ایجنسیوں کے ذریعہ فراہم کردہ 1000 کروڑ روپے کے ابتدائی سرمایے کے ساتھ ایک قانونی ادارہ ہوگا۔ میں بلکہ یہ تجویز کروں گا کہ مرکزی حکومت کے روزگار' تعلیم' صحت' مکانات وغیرہ کے فروغ کے لئے علاحدہ بجٹی اہتمام کرنے کے بارے میں غور کرسکتی ہے۔ کارپوریٹ سیکٹر سے اس قومی فنڈ کے لئے مقررہ فی صد کا تعاون کرنے کے لئے کہا جاسکتا ہے۔ اس سے یقینی طور سے غیر رسمی شعبے کے کارکنوں میں سماجی و اقتصادی تبدیلیاں آئیں گی نیز ان کی فلاح و بہبود ہوگی۔

یہ اب مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ زیادہ ترقی و فروغ کرنے کے لئے اس بڑے شعبے کی مدد کرے کیوں

کہ یہ تعلیم' ہنر کی تربیت اور وسائل کے لحاظ سے پیچھے ہے۔ مملکت کو غیر رسمی شعبے کی ترقی و فروغ کے لئے پالیسی شروع کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ غیر رسمی شعبے میں کام کرنے والے لوگوں کے کام اور روزی روٹی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جائے اور اگر ایسا کیا جاتا ہے تو غریب لوگوں کے لئے گارنٹی شدہ کافی معاوضہ اور بازآبادکاری کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔ یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ جب بڑے پروجیکٹوں مثلاً بنائے جانے والے ایس ای زیڈ' ایکسپریس ویز' نئے شہروں' صنعتوں' ایئرپورٹوں وغیرہ کے لئے زمین حاصل کی جاتی ہے تو لوگوں کو بے دخل کیا جاتا ہے اور مملکت کے خلاف غصے کا اظہار ہوتا ہے کیوں کہ غریب لوگوں کو مناسب طور سے معاوضہ نہیں دیا جاتا ہے۔ انہیں ٹھیک طرح سے بازآباد نہیں کیا جاتا ہے۔ چھوٹے کاروباریوں' رکشا چلانے والے لوگوں' سڑکوں پر خوانچہ فروشوں' گھروں سے یا سڑکوں کے کنارے کی جانے والی دیگر چھوٹی معاشی سرگرمیوں کو تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ انہیں کام کرنے اور روزی روٹی کمانے کی ان کی جگہ سے ہٹادیا جاتا ہے۔ انہیں پریشان کیا جاتا ہے اور انہیں اپنی روزی روٹی برقرار رکھنے کے لئے جرمانے یا رشوت دینی ہوتی ہے۔ آج انہیں شہری ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ ان تمام سرگرمیوں کو ہندوستان میں شہری ترقیاتی منصوبے کے شمولیت پر مبنی فروغ کا جزو بنا ہوگا۔

1991 سے ہندوستان میں اقتصادی اصلاحات کے نتیجے میں تجارتی اور صنعتی پالیسیوں میں تبدیلیاں بھی آئی ہیں جن کی وجہ سے سستے مزدوروں کے ساتھ پیداوار کرنے کے سلسلے میں مقابلہ آرائی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں پیداوار کی لاگت میں کمی آئی ہے۔ دنیا بھر میں پیداوار کے طریقے میں تبدیلی آنے سے مزدور بھی اثرانداز ہوئے ہیں۔ عارضی کارکنوں' اتفاقی کارکنوں اور ٹھیکے والے مزدوروں کی زیادہ مانگ رہی ہے جس سے عالمی پیداواری سلسلوں کو فروغ ملا ہے۔ ٹکنالوجیکل ترقی کی وجہ سے بھی پیداوار کی لامرکزیت ہوتی ہے جس کے نتیجے میں غیر رسمی بنیاد پر روزگار میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ زیادہ تر کام کی آؤٹ سورسنگ کے ذریعے ہوا ہے۔

نئی اقتصادی اصلاحات کے بعد ملک میں مزدور تنظیموں نے کارکنوں کے حقوق برقرار رکھنے کے سلسلے میں اپنی اہمیت اور جدوجہد کا اپنا جذبہ کھودیا ہے۔ مزدور تنظیموں کے سائز میں بھی کمی آئی ہے نیز وہ حکومت پر دباؤ برقرار رکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ مرکزی مزدور تنظیموں نے

غیر رسمی شعبے کے کارکنان کے لئے موثر کردار ادا نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو ان کارکنان کے طور پر نہیں سمجھا ہے، جو فیکٹریوں یا صنعتوں میں کام نہیں کررہے تھے۔ آج منظّم شعبے کے کارکنان تک بھی موجودہ حقوق برقرار رکھنے کے لئے جد و جہد کررہے ہیں۔ مرکزی مزدور تنظیمیں اپنی معتبریت کھوچکی ہیں۔ حالاں کہ کچھ مزدور تنظیمیں اس بات کی اہمیت کو سمجھ چکی ہیں اور انہوں نے اب غیر رسمی کارکنوں کے ساتھ کام کرنا شروع کردیا ہے۔ اس وقت مقامی اور کاروباری یونینوں کی خود مختاری میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد مزدور تنظیمیں جن میں سے بہت سی تنظیمیں غیر منظّم شعبے میں غیر مزدور تنظیمیں اور این جی اوز ہیں، ان جگہوں پر سامنے آرہی ہیں، جہاں اصل دھارے کی مزدور تنظیموں نے غیر رسمی شعبے میں کارکنان کے حقوق کے لئے اپنی فکر اور تشویش کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عالم کاری کی وجہ سے روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوا ہے نیز ہندوستان کی ترقی کی کہانی آگے بڑھی ہے۔ لیکن پر احتیاط مشاہدے سے پتہ چلے گا کہ روزگار کے معیار میں اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ نیا روزگار سماجی تحفظ اور روزگار ضمانت کی گارنٹی کے بغیر ہے۔ یہ بات 2004-05 تک اور بعد میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ دستیاب زیادہ تر روزگار غیر منظّم شعبے میں یا منظّم شعبے میں غیر رسمی کاموں میں ہے۔

ہندوستانی معیشت نے خدمات کے شعبے میں ایک اضافہ دیکھا ہے۔ مالی خدمات جیسی کچھ خدمات میں خدمات کے شعبے میں سب سے زیادہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے اور 2011-12 میں روزگار کی شرح اضافہ تقریباً 8 فی صد تھی۔ مالی خدمات، صحت، تعلیم، غیر منقولہ املاک جیسی خدمات کے شعبے کے اندر بیشتر شعبوں میں مزدور تنظیموں کی عدم موجودگی کے ساتھ غیر رسمی کارکنوں کا بڑھا ہوا روزگار دیکھنے میں آیا ہے۔ شہری علاقوں کے لئے نقل مکانی کرنے والے لوگ زیادہ تر غیر رسمی شعبے میں ہیں، جو کہ زیادہ تر غریب اور کمزور ہیں۔ نقل مکانی کرنے والی خواتین بھی غیر رسمی شعبے میں گھریلو کارکنان کے طور پر کام کررہی ہیں۔ مکانات اور صفائی ستھرائی کا بھی فقدان ہے، جس کی وجہ سے غیر رسمی کاروباروں میں اور گھروں پر مبنی کاموں میں بھی کام کرنے کے ان کے خراب ہوتے ہوئے حالات میں اضافہ ہوتا ہے۔ سڑکوں اور پٹریوں پر کام کرنے والے چھوٹے خود روزگار شدہ لوگوں کے حالات اب بھی بدتر ہیں نیز یہ لوگ پولیس اور میونسپل کارپوریشنوں کے آسان نشانے ہیں۔ یہ جد وجہد سے دوچار کام کرنے والا حقیقی ہندوستان ہے جہاں کوئی قوانین نہیں ہیں۔ مزید برآں غیر منظّم شعبے کے کارکنوں کو منظّم کرنے کا چیلنج برقرار رہتا ہے۔ کچھ این جی اوز نیز سیوا اور کچھ مزدور تنظیموں نے کچھ کوششیں کی ہیں۔ حکومت کی پالیسی نیز این جی اوز اور مزدور تنظیموں کی کوششوں میں غیر رسمی کارکنوں کو منظّم کرنے کی حکمت عملی نیز غیر رسمی شعبے میں کام کرنے والے مختلف گروپوں اور فرقوں کی بہبود اور انہیں بااختیار بنانے کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

ہندوستان کی شمولیت پر مبنی اقتصادی ترقی کے لئے نئے رہنمایانہ خاکے کے بارے میں غیر رسمی شعبے کی طاقت اور استحکام کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ہوگا۔ میں موجودہ حکومت سے آنے والے برسوں میں اس طرح کی پالیسیوں کے لئے مثبت طور سے امید رکھتا ہوں۔

☆☆☆

صفائی ستھرائی سے متعلق مہاتما گاندھی کے اقوال

☆ہمارے اندر باطنی اور ظاہری دونوں طرح کی صفائی ہونی چاہئے۔ اول الذکر کے معنی سچائی سے ہے۔ راست گوئی پاکیزگی کی روح ہے اوریہ صفائی کا دوسرا نام بھی ہے۔

☆تعلیم میں پہلا مرحلہ ذہن و جسم کی صفائی و ستھرائی ہے۔ عبادت اس طرح سے ذہن کو صاف کرتی ہے، جس طرح سے جھاڑو ہمارے آس پاس کی جگھوں کی صفائی کرتا ہے۔ اسی لئے ہم اپنا کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے دعا کرتے ہیں۔ اس سے کوئی مطلب نہیں‌کہ یہ ہندو، مسلم یا پارسی کی دعا ہے۔ اس کا نام بنیادی طور پر ایک ہی ہے یعنی دل کی صفائی۔

☆جو بات بے ترتیبی کے لئے صحیح ہے، وہی بات گندگی کے لئے بھی درست ہے۔ جو شخص سادگی پسند ہوتا ہے، وہ کبھی گندہ نہیں رہے گا۔ سادگی میں صفائی ستھرائی ہونی چاہئے۔

☆جب باطنی اور ظاہری دونوں صفائی ہوتی ہے تو وہ تقوی کا مقام حاصل کرلیتی ہے۔

☆جو بات باطنی صفائی کے لئے درست ہے، وہی بات ظاہری صفائی کے لئے بھی درست ہے۔ اگر ہمارا پڑوسی باطنی اعتبار سے گندہ ہے تو اس سے ہمیں بھی نقصان ہوگا۔

اگر ہم اپنے عقبی صحن کو صاف ستھرا نہیں رکھیں گے تو ہمارے سوراج تک بدبو آئے گی۔

☆یہ بات خیال رہے کہ صفائی ستھرائی کے لئے بڑی رقم کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمیں صفائی ستھرائی کے مغربی طریقے کو اپنے حساب سے ڈھالنا ہے۔ اور چوں کہ میری حب الوطنی شمولیاتی ہے اور میں کوئی بغض یا کینہ نہیں رکھتا ہوں، اس لئے مغربی مادہ پرستی سے وحشت کے باوجود میں ان چیزوں کو قبول کروں کا جو میرے لئے سود مند ہیں۔

سپریا راؤتھ

پالیسی سازوں کے لئے

غیر رسمی شعبے کی ایک حوصلہ مندانہ توضیح

اس مضمون میں غیر رسمی کے نظریے کا تجزیہ کرکے میں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ یہ نظریہ زیادہ رسائی کے لحاظ سے مفید ہے۔ غیر رسمی کارکنوں کے مختلف زمروں کے حالات بہتر بنانے کی غرض سے ہمیں اس زیادہ رسائی والی اصطلاح غیر رسمی کا پردہ اٹھانے نیز کام کے ہر ایک زمرہ کو بے مثل پالیسی چیلنج پیش کرنے والے کے طور پر لینے کی ضرورت ہے۔

مضمون نگار کناڈا کی یونیورسٹی لاویل میں انٹر یونیورسٹی ریسرچ سنٹر آن گلوبلائزیشن اینڈ ورک میں محقق ہیں۔

گزشتہ دہے سے غیر رسمی معیشت کے بارے میں یکساں طور سے ماہرین تعلیم اور پالیسی سازوں کے ذریعے دلچسپی کا ازسرنو اظہار دیکھنے میں آیا ہے۔ بین اقوامی محنت تنظیم (آئی ایل او) اور حکومت ہند غیر رسمی کے بارے میں اس ازسرنو دلچسپی کی صف اول میں ہیں۔ جب کہ 1970 کے دہے کے شروع میں غیر رسمی اقتصادی سرگرمیوں کے بارے میں آئی ایل او کا ابتدائی جوش و خروش 2000 کے دہے کے شروع میں ایک زیادہ محتاط نظریے میں بدل گیا تھا، حکومت ہند 2004 میں غیر منظّم شعبے میں صنعتوں کے لئے قومی کمیشن کے قیام کے ذریعے کافی تاخیر سے اس مسئلے پر پہنچی تھی۔

تاخیر سے اس شروعات کے باوجود ہندوستانی پارلیمنٹ نے ملک میں ورک فورس کی اس اکثریت کے لئے جو غیر رسمی کارکنان ہیں، سماجی تحفظ کا ایک قانون وضع کیا تھا۔ غیر منظّم کارکنوں کے سماجی تحفظ کے قانون 2008 کا مقصد ملک میں غیر رسمی کارکنوں کے رہن سہن کے حالات کو بہتر بنانا ہے۔ دریں اثنا آئی ایل او غیر رسمی سے رسمی معیشت میں منتقلی کے بارے میں ایک پالیسی (اور ممکنہ طور سے ایک دستاویز تیار کرنے) وضع کرنے کے عمل میں ہے۔ اس میں عالمی طور سے کارکنوں کی اکثریت (جو زیادہ تر عالمی جنوب میں مقیم ہیں) اور ہندوستان کے معاملے میں 90 فی صد سے زیادہ ورک فورس کے تعلق سے زور دیا گیا ہے جب کہ اہم بات یہ ہے کہ غیر رسمی کو رسمی میں منتقل کرنے کی کوشش میں کسی کے سیاق وسباق اور مقاصد کے بارے میں محتاط رہنا چاہئے۔

اس سمت میں ایک اچھا نقطۂ آغاز خود غیر رسمی کا نظریہ ہوسکتا ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں میں نے غیر رسمی کے نظریے کی نظریاتی اور پالیسی سے متعلق افادیت کا تجزیہ کیا ہے اور اس نظریے کی کارکنان پر مرکوز مفاہمت کے بارے میں بحث کی ہے۔ غیر رسمی کے نظریے کی حدود کو وسعت دیتے ہوئے میں نے تجویز کیا ہے کہ بے اجرت کام کو سماجی طور سے بیش قیمت اور غیر رسمی کام کے ایک زمرے کے طور پر تسلیم کیا جائے۔ لیکن پالیسی مقاصد کے لئے میں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ ہمیں غیر رسمی کام کے ہر ایک مخصوص زمرے میں توجہ مرکوز کرنے اور کارکنوں کو پالیسی سازی کے عمل میں اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔

رسمی اور غیر رسمی کا نظریہ

آئی ایل او نے گھانا میں برطانوی ماہر انسانیات، کیتھ ہارٹ کے مطالعے سے غیر رسمی کا نظریہ اخذ کرنے (اور یہ بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ اسے مقبول عام بنانے) کے سلسلے میں خاص طور سے تیزی دکھائی تھی (1973)۔ برطانیہ سے تعلق ہونے کی وجہ سے جہاں صنعت افسر شاہی طور سے کنٹرول شدہ اور نگرانی شدہ تھی، نیز بخوبی تیار کردہ قانونی اور ادارہ جاتی ڈھانچوں سے مشروط تھی، ہارٹ کے لئے گھانا میں کی گئیں اقتصادی سرگرمیوں کا سلسلہ نیا اور انوکھا تھا۔ جب انہوں نے شہری گھانا میں سڑکوں پر خوانچہ

فروشوں، دستی کارکنوں اور پھٹکر کام کرنے والے لوگوں کو غیر رسمی کے طور پر موسوم کیا تھا جو ان کے ذہن میں برطانیہ اور دیگر صنعتی سرمایہ دار ملکوں کی صنعت تھی۔ ان کے مطابق چوں کہ گھانا کی اقتصادی سرگرمیاں برطانیہ میں صنعتی ماڈل کی سرگرمیوں سے ملتی جلتی ایک مخصوص شکل کی حامل نہیں تھیں، اس لئے وہ اقتصادی سرگرمیاں غیر رسمی تھیں۔

چناں چہ غیر رسمی کا نظریہ ایک مخصوص شکل کے نظریے سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ مخصوص شکل جس کی بنیاد پر غیر رسمی کا نظریہ تیار ہوا ہے، محض ایک شکل یا ایک ماڈل ہے۔ معین حقوق اور فرائض نیز سرکاری نگرانی کے ذریعے منضبط کردہ، کام کرنے کی ایک قطعی جگہ پر مبنی، واضح طور سے قابل نشاندہی آجر اور ملازم کے تعلق کی بنیاد پر اقتصادی انتظام ایک ایسا ماڈل ہے جو ایک مخصوص سوسائٹی کے سیاق و سباق میں ایک مخصوص زمانے میں تیار ہوا ہے۔ کافی تعداد میں اقتصادی سرگرمیاں نہ تو اس وقت کام کے نظام کے اس ماڈل کے مطابق تھیں اور نہ اب ہیں۔ اس ماڈل میں آج عالمی طور سے کارکنوں کی اکثریت کے تجربات کی گونج نہیں ہے (اور نہ تھی)۔ تب کیا ہمیں یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ غیر رسمی کا نظریہ کوئی نظریاتی اور نتیجتاً پالیسی مقصد پورا نہیں کرتا ہے؟

اس نظر میں شامل پہلے سے سوچے گئے رجحان اور منفیت کے باوجود تعلیمی یا پالیسی حلقوں سے غیر رسمی کے نظریے کو ترک کرنا ناعاقبت اندیشی ہوگی۔ غیر رسمی کا نظریہ مفید مقاصد پورے کرتا ہے۔ سب سے زیادہ مفید مقاصد میں سے ایک مقصد جو یہ نظریہ پورا کرتا ہے، اس کی منفیت سے متعلق ہے۔ جب کسی چیز کا تعین غیر رسمی یا غیر معمولی کے طور پر کیا جاتا ہے تو یہ اجتماع کی زبردست طاقت کی حامل ہوتی ہے۔ یہ بیان کہ ہندوستان میں کام کرنے والی 90 فی صد سے زیادہ آبادی غیر رسمی ہے، خطرے سے آگاہ کرتا ہے۔ اس طرح کے بیانات فوری ردعمل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ غیر رسمی کا نظریہ اس سلسلے میں انتہائی مفید ہے۔ دوسرا غیر رسمی کا نظریہ مراعات یافتہ اور منحصر کارکنان کے درمیان فرق بھی بتاتا ہے۔ تیسرا یہ نظریہ مقصد کے لئے ایک نصب العین ایک شکل پیش کرتا ہے (حالاں کہ خود اس شکل کے سلسلے میں از سر نو غور کرنے کی ضرورت ہوسکتی ہے)۔ چوتھا یہ اپنے علمی اور اپنے

سرگرم دونوں مفہوم میں ایک تحریک کے لئے اظہار کا طریقہ عطا کرتا ہے۔ آخر میں غیر رسمی کا نظریہ وسیع پالیسی ایجنڈے تیار کرنے میں مدد کرتا ہے۔

لیکن پالیسی کی سمت معین کرنے والے کے طور پر غیر رسمی کا نظریہ قبول کرنے کے سلسلے میں درپیش مسئلہ یہ ہے کہ یہ نظریہ جتنا یہ چھپاتا ہے، اتنا ہی یہ افشا کرتا ہے۔ غیر رسمی سرگرمیاں اتنی گونا گوں ہیں جتنی کہ کوئی سوچ سکتا ہے۔ خاص طور سے ہندوستان کی وسعت کے ایک ملک کے لئے غیر رسمی سرگرمیوں کا بچ میل پن لامتناہی ہے۔ غیر رسمی کے نظریے کے ذریعے غیر رسمی سرگرمیوں کی گونا گونیوں پر قابو پانے کا مسئلہ اس حقیقت کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہوجاتا ہے کہ ہندوستان میں رسمی ادارے بھی غیر رسمی لین دین اور تعلقات میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ پالیسی مقاصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ غیر رسمی کی نقاب اٹھادی جائے اور سرگرمیوں کے سلسلے کے بچ میل پن کو تسلیم کیا جائے۔ غیر رسمی کا نظریہ اس بچ میل پن کو تسلیم کرنے کے مناسب طور سے موزوں نہیں ہے۔

غیر رسمی کے نظریے کے ساتھ ایک دوسرا مسئلہ اس اصطلاح کی مفاہمت کی نوعیت ہے۔ جب کوئی غیر رسمی کی اصطلاح استعمال کرتا ہے تو کوئی کیا سمجھتا ہے۔ کیا یہ شعبہ معیشت یا روزگار ہے؟ کافی عرصے سے آئی ایل او کی غیر رسمی کی مفاہمت کو شعبے کے نظریے کے ذریعے ڈھالا گیا تھا، جس کا مطلب غیر رسمی ادارے یا صنعتیں ہیں۔

گذشتہ برسوں میں آئی ایل او نے غیر رسمی معیشت اور غیر روزگار کے پیمانے تیار کئے ہیں۔ غیر رسمی معیشت کے نظریے کو رسمی معیشت کے ساتھ پہلو بہ پہلو رکھا گیا تھا تاکہ معیشت کے غیر رسمی حصے کی پیداواریت کا پتہ لگایا جاسکے اور ایک ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے اس کے تعاون کا اندازہ لگایا جاسکے۔ غیر رسمی روزگار کا نظریہ رسمی اور غیر رسمی شعبے نیز معیشت دونوں میں سرایت کر گیا تھا۔

رسمی یا غیر رسمی معیشت (یا شعبے) میں کارکنان کی مصروفیت کے لحاظ کے بغیر (غیر رسمی) کارکنان کے ذریعے انجام دی گئیں اقتصادی سرگرمیوں کے گونا گوں سلسلے کا تصور کرنے کی غرض سے غیر رسمی روزگار کا نظریہ وضع کیا گیا تھا۔ ہندوستان میں پالیسی کے نقطہ نظر سے، اگر ہمیں اپنے آئین اور اس کے بنیادی اصولوں کے تئیں وفادار رہنا ہے تو غیر رسمی کارکنان اور کام کرنے کے ان کے حالات پر تجزیاتی توجہ دینی لازمی ہے۔ یہ کارکنوں کی مجموعی ترقی یعنی کام کرنے کے ان کی حالات، صحت، تحفظ، تعلیم، غذائیت اور آمدنی ہے جس کے سلسلے میں پالیسی اقدامات کو سہولت بہم پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے نقطہ نظر سے غیر رسمی روزگار کا نظریہ اہم ہوجاتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ غیر رسمی روزگار کا نظریہ محدود ہے۔ یہ نظریہ اقتصادی سرگرمیوں کی ان اقسام کی وضاحت کرتا ہے جو رسمی نہیں ہیں اور جس میں

زور کفایتی پر ہے۔ اس طرح کی مفاہمت اس حقیقت کو مبہم کردیتی ہے کہ غیر رسمی ہونا صرف معیشت کا ایک مسئلہ نہیں ہے' بلکہ یہ سماج کا ایک بڑا مسئلہ ہے۔

غیر رسمی ہونا: معیشت سے آگے ایک سماجی مسئلہ

غیر رسمی کا نظریہ ایک مخصوص شکل کے لئے اس کے نمایاں فرق کی بنیاد پر تشکیل دیا گیا تھا۔ ایک شکل جو صنعتی انقلاب اور صنعتوں پر افسر شاہی کنٹرول کا نتیجہ تھی اور اس واسطے' منفعت بخش اقتصادی سرگرمی سے متعلق تھی' لہٰذا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ غیر رسمی کا نظریہ پیداواری (یا منفعت بخش) اقتصادی سرگرمیوں سے وابستہ ہوگیا۔ لیکن اگر (غیر رسمی) کارکنوں کی سرگرمیاں ہماری توجہ کا مرکز ہیں' تو اس کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ ان کی سرگرمیاں اقتصادی ہیں۔ نمایاں غیر اقتصادی سرگرمیاں دیکھ بھال کا کام' روزی روٹی کے لئے زراعت' (کچھ) گھریلو کام' اور بے اجرت کنبہ مزدوری ہیں۔ اس بارے میں بحث مباحثہ کیا جارہا ہے کہ آیا مذکورہ بالا سرگرمیاں غیر رسمی کام ہونے کی اہل ہیں یا نہیں۔ غالب پالیسی اقدامات عام طور سے ان سرگرمیوں کو غیر رسمی روزگار کے طور پر سمجھے جانے سے خارج کردیتے ہیں۔

ایک بہتر فقرے کے عدم موجودگی میں نیز آسان ادراک کے لئے حالاں کہ میں نے سرگرمیوں کی وہ اقسام تجویز کرنے کے لئے جن میں غیر رسمی کارکنان مصروف ہوتے ہیں' غیر رسمی اقتصادی سرگرمیوں کے فقرے کا استعمال کیا ہے' غیر رسمی کا نظریہ معیشت تک محدود نہیں ہے' یہ سماج کا ایک بڑا معاملہ ہے' جس میں بلا شبہ معیشت بھی شامل ہوتی ہے۔ ہمیں سماج کے نظریے کو معیشت کے نظریے میں شامل نہ کرنے کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہئے۔ ایک سماج ایک بڑا حلقہ ہے۔ معیشت (مارکیٹ سمیت) اس کی ایک جزو ہے۔ اگر معیشت یا مارکیٹ تمام سیاسی' ثقافتی اور ماحولیاتی تشویشات کے لئے واحد حوالہ جاتی نقطہ بن جاتی ہے تو ہماری پالیسی کافی حد تک تنگ نظر ہوجاتی ہے۔ اگر معیشت کو سماج کے اجزا میں سے ایک جزو کے طور پر سمجھا جاتا ہے اور انسانی تفاعل کے لئے واحد حوالہ جاتی نقطے کے طور پر نہیں سمجھا جاتا ہے تو تجزیاتی طور سے زیادہ حاصل کیا جاتا ہے اور ایک بڑی پالیسی کی جگہ پیدا کی جاتی ہے۔

اگر ہم اس طرح کا تجزیاتی طریقہ اختیار کرسکتے ہیں تو یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ دیکھ بھال کے کام اور بلا اجرت گھریلو کام جیسی سرگرمیوں کو اہم غیر رسمی سرگرمیوں کے طور پر تسلیم کئے جانے کی کیوں ضرورت ہے۔ اس سیاق وسباق میں دو سوالات ہیں جو جواب کے متقاضی ہیں۔ پہلا ان بلا اجرت سرگرمیوں کو غیر رسمی کیوں کہا جانا چاہئے؟ اور دوسرا ان سرگرمیوں کو غیر رسمی کیوں کہا جانا چاہئے؟ اور دوسرا ان سرگرمیوں کو کام کے طور پر کیوں تسلیم کیا جانا چاہئے؟ یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ ہارٹ کے ذہن میں کارکنان کے یہ زمرے اس وقت موجود تھے جب انہوں نے غیر رسمی شعبے کی اصطلاح وضع کی تھی۔ لیکن غیر رسمی کا ان کا نظریہ ایک مخصوص شکل موجود نہیں ہے تو ایک سرگرمی کو ممکنہ طور سے غیر رسمی کہا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے اس بات پر بحث کرنا ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ بے اجرت کام جنہیں اس وقت تسلیم نہیں کیا جاتا ہے' غیر رسمی کام کے دیگر زمرے ہیں۔

جب کہ غیر رسمی کے نظریے کے ساتھ بے معاوضہ کام کو شامل کرنا ضروری نہیں ہے لیکن ایسا کرنے سے اس طرح کے کام کا تصور ایسی مخصوص پالیسی توجہ کے طالب کے طور پر کرنے میں مدد مل سکتی ہے جو رسمی کام کے لئے مطلوب توجہ جیسی نہیں ہے۔ اگر بے اجرت کام کی زمرہ بندی غیر رسمی کے طور پر کر بھی دی جائے تو اس طرح کے کام کی مخصوص نوعیت پر سے توجہ ختم نہیں کردینی چاہئے اور اسی کے مطابق پالیسی ردعمل وضع کئے جانے چاہئیں۔ غیر رسمی کا زمرہ صرف ایک چونکادینے والا نظریہ ہے جسے اس کے کام کے ساتھ سماجی طور سے گراں قدر کام میں شامل کیا جانا چاہئے جو رسمی نگرانی اور ضابطہ جاتی ڈھانچے سے باہر ہے۔

اس کی وجہ سے ہمارے ذہن میں اگلا سوال پیدا ہوتا ہے یعنی بے اجرت کام کو کام کے طور پر کیوں تسلیم کیا جانا چاہئے؟ دیکھ بھال کا کام اور گھریلو کام جیسا بے اجرت کام مثبت طور سے سماج کے لئے تعاون کرتا ہے جس کا اندازہ براہ راست اقتصادی تعاون کے لحاظ سے نہیں لگایا جاسکتا ہے اور نہ ہی لگائے جانے کی ضرورت ہے۔ بے معاوضہ کام سماجی بقا اور ارتقا میں تعاون کرتا ہے اور اگر سماج کا یہ نظریہ یکجا پن اور باہمی اتفاق کی دلالت کرتا ہے جو کہ یہ کرتا ہے تو یہ دیکھنا مجموعی طور سے سماج کی ذمہ داری ہے کہ بلا معاوضہ کام کرنے والے لوگ غیر تسلیم کردہ نہ رہیں۔ اس طرح بے اجرت کام کا یہ اعتراف سماجی معاونین اور سماج کے درمیان لین دین نیز عمل و ردعمل پر مبنی ہے۔

ہماری حکومت کو بے معاوضہ کارکنوں کے ذریعے کئے گئے سماجی طور سے گراں قدر تعاون کا اعتراف کرنے کا طریقہ تلاش کرنا چاہئے۔ اس وقت کے اعتراف کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد جیسا کہ ایلائن سوپیوٹ اور ان کے ساتھیوں نے تجویز کی ہے' کارکنوں کے ذریعے کئے گئے بے معاوضہ کام کی ناگزیر نوعیت ہوسکتی ہے۔ سوپیوٹ کے مطابق اگر ایک سرگرمی ایک ذمہ داری کے طور پر انجام دی جاتی ہے تو اسے کام کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہئے۔ اس طرح کا نظریاتی پہلو ہندوستانی حالات میں یکساں طور سے کارگر ہے لیکن پالیسی چیلنج میں رہتا ہے کہ اس طرح کے کام کو کیسے تسلیم کیا جائے اور اس طرح کے کارکنان کے مفادات کو کیسے فروغ دیا جائے۔

غیر رسمی کام اور معاوضے کا مسئلہ

آیا ہم غیر رسمی اقتصادی سرگرمیوں اور غیر رسمی غیر اقتصادی سرگرمیوں کو کام کے طور پر تسلیم کرتے ہیں یا نہیں' یہ ایک نظریاتی اور اس طرح ایک سیاسی چیلنج ہے۔ نظریاتی طور سے کام کے یہ دونوں زمرے سماجی طور سے قابل قدر ہیں لیکن ہمیں سماجی طور سے پیداواری یا اقتصادی طور سے تعاون کرنے والے کام کے ساتھ سماجی طور سے گراں قدر کام کو یکجا نہ کرنے کے سلسلے میں محتاط رہنا چاہئے۔ غیر رسمی

کام کے ان بے معاوضہ زمروں کو تسلیم کرنے کے نظریاتی چیلنج کو مغلوب کئے جانے پر ہم ایسی متعدد تجاویز کا سامنا کرتے ہیں جو ان کاموں کو عملی طور سے تسلیم کرنے کے طریقے واضح کرتی ہیں۔ یہ تجاویز دیکھ بھال کرنے کے کام اور گھریلو کام کے لئے اجرتوں کے دعوے سے لے کر دیگر اقتصادی یا روزگاری ملحوظات کے بغیر کنبوں کے لئے ایک مجموعی بنیادی آمدنی کے اہتمام کے سلسلے میں ہیں۔

تاہم اس بات کے لئے بحث کرنے کی وجہ ہے کہ مالی ادائیگی یا اقتصادی معاوضے کو وہ واحد بنیاد ہونے کی ضرورت نہیں ہے جس کے ذریعے بے معاوضہ غیر رسمی کام کو تسلیم کیا جاسکے۔ بلا معاوضہ غیر رسمی کام کو تسلیم کرنے کے دیگر عملی غیر مالی طریقوں پر غور کرنا ممکن ہے۔ غیر رسمی کام کے گونا گوں زمروں کو تسلیم کئے جانے کو فروغ دینے کے سلسلے میں پالیسی پر مبنی مختلف طریقوں کا تصور کرنے کی غرض سے کارکنان کے تجربات اور آرزوؤں کو دھیان میں رکھے جانے کی ضرورت ہے۔ کارکنان کے اپنے تجربات گراں قدر پالیسی وسائل ہیں جن سے اس کام کی نوعیت اور چیلنجوں کی نشاندہی کرنے میں مدد ملتی ہے جو وہ کرتے ہیں۔ دوسری جانب ان کی آرزوؤں اور توقعات سے پالیسی کی تشکیل کے لئے اہم سمت فراہم ہوتی ہے۔ غیر رسمی کارکنوں کے مختلف زمروں کو تسلیم کرنے نیز ان کی فلاح و بہبود کو فروغ دینے کے لئے غیر رسمی کارکنوں کی آرزوؤں کی مناسب مفاہمت سے غیر مالی طریقوں سمیت متعدد طریقے تجویز ہوسکتے ہیں۔ پالیسی سازی کے لئے مندرجہ ذیل نظریہ سماجی طور سے گراں قدر (غیر رسمی) کام کی اقسام کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں ایک اچھی شروعات ہے۔

غیر رسمی ہونا اور پبلک پالیسی

اگر نظریاتی چیلنجوں اور سیاسی قدامت پسندی پر قابو پالیا جاتا ہے تو ہمارے پالیسی سازوں کے اہم کاموں میں سے ایک کام غیر رسمی کارکنوں کو پالیسی سازی کے عمل کے مرکز میں قائم کرنا ہونا چاہئے۔ غیر رسمی کارکنوں کو خود اپنے پالیسی نظام کا تعین کرنے کے کام میں شرکاء بنانا چاہئے۔ کارکنوں کو سماجی بات چیت کے عمل میں شامل کئے جانے کی ضرورت ہے۔ کام کے زمرے اور اس طرح کے کام میں مصروف کارکنوں کی نوعیت پر منحصر کرتے ہوئے سماجی بات چیت کا عمل ایک ایسے انداز میں وضع کیا جاسکتا ہے جو کارکنان کی زیادہ سے زیادہ بامعنی شرکت کی اجازت دے۔

غیر رسمی کارکنوں کو سماجی بات چیت کے عمل میں شامل کرنے کے سلسلے میں ایک اور چیلنج سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ غیر رسمی کام کا نظریہ صرف ایک متفقہ نظریہ ہے۔ حقیقت میں سرگرمیوں میں صرف کارکنان کے متعدد زمرے ہیں جو اس کے برخلاف جس کے لئے غیر رسمی کا نظریہ وضع کیا گیا ہے، اس شکل کے مطابق نہیں ہیں۔ کام اور کارکنوں کے مخصوص زمروں کے باریک فرق کو سمجھنے کے لئے ہر ایک مخصوص زمرے کو بے نظیر معاملے کے طور پر لئے جانے کی ضرورت ہے، لہٰذا غیر رسمی کام کی گونا گوں نوعیت اس بات کو لازمی بناتی ہے کہ پالیسی سازی کو لامرکزی بنایا جائے۔ اگر ہم اپنے آئین میں شامل کردہ قانونی صلاحیت کے توازن پر غور کرتے ہیں تو لامرکزی (قانونی یا انتظامی) پالیسی سازی کا نظریہ حکمرانی کے ہمارے نظام کے لئے نیا نہیں ہے۔

اس مضمون میں غیر رسمی کے نظریے کا تجزیہ کر کے میں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ یہ نظریہ زیادہ رسائی کے لحاظ سے مفید ہے۔ غیر رسمی کارکنوں کے مختلف زمروں کے حالات بہتر بنانے کی غرض سے ہمیں اس سے زیادہ رسائی والی اصطلاح غیر رسمی کا پردہ اٹھانے نیز کام کے ہر ایک زمرہ کو بے مثل پالیسی چیلنج پیش کرنے والے کے طور پر لینے کی ضرورت ہے۔ ایسا کرنے میں ہمیں سماجی بات چیت کے عمل میں مخصوص غیر رسمی کارکنوں کو شامل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ خود کارکنان اپنے مفادات کے فروغ کے سلسلے میں حکمرانی کے عمل کا حصہ بن سکیں۔ ہمارے اعلیٰ آئینی نصب العین میں حکمرانی کی عین اس قسم پر غور کیا گیا ہے۔

☆☆☆

بیت الخلا

☆ بیت الخلا کے معاملے میں مجھے اپنا دفاع کرنا ہوگا۔ 35 سال پہلے مجھے معلوم ہوا کہ ایک بیت الخلا کو مہمان خانہ کی طرح صاف ستھرا ہونا چاہئے۔ مجھے مغرب میں معلوم ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مغرب میں بیت الخلا کی صفائی ستھرائی سے متعلق بہت سے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جو کہ مشرق میں نہیں ہیں۔ اس معاملے میں ان طریقوں میں کچھ نقائص ہیں جنہیں بہ آسانی دور کیا جاسکتا ہے۔ ہماری بہت سی بیماریوں کی وجہ ہمارے بیت الخلا کی خراب حالت اور جگہ جگہ گندگی پھیلانے کی ہماری عادت ہے۔ اس لئے میں رفع حاجت کے لئے انتہائی صاف ستھری جگہ اور اس وقت کے استعمال کے لئے صاف ستھرا سامان کی ضرورت پر یقین رکھتا ہوں۔ میں اس کے لئے خود کو عادی بنالیا ہے اور چاہتا ہوں کہ دوسرے لوگ بھی ایسا ہی کریں۔ میری یہ عادت ایسی ہوگئی ہے کہ اگر میں اسے بدلنا بھی چاہوں تو نہیں بدل سکتا اور نہ ہی میں اسے بدلنا چاہتا ہوں۔

☆☆☆

راجیش بھٹاچاریہ

غیر رسمی شعبہ: عام شہری آبادی کا کردار

ہندوستان میں جس قدر مزدوروں کی تعداد موجود ہے‘ اس میں سے بیشتر مزدوروں کی روزی روٹی غیر رسمی شعبے سے فراہم ہوتی ہے۔ بارہویں پنج سالہ منصوبے کے مطابق مجموعی لیبر فورس کا 84 فی صد سے زائد کا حصہ (منصوبہ بندی کمیشن 2013) آزادی ملتے ہی ہندوستان نے اقتصادی قواعد وضوابط کی پابندی کا تجربہ شروع کردیا تھا اور یہ سلسلہ 1980 کی نصف دہائی تک جاری رہا۔ اس کے بعد ہندوستان نے اقتصادی نرم روی کا طریقۂ کار اپنایا۔ دونوں ادوار میں غیر رسمی شعبہ پالیسی والوں کے لئے ایک کانٹا بنا رہا۔ اگرچہ علمی اور پالیسی تبادلۂ خیالات میں اسے اس متذکرہ حیثیت سے کبھی اہمیت نہیں دی گئی۔ ان دونوں طرح کے تبادلہ خیالات میں رسمی شعبے سے وابستہ موضوعات و معاملات ہی حاوی رہے۔ ہمیں ذہن نشیں کرنا ہوگا کہ چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کو پی سی مہالنوبس کے دوسرے پنج سالہ منصوبے کی مدت میں کیا کردار ادا کرنا ہے اور 1960 اور 1970 میں چھوٹے پیمانے کے شعبے کے لئے مصنوعات کی تخصیص کی جو قابل ذکر پالیسی نرم روی کے عہد سے پہلے روزگار کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے غیر رسمی شعبے کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی غرض سے اپنائی گئی تھی‘ اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے۔ اسی طرح گذشتہ دہائی میں شمولیت پر مبنی ترقی کے ایجنڈے کے تصور اور اس کو دی جانے والی اہمیت اور مضبوطی 1980 سے مجموعی افزوں ترقی کے باوجود غیر رسمی غیر رسمی پیداوار کا پلہ بھاری رہا ہے اور اس لئے اقتصادی ترقی کی علاحدہ کردینے والی فطرت کا اظہار نرم روی کے اپنائے جانے کے بعد کے عہد میں سامنے آیا ہے۔

آنے والی دہائیوں میں ہندوستان میں غیر رسمی شعبے کے لئے دو تبدیلیاں بہت بڑے اثرات کی حامل ہوں گی۔ یہ ہوں گی تیز رو شہری کرن‘ اور نوجوان مزدور طبقے کی تعداد میں رونما ہونے والی توسیع۔ آئندہ تین دہائیوں کے دوران ہندوستان کی نصف آبادی شہری آبادی بن جائے گی اور ہندوستان شہری کرن کے معاملے میں دنیا کے سرفہرست ممالک میں شامل ہوجائے گا۔ (سوئرٹس ای ٹی اے ایل 2014) انھیں تین دہائیوں کے دوران دنیا بھر میں نوجوان لیبر فورس کا حامل ایسا ملک بن کر ابھرے گا جس کی نظیر اس وقت تک کوئی ملک نہ پیش کرسکے گا۔ کام کرنے کی عمر کے اس کے شہریوں کی آبادی (پندرہ سال سے 64 سال تک 2035 تک کل آبادی کے مقابلے میں 68 فی صد پہنچ جائے گی یعنی اس وقت مجموعی آبادی کا 68 فی صد حصہ منفعت بخش طور سے مصروف عمل شہریوں کا ہوگا (جیمس 2011)۔ آثار وقرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہری غیر رسمی شعبے کا موجودہ رجحان جاری رہتا ہے تو ہم غربت و ناداری کے شہری کرن کے انوکھے نمونے کا دیدار کریں گے‘ خواہ سرکاری خطوط افلاس اور تخمینوں کے لحاظ سے بے حد غربت والی صورت حال میں کمی کی داستان بیان کی جاتی رہے۔ معیشت کے رسمی اور غیر رسمی عناصر کے مابین کارفرما مسابقتی مطالبات کے نتیجے میں شہروں میں زمین کی قلت بڑھتی جائے گی اور شہری املاک کے حقوق شدید قسم کے سیاسی مقابلے اور سودے بازی کی شکل لے لیں گے۔ اس مضمون میں شہری غیر رسمی شعبے کے وجود کی شرائط وحالت پر غور کروں گا اور شہری غیر رسمی شعبے کے وجود کی شرائط وحالت پر غور کروں گا اور شہری غیر رسمی شعبے کے ایک کم نسبتاً مشہور تاہم اہم شعبے یعنی ’’شہری عام انسان‘‘ کی بات کروں گا جو غیر رسمی پیداوار کو سہارا دیتا ہے‘ برقرار رکھتا ہے اور روزی روٹی کے مواقع فراہم کراتا ہے۔ شہری علاقوں میں غیر رسمی پیداوار کا یہ پہلو ہمیں اس سوال کے روبرو لاتا ہے کہ غرباء کو املاک کے کیا حقوق حاصل ہوں گے۔ اگر غیر رسمی شعبے کے تحت شہری لیبر فورس کی روزی روٹی کے فراہمی کے عمل میں اس شعبے کی بالادستی برقرار رہتی ہے تو اکیسویں صدی کی شہری پالیسیوں کو غیر رسمی حقوق املاک کو ’زمین پر‘ لانا ہوگا۔

گھر اور کارخانہ: دھندلی حد بندیاں

تنگ بستیاں پہلے سے اس کا حصہ ہیں اور یہ بستیاں شہری غیر رسمی لیبر اور شہری غیر رسمی پیداوار کا اہم سماجی محل وقوع ہوں گی۔ غیر رسمی پیداوار کا ایک بڑا حصہ

مضمون نگار پالیسی اینڈ مینجمنٹ گروپ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ‘ کلکتہ سے وابستہ ہیں۔
rb@iimcal.ac.in

'میونسپل ماحولیاتی اور حقوق املاک کے قوانین کی بدستور کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے انہیں بستیوں کی دنیا سے آتا ہے۔ تنگ بستیاں صرف بستیاں ہی نہیں ہوتی ہیں یہ از حد غریب لوگوں کی 'صنعتی بستیاں ہوتی ہیں۔ جیسے جیسے شہری آبادی بڑھتی جاتی ہے' شہری غیر رسمی لیبر فورس کی ایک بڑی تعداد تنگ بستیوں کے اندر واقع گھروں میں کی جانے والی پیداوار پر تکیہ کرے گی۔ جیسا کہ این سی ای یو ایس کی رپورٹ میں (2007) کہا گیا ہے۔ بیشتر شہری غیر رسمی شعبے کی صنعتیں اکیلے کنبے کے مزدوروں پر منحصر ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کرائے کے مزدوروں کے بغیر ان صنعتوں میں کلاسیکی زمرے کی چھوٹے پیمانے کی پیداوار یا تجارت کی جاتی ہے۔ کنبہ اراکین اس عمل میں بطور معاون اپنا تعاون دیتے ہیں۔ رہائشی اکائی ہی اصلاً پیداوار کا مقام بن جاتی ہے' گھر کا پائیدار یا اثاثہ مقررہ مدت کی کاروباری سرمایہ کاری پونجی بن جاتا ہے اور گھریلو اخراجات اور پیداواری اخراجات میں امتیاز کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اندرون خانہ کی جانے والی پیداواری غیر رسمی پیداوار کرنے والے افراد کو یہ آسانی فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنے ناکافی وسائل کو کھپت کے لئے وسیلہ بنا دیتی ہے (سانیا ل اور بھٹاچاریہ 2009)۔

غیر رسمی پیداواری اکائیوں میں طے شدہ تجارت سرمایہ کاری تو بہت تھوڑی ہوتی ہے تاہم اندرون خانہ واقع ہونے کے طفیل میں باقی رہتی ہیں۔ مینوفیکچرنگ کاروباری اداروں کے ضمن میں بات خاص طور پر سچ ہے۔ 1999-2000 میں اوا ے ای مینوفیکچرنگ کے معاملے میں 76 فی صد دیہی اور 63 فی صد شہری اکائیاں گھریلو احاطے میں واقع تھیں (این سی ای یو ایس 2007) گھروں کے اندر پیداوار کا مطلب غربا کے لئے صرف رہنے کی جگہ کے حق کو تسلیم کرنا ہوتا ہے اور ان کی کاروباری سرگرمیوں کے نتیجے میں ان کی بہت سی غیر رسمی سرگرمیاں مفقود ہو جاتی ہیں۔ تاہم موجودہ ماحولیاتی' حلقہ جاتی اور دیگر بلدیاتی قوانین تنگ بستیوں میں ایسی تجارتی سرگرمیوں کے وجود کی شرائط سے متصادم ہوتے ہیں۔

شہری عام آدمی

غیر رسمی پیداوار کو برقرار رکھنے میں تنگ بستیاں ''عام شہری انسان'' کے کردار کو ایک مثال بنا کر پیش کرتی ہیں۔ غیر رسمی معیشت کے اندر بنیادی وجود کی گنجائش وافر وسائل کی دستیابی پر ٹکی ہوتی ہے۔ یہ وہ وسیلے ہیں جو لگار پر کھڑی صنعتوں کو مصنوعات یا اشیاء کی پیداوار میں شامل ہونے کا ذریعہ فراہم کرتے ہیں۔ تاہم ابتدائی سطح پر پونجی کی کمی اور رسمی قرض منڈیوں تک رسائی کی کمی' ان اداروں کو ایسے راستے اپنا پڑتے ہیں جو مصنوعات سے علاحدہ غیر منڈی تعلقات پر مبنی ہوتے ہیں۔ سرکاری اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوسط غیر رسمی فرم بہت سے ضروری لوازمات اور منفعت بخش املاک پر نہ کے برابر اخراجات برداشت کرتی ہیں۔ اس طرح کے اخراجات/ لاگت سے آزاد ہونے کی وجہ سے یہ فرمیں بہت سی مصنوعات پر قدر و قیمت میں اضافہ سے ہونے والی آمدنی کو خود ہی رکھ لیتی ہیں اور اپنے اندرون خانہ ضروری اشیا پر صرف کرتی ہیں۔ یہ کام ناجائز گھس پیٹھ' رسمی شعبے کو نجی طور پر خدمات فراہم کر کے (بجلی کے سرقے)' غیر رسمی معیشت میں مشترکہ املاک میں شراکت (جیسے تنگ بستیوں میں ناجائز طور پر زمین پر قبضہ کرنے) غیر رسمی معیشت میں باہمی انتظام سے اسی لائن کے دیگر افراد سے غیر سودی قرض حاصل کر کے منڈی اطلاعات و ہنر مندی میں شراکت کے راستے سے حاصل کیا جاتا ہے۔

فاضل آبادی کی بقا کی ایک بنیادی شراط یا ضمانت یہ ہوتی ہے کہ یہ آبادی موجودہ نجی املاک حقوق میں سیندھ لگا کر ''عام لوگوں'' کا ایک طبقہ کھڑا کر لیتی ہے۔ حکمرانی کے تناظر سے غیر قانونی حیثیت اور غیر رسمی وجود ایک دوسرے کے اوپر اس طرح سے سایہ فگن ہوکر باعث تشویش بنے رہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ کم شناخت عام لوگوں کا طبقہ کھڑا کر دینے والی غیر قانونی قوت کی ہو پاتی ہے۔ ایک زاویے سے دیکھنے پر لاقانونیت کا عمل معقول نظر آتا ہے (نجی املاک میں گھس پیٹھ) اور دوسرے نظریے سے منفعت بخش بھی (عام انسانوں کے گروپ کی تخلیق) بھٹاچاریہ اور سانیال 2013۔

شہری عام لوگوں میں نام نہاد سرکاری ساز و سامان بھی شامل ہے۔ وہ ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں' عوامی پارک اور مقامات' عوامی ذرائع نقل و حمل' عوامی صفائی ستھرائی کا نظام' سرکاری اسکولوں' سرکاری آبی راستے' نہر وغیرہ وغیرہ۔ تاہم اس اصطلاح کے تحت کم توجہ دی جانے والی چیزیں مثلاً عوامی کوڑا کرکٹ جس سے کوڑا کچرا چننے والوں کو روزگار حاصل ہوتا ہے۔ دلدل زمین' ندی تالاب باوڑی' دریاؤں کے طاس وغیرہ بھی شامل ہیں جن پر ماہی گیر برادری کی روزی روٹی کا انحصار ہے۔ دھوبنوں اور شہر میں سبزی اگانے والوں' گلیاں سڑکیں جو شہروں میں نقل و حرکت کے لئے خون بہم پہنچانے والی رگوں کا کام کرتی ہیں' ساتھ ہی یہ وہ مقامات ہوتے ہیں جہاں لوگ کام کرتے ہیں' رہتے ہیں' محبت کرتے ہیں' خواب دیکھتے ہیں' اپنا احتجاج ظاہر کرتے ہیں' آوازیں اٹھاتے ہیں' مقامی بازار جو تجارت اور ثقافتی ایجادات ہیں' کے مقامات بھی شامل ہیں (گڈوانی اور باوسکر 2011:43)۔

زندگی اور روزی روٹی کو سہارا دینے والے تمام معاملات و اعمال ہی عام انسان کا طبقہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ اکثر یہ کام ایسے عمل کے سہارا نجام پاتا ہے۔ جیسے اکثر عام قسم کی گھس پیٹھ کا نام دیا جاتا ہے۔ بایت 1997) ۔زبردستی اوڑھی ہوئی غیر رسمی برادری شہروں میں نجی وسرکاری زمین اور وسائل پر قانونی ملکیت کے حقوق پر حق ستعمال کے سہارے قابض کروایا جاتا ہے تا کہ ان کی پیداوار اور تجارتی امور کو تقویت دی جا سکے۔ پارتھا سارتھی (2011) ۔سرکاری معیشت حیوانات وسائل (آبی ذخائر پارکوں' گھاس کے میدان وغیرہ) پر ممبئی میں صناعوں اور چھوٹے موٹے قسم کے پروڈیوسروں کے ذریعے قبضہ کر کے اسے عام لوگوں کی جگہ بنا لئے جانے کی نظیر پیش کرتا ہے۔ اکثر یہ کام چارہ جمع کرنے' شکار کرنے اور اجتماع کرنے کے بہانے بھی انجام دیا جاتا ہے۔ کوئی شخص جس نے کولکاتا کا سفر کیا ہوگا' اس نے یہ مشاہدہ

ضرور کیا ہوگیا کہ اسپلنڈے کے ضلع میں خریداری وتفریح کا دیرینہ کاروبار اب پھیری لگانے والوں، دکانداروں کے ذریعے باقاعدہ شکل لے چکا ہے اور اس ماحول میں مشہور زمانہ اوبرائے گرینڈ ہوٹل میں اب اپنے چاروں طرف ہونے والے گزری کاروبار، شوروغل میں یکہ وتنہا اپنے وجود کو اپنی سرگرانی کے سہارے قائم رکھنے کی جنگ کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

غربا کے لئے املاک کے حقوق

اوسٹرم (1990) اور اوسٹرم (1999) کی دلیل ہے کہ جب مختلف برادریوں کے ذریعے آراضی کا استعمال ایک وسیلے کے طور پر کئے جانے کی بات آئے تو ہمیں املاک کے حقوق کو پیچیدہ وادق کر دینا چاہئے۔ عام لوگوں کے ضمن میں جب مقامی وغیر رسمی حکمرانی پر تحقیق کی گئی تو یہ انکشاف ہوا کہ رسمی ملکیت کے حقوق نہ حاصل ہونے کے باوجود بھی املاک کے حقوق کا ایک وسیلہ سلسلہ تلاش کیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ غیر رسمی برادری کے زیر انتظام وسائل کی ''بنیادوں'' پر ٹھہرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ بات شہری وسائل کے ضمن میں سچ ثابت ہوتی ہے۔ ملکیت حقوق کی سادہ شناخت جس میں قانونی ملکیت حقوق کا فقدان ہوتا ہے، اس کا تعلق 'رسائی' واپس لینے ''انتظام'' علاحدہ کرنے وغیرہ حقوق میں تلاش کی جاسکتی ہے۔ کولکاتا میں مخصوص شہری راستوں پر چلنے والے آٹو رکشوں کا انتظام اس کی ایک بڑی مثال ہوسکتی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ کولکاتا میں چلنے والے آدھے آٹو رکشا غیر قانونی ہیں، پھر بھی یہ صنعت، غیر رسمی طور پر آٹو رکشہ ڈرائیوروں کی برادری کے ذریعے سنبھالی جاتی ہے۔ اس کے قانون قاعدے آٹو رکشہ کے ڈرائیور ہی طے کرتے ہیں (اکثر سرکاری ٹریڈ یونینوں کے بیز کے تحت سیاسی طور پر منظّم بھی ہوتی ہے) یہ برادری ہر روٹ پر چلنے والے آٹو رکشاؤں کی تعداد کا تعین بھی کرتے ہیں اور طے شدہ مقامات سے کسی غیر مجاز آٹو رکشا کو سواریاں اٹھانے سے روکتے بھی ہیں۔ اس طرح رسائی اور واپس لینے کے اختیارات اگرچہ غیر قانونی طریقے سے حاصل کردہ ہوتے ہیں، پھر بھی ایسی برادریاں اپنے معاملات ''نکال باہر کرنے'' کے حقوق کا استعمال کرتی ہیں۔ تنگ بستیوں میں انتظام اور نکاسی کے حقوق کسی زمین پر سرمایہ کاری کرکے حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ ہاؤسنگ میں نجی سرمایہ کاری اور صفائی ستھرائی اور روشنی کے انتظام میں بلدیہ میں سرمایہ کاری کرکے جیسا کہ چٹرجی نے کولکاتا کی ریلوے کالونی کا ذکر کیا ہے (2004)۔ دھاراوی تنگ بستی اور اس کے اطراف وجوانب کے علاقوں میں چلائی جانے والی پروڈکشن کی مخصوص سرگرمیاں مخصوص نسلی و مذہبی برادریوں کے ذریعے انجام پاتی ہیں۔ اس طرح غیر رسمی شہری عام انسان کمیونٹی کے زیر انتظام مشترکہ پول وسائل سے مختلف نہیں ہیں۔ غیر رسمی لیبر فورس کو قانونی یا عدالتی حقوق املاک کا تحفظ حاصل نہیں ہوتا اور اس کے نتیجے میں مجبور ہوکر یہ لوگ سرکاری اور یہاں تک کہ نجی املاک کو عام استعمال کی شئے میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ اس طرح وضع کردہ کامن پول وسائل کا انتظام۔ ان برادریوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ املاک کے حقوق کا ایک واضح نظام وضع کرلیں خواہ یہ انتظام انھیں اس جائیداد کا مالک نہ بنائے تاہم انھیں وسائل کا غیر رسمی مالک ومختار (وہ لگ جو اوسٹرم کے مطابق (1999) رسائی، نکاسی علاحدہ کئے جانے اور انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

شہری غیر رسمی نظام سے نمٹتے ہوئے اس مسئلے کے پس منظر میں دو مختلف حل پیش کئے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں روایتی تجدید پالیسیوں کے تحت مثال کے طور پر تنگ بستیوں کی ترقی پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے تحت زور دے کر کہا جاتا ہے کہ غربا کے لئے رہائشی سہولت ضروری ہے تاہم ان کے کاروبار کے لئے اس کی لازمیت تسلیم نہیں کی گئی ہے۔ اکثر یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ گھر میں کئے جانے والے پروڈکشن اور رہائش نہ صرف یک ہی جگہ انجام پاتے ہیں بلکہ پوری تنگ بستی میں دستیاب زمین اور اس کی گنجائش پر انجام دیئے جاتے ہیں۔ تنگ بستیوں کا افقی پھیلاؤ اشیا کی تیاری اور زندگی گزارنے کی دیگر سرگرمیوں کا یہ ایک وقت متقاضی ہوتا ہے۔ یعنی ایک جگہ پر رہ کر دونوں کام انجام دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے گنجائش پیدا کی جاتی ہے (سانیال بھٹاچاریہ 2009) گھر اور کنبے، گلیوں، برآمدوں، احاطوں، چھتوں اور گھروں کے درمیان موجودہ جگہوں کا استعمال اپنے اپنے سامانوں کی تیاری، ذخیرہ کرنے اور فروخت کرنے کیلئے کرتے ہیں۔ شہروں میں جگہ اور زمین کے لئے افزوں مطالبے کے ساتھ اور اس کے نتیجے میں ایک منزل پر دوسری منزل تعمیر کرتے جانے کی مجبوری کے تحت فلک بوس عمارتوں کا وجود عمل میں آتا ہے، جہاں تنگ بستیوں میں رہنے والوں کو مفت یا برائے نام قیمت دے کر فلیٹوں میں بسایا جاتا ہے جیسا کہ دھاراوی منصوبے سے ظاہر ہوتا ہے تاہم اس طرح کی فلک بوس عمارتیں اور ان کے فلیٹ پروڈکشن یونٹوں کے کام کاج کا وزن نہیں سہ سکتیں جو کھلی مشترکہ زمین پر ہی انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ قوت ثقل کا قانون ایسی بلند عمارتوں کے آس پاس پھر ان بلند عمارتوں کی تعمیر مکمل ہونے سے بہت پہلے ہی افقی بستیوں کا ''پھیلاؤ'' پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح گھروں میں رہ کر انجام دی جانے والی اقتصادی سرگرمیوں کے لئے درکار گنجائش ختم ہوجاتی ہے۔

ہرنیڈو ڈی سوٹو (1993-2003) ایک متبادل نظریہ پیش کرتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قانونی نظام کو موجودہ حقوق املاک پر گرفت مضبوط کرنی چاہئے اور یہ کام غربا کو املاک کے حقوق تفویض کرنے کی بنیاد پر انجام دیا جانا چاہئے۔

(ا) اگر آپ اس دھاراوی میں جائیں جو میں نے دیکھی تھی اور وہاں جا کر یہ کہیں کہ میں آپ کے گھر پر آپ کو تحفظ فراہم کروں گا تو وہ کہے گا شکریہ مگر وہ زیادہ نہ کہے گا۔ وہ اس کاغذ کے ٹکڑے کو لے گا، ڈسک میں ڈال دے گا اور دوبارہ اسے کبھی باہر نہ نکالے گا کیوں؟ میں نے دھاراوی میں جو کچھ دیکھا ہے، اس کے پاس نہ صرف یہ کہ ایک گھر ہے بلکہ ایک صنعت بھی ہے، لہٰذا اس کا جواب ہوگا کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ بالکل صحیح ہے کہ میرا گھر

ہے مگر آپ میری صنعت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے ہیں کہ اگر میری صنعت پر ٹیکس عائد ہوگیا تو آپ میرا تحفظ کس طرح سے کریں گے لہٰذا آپ ترقی پذیر ممالک میں گھر کی کوئی تعریف متعین نہیں کرسکتے' آپ کو ہر چیز کو ایک علاحدہ نام دینا پڑے گا۔

پہلی چیز گھروں کا نام رکھنے کا عمل اس وقت تک کارگر ثابت نہ ہوگا جب تک کہ آپ زندگی کے دیگر تمام پہلوؤں یعنی تجارت' کاروبار' قرض وغیرہ پر احاطہ نہ کریں اور اسے مجموعی شکل میں نہ لے آئیں (پٹیل میں حوالہ موجود ہے) ڈی سوٹو (2003) کے مطابق غریب غیر رسمی پروڈیوسر غربت سے دامن نہیں بچاسکتے کیوں کہ وہ اپنی تحویل کے اثاثوں سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ یہ اثاثے ''مردہ سرمایہ'' بن کر منجمد ہوجاتے ہیں اور ان کی مدد سے قرض یا اثاثہ منڈی تک رسائی نہیں حاصل نہیں کی جاسکتی۔ غیر رسمی پروڈیوسران اپنے اثاثوں کی ملکیت سے بھی محروم ہوتے ہیں اور اس طرح ان کے اثاثے چھوٹی بقائی سرگرمیوں کے لئے ہی کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں اور یہ لوگ قانونی لحاظ سے فعال اور سرگرم صنعت کار کا مقام نہیں حاصل کرسکتے۔

ڈی سوٹو کا نظریہ پرکشش ہونے کے باوجود باریکی سے پرکھنے پر پیچیدہ محسوس ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح سے روایتی پالیسیاں تنگ بستیوں اور شہری غیر رسمی شعبے کے پروڈکشن کو جو غیر رسمی لیبر فورس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے' نظر انداز کرتی ہیں۔ ڈی سوٹو بھی غیر رسمی صنعت کاری کا پرجوش ذکر کرنے کے باوجود اس غیر رسمی شعبے کے مزدوروں کی زندگی کی بقا اور پس منظر کے حالات کو نظر انداز کرتا ہے۔ ڈی سوٹو غیر رسمی شعبے کے تضادات کو یکسر نظر انداز کرتا ہے۔ چھوٹے پروڈیوسر اور چھوٹی سرمایہ دار فرمیں بھی ہوتی ہیں۔ خود روزگار کے حامل افراد اور آجرین ہوتے ہیں' ایسی کاروباری سرگرمیاں ہوتی ہیں' جن کا سیدھا تعلق بقا سے ہوتا ہے۔ ایسی کاروباری سرگرمیاں بھی ہوتی ہیں جو منفعت بخش اور ترقی پذیر ہوتی ہیں' ایسی صنعتیں ہوتی ہیں جو غربا کے لئے عام کھپت کی مصنوعات تیار کرتی ہیں' ایسی صنعتیں بھی ہوتی ہیں جو برآمداتی منڈی کے لئے مال تیار کرتی ہیں۔ اس تضاد کا اظہار اوسط قدر قیمت والی اشیا اور مقررہ اثاثوں کے مابین واقع فرق سے ہوتا ہے۔ نجی غیر رسمی صنعتوں (ایسی چھوٹی فرمیں جن میں اجرت والے کارکنان نہیں ہوتے) اور غیر رسمی اداروں (بڑی فرموں اور یہاں اجرت پر کام کرنے والے کارکنان) کے مابین واقع فرق سے ہوتا ہے۔ 2009-10 میں غیر کارپوریٹ غیر زرعی صنعتوں کے ضمن میں این ایس ایس او نے اپنے 67ویں دور کے اعداد و شمار میں انکشاف کیا ہے کہ فی صنعت اوسط قدر و قیمت والی اشیا اور اوسط مقررہ/منجمد اثاثے والی فرموں میں اثاثے بالترتیب 39232 روپے اور 67706 روپے اور 352872 روپے اور 543080 روپے تھے۔

املاک کے حقوق کو رسمی شکل دینے سے غیر رسمی صنعت کار بھی منڈی تک رسائی حاصل کرسکیں گے۔ تاہم منڈی نابرابر طور سے صنعتوں کو علاحدہ علاحدہ منفعت فراہم کرائے گی اور اس طرح کم منافع حاصل کرنے والے پروڈیوسروں کو الگ تھلگ کرائے گی۔ اصل میں عام لوگوں کی املاک چوں کہ قانونی حیثیت کی حامل نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے وہ منڈی کے سارے متبادل استعمال نہیں کرپاتے اور اسی وجہ سے غیر رسمی پروڈیوسروں میں اس طرح کا فرق اور نابرابری واقع نہیں ہوتی۔ اس طرح سے شہری عوام ڈیزائن کے لحاظ سے غیر رسمی لیبر فورس کی فراہمی اور اجتماع بہتر منافع دینے والے یا بہتر روابط کے حامل غیر رسمی پروڈیوسروں کے مقابلے میں زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ غربا اکثر اجتماعی طور پر عام لوگوں کو نجکاری کے مقابلے میں ان لوگوں کی تیار اشیا یقینی طور پر فروخت کے میکانزم سے وابستہ ہوتی ہیں (بالند اینڈ فرینکوئس 2005)۔ یہ دراصل کھپت کی ضروریات ہی ہوتی ہیں نہ کہ جمع کرنے کے مقاصد' جس کی وجہ سے غیر رسمی فورس چھوٹے کاروبار میں خود روزگار سے وابستہ ہونے کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ منفعت بخش روزگار کا فقدان ہوتا ہے (سانیال 2007)۔ غیر رسمی شعبے کے صنعت کاروں کی اکثریت وہ جنہیں بنرجی اور ڈفلو (2011)۔ ناراض صنعت کار کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ املاک کے حقوق کو منڈی میں بروئے کار لانے کی بالا دستی جوڈی سوٹو کے مطابق جو غیر رسمی حقوق املاک کا رسمی دائرے کے تحت لائے جانے کا پسندیدہ نتیجہ ہے۔ دربدری اور گراوٹ پر منتج ہوسکتا ہے اور اس طرح شہری غربا کی روزی روٹی کی گنجائش کو فنا کرسکتا ہے۔

نتیجہ: غیر رسمی شعبہ تضادات کا حامل شعبہ ہے اور یہاں ترقی سے وابستہ اور محض بقا فراہم کرانے والی' دونوں طرح کی صنعتیں موجود ہیں تاہم موخر الذکر شعبہ کافی زیادہ تعداد میں موجود ہے۔ ہندوستان میں غیر رسمی شعبے کے سائز کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ تضاد صرف اس طرح سے بیان کیا جاسکتا ہے جب ہم فاضل مزدوروں کی تعداد کی موجودگی کو تسلیم کرلیں۔ یہ مزدور قوت روزافزوں رسمی شعبے کی ضرورتوں کے مقابلے فاضل ہوتے ہیں۔ زراعت میں اضافی مزدوروں کی موجودگی کو باقاعدہ طور سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ چوں کہ زراعت روزافزوں لیبر فورس کی بڑی تعداد کو روزگار دینے میں ناکام ثابت ہوچکی ہے' لہٰذا اس صورت حال میں شہر اضافی مزدوروں او رغیر رسمی پروڈکشن کے لئے اہم مقام ثابت ہوں گے۔ جب تک ہم لیبر فورس کی فراہمی کے لئے سماجی گنجائش کے طور پر غیر رسمی شعبے کے حامل رہیں گے' ہندوستان میں شہری عام لوگ شہری سیاسی معیشت میں مرکزی حیثیت کے حامل بنے رہیں گے۔ روزی روٹی سے وابستہ ایسی پالیسیاں' ترقی اور شہری کرن کا دارومدار معیشت اجتماعیت کے نظریے سے ہم آہنگ ہونے چاہئیں اور انھیں ہر حال میں موجود (رسمی وغیر رسمی) ہندوستانی معیشت کی تقویت یا دوہرے پن کو تسلیم کرنا چاہئے جس کا اظہار دیگر چیزوں کے علاوہ شہری وسائل کے سلسلے میں املاک کے حقوق کے کثیر پہلوئی اثرات سے ہوتا ہے کیوں کہ اصلاً یہ زمین پر ٹھہرے ہوئے ہوتے ہیں۔

☆☆☆

سرسوتی راجو

کام سے بھلا کب فرصت ملتی ہے:

ہندوستان میں گھریلو نوکروں کے نسل در نسل سلسلے

گھریلو نوکروں کی اہمیت جدید شہری کنبوں اور دوہری آمدنی والے کنبوں میں ابھرنے والے رجحان کے پس منظر میں ہرگز کم کر کے نہیں بیان کی جاسکتی۔ یہ دونوں طرح کے کنبے ''نئے'' متوسط طبقے کے طور پر ابھر رہے ہیں۔ ان کنبوں میں کام کرنے والی خواتین یہاں کام کرتے کرتے کہن سال ہوجاتی ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح سے جاری رہتا ہے' پھر بھی یہ شعبہ افرادی قوت کی سب سے زیادہ غیر اہم چیز خیال کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اس طرح کے نوکروں کی معیشت کا نگہداشت سے جوڑا جانا جس کا اپنا علاحدہ وجود شاید تسلیم ہی نہیں کیا جاتا کام کاج کی جگہ اندرون خانہ ہوتی ہے اور لازمی طور پر خواتین ہی یہاں کام کرتی ہیں جس کی وجہ سے یہ دنیا منفعت بخش مزدوری کے شعبے کے باہر تصور کی جاتی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس طرح کی خدمات جب بیرون خانہ منظّم شکل میں پیش کی جاتی ہیں تو ان کے ساتھ قطعی مختلف برتاؤ کیا جاتا ہے۔(آئی ایل او 2010)

یہ مختصر مضمون گھریلو نوکروں کی موجودہ عمومی صورت حال کا ایک سرسری جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس مضمون میں احاطہ کئے گئے موضوعات حالیہ قانونی تحفظات لے کر ان نوکروں کے ضمن میں حکومت کی جانب سے فراہم کئے جانے والی سہولتیں شامل ہیں۔

تعریف: گھریلو نوکروں کی اصطلاح کی تعریف پیش کرنا اتنا زیادہ سادہ اور آسان نہیں ہے جتنا لگتا ہے۔ جیسا کہ نیتا (2009) نے اشارہ کیا ہے' عام طور پر یہ لوگ (گھریلو ملازمین) ایسے جز وقتی یا کل وقتی ملازمین ہوتے ہیں جو جنس یا نقد کی شکل میں گھریلو خدمات میں لگائے جاتے ہیں۔

بین اقوامی طور پر کسی بھی ملک میں گھریلو کام کاج کی باقاعدہ وضاحت یا اصطلاح کی کوئی مشترکہ اعداد وشمار یا تعریف متعین نہیں کی گئی ہے۔ بین اقوامی ادارہ محنت (آئی ایل او) کے تحت مختلف پیشوں کی بین اقوامی معیاری زمرہ بندی (آئی ایس سی او) گھریلو کام کاج کو دو بڑے زمروں کے تحت مجموعوں میں منقسم تسلیم کرتا ہے (5 اور 9) اور متعلقہ کاموں اور اس سے تال میل رکھنے والی ہنرمندی کی سطحوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ خاصی جامع اور واضح ہونے کے باوجود آئی ایل او کی تعریف چند زمروں کو احاطہ نہیں کرسکی ہے۔ اس میں نجی گھروں میں ملازم رکھنے جانے والے نجی سلامتی محافظین' ڈرائیور اور مالی وغیرہ شامل نہیں ہیں۔ اس اصطلاح میں آئی ایل او کے ذریعے تجویز کردہ گھریلو کام کاج کی تفصیلی اصطلاح پیش کی گئی ہے' وہ بھی عالمی پیمانے پر دستیاب نہیں ہے۔ مسابقتی موضوعات یا معاملات اس وقت اور سنگین شکل لے لیتے ہیں جب مختلف ممالک گھریلو کام کاج کے مختلف حدود متعین کرنے پر زور دینے لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر کام کاج کے کم سے کم گھنٹوں کے لحاظ سے روزگار کی مدت یا ایک ہفتے میں کام کاج کے دنوں کا تعین۔ صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ ممالک میں مخصوص کام کو ایک صنعت یا دھندا تصور کیا جاتا ہے۔

مختصر گھریلو کارکنان کی اصطلاحات میں اس قدر فرق ہے اور پیشہ ورانہ زمرے اور کام کسی ایک تعریف کے تحت نہیں لائے جاسکتے اور دنیا کے متعدد حصوں میں گھریلو کام کاج کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ سارے کام نجی گھروں میں ہی انجام دیئے جاتے ہیں اور انھیں اس دائرے سے باہر لانا ہرگز آسان نہیں ہے (آئی ایل او 2010:32)

ان حالات میں ملک در ملک گھریلو ملازمین کے ذریعے انجام دیئے جانے والے مخصوص کام کاج پر تکیہ کئے بغیر جو کہ الگ الگ ممالک میں علاحدہ علاحدہ ہونے کے ساتھ ساتھ کبھی بھی' کہیں بھی بدل سکتے ہیں' گھریلو ملازمین کی سب سے زیادہ مستعمل اصطلاح ایک متبادل طریقہ اپنا کر متعین کی گئی ہے جو کل اقتصادی سرگرمیوں سے متعلق بین اقوامی معیاری صنعتی زمرہ بندی کے زمرہ پی کے تحت متذکرہ ہے۔ زمرہ پی کے تحت ایسے لوگ آتے ہیں جو کل وقتی یا جز وقتی طور پر نجی کنبوں کے ذریعے ملازم رکھے گئے ہوں۔ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جسے بھارتی اعداد وشمار کے نظام کی تائید بھی حاصل ہے۔(آئی ایل

مضمون نگار علاقائی ترقیات کا مرکز' جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔
saraswati_raju@hotmail.com

او-2013)

اصطلاحی ابہام کے نتیجے میں گھریلو ملازمین زمرے میں اس قدر وسعت ہوگئی ہے کہ اس میں بے شمار زمرے شامل ہوگئے ہیں۔ این ایس ایس او نے 2011-12 میں روزگار اور بے روزگاری کا جو جائزہ لیا تھا' اس میں بتایا گیا تھا کہ ایسے گھریلو ملازمین کی تعداد 41:33 لاکھ ہے (اس میں 22.76 لاکھ کارکنان شہری علاقوں میں زیر ملازمت ہیں۔ میڈیا اور این جی اوز نے اکثر اس تعداد کو دو سے بھی زیادہ بتایا ہے۔ اس طرح روایتی تخمینوں کے تئیں رجحان ہونے کے باوجود تجزیاتی مقاصد کے لئے سرکاری وسائل کا استعمال اب کیا جاتا ہے (آئی ایل او 2013)۔

مجموعی غیر منظم شعبے میں گھریلو ملازمین کے مقام کا تعین

ہندوستان کی مزدور منڈی عام طور پر خواتین کے معاملے میں خاص طور پر ہمیشہ دو بدلتے رجحانات یا اتار چڑھاؤ سے متاثر رہتی ہے اور اس کے باوجود یہ بھی طے شدہ حقیقت ہے کہ کارکنان کی اکثریت غیر منظم شعبے میں مصروف عمل ہے۔ 2011-12 کے سال دوران آئے حالیہ اعداد و شمار میں سب سے چونکانے والی بات یہ ہے کہ اس کے مطابق کام کاج میں شرکت کی شرح میں خاصی گراوٹ درج کی گئی ہے۔ عام گراوٹ خواتین کی افرادی قوت کی شرکت کی شرح میں کمی کی وجہ سے درج کی گئی ہے اور یہ 2004-05 سے اب تک کی مدت میں 13.6 فی صد تک گھٹی ہے اور اس کے مقابلے میں خواتین افرادی قوت کی شرح میں ہونے والی تخفیف دیہی خواتین ورک فورس کی شراکت داری میں تخفیف کی وجہ سے ہے (15.3 فی صد اعداد) اس کے مقابلے میں شہری خواتین کی شرکت میں حصص (5.1 فی صد اعداد) کی کمی واقع ہوئی۔

یہاں ورک فورس میں واقع ہوئی تخفیف پر تفصیل بحث کرنا ہمارا مطمح نظر نہیں ہے۔ تاہم خواتین ورک فورس میں واقع ہوئی' تخفیف کی اہم وجہ تعلیمی اداروں میں لڑکیوں/خواتین کے ناموں کے اندراج کی تعداد میں ہونے والا افزوں اضافہ بیان کی گئی ہے (مہروترا' گاندھی' ساہو اور 2012)۔ اس تجویز یا نظریے کو رد کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواتین مزدوروں کی تعداد میں آئی تخفیف عمر سے وابستہ وجوہات کی وجہ سے نہیں ہے' یعنی اس میں عمر کی خواتین شامل نہیں ہیں جو کسی تعلیمی ادارے میں داخلہ لے سکیں (کھنہ اور رویندرن 2012)۔

اگر خواتین افرادی قوت کی تعداد میں اس دوران یعنی 2004-05 کے درمیان ہونے والا اضافہ خشک سالی کی وجہ سے پیدا ہونے والے وہ حالات' جن میں خواتین روزگار میں آنے کے لئے مجبور ہوئیں (ہمانشو 2011) کی بنیاد پر نظر انداز کر دیا جائے' دانشوروں کا نظریہ یہ ہے کہ خواتین کی افرادی قوت میں ہوئی تخفیف کسی ایک خاص وجہ سے نہیں ہوئی۔

تاہم یہ بات اہم ہے کہ ہندوستانی مزدور منڈی کے اتار چڑھاؤ اور ایک پیچیدہ عمل ورد عمل کے باوجود غیر منظم شعبے کی بالادستی خواتین اور افراد دونوں کی تعیناتی ساتھ کئے جانے سے بھی تخفیف کا شکار نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس طرح کی تعیناتی میں خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں نسبتاً تھوڑی زیادہ رہی۔ اس سے بھی زیادہ اہم غیر رسمی شعبے میں شہری خواتین کارکنان کی تعداد میں ہونے والے والا مقابلہ جاتی اضافہ ہے۔ گوشوارہ 1 ملاحظہ کریں۔

☆68 ویں دور کے لئے غیر منظم شعبے کے اعداد و شمار کو 61 ویں دور کی اعداد کے ساتھ موازنہ کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ 61 ویں دور کے این سی او پیشہ ورانہ کوڈ (1968) 601' 620' 640'

گوشوارہ: 1: غیر منظم شعبے کے کارکنان کی شراکت (15-59) سال

	دیہی			شہری			کل		
	مرد	خواتین	کل	مرد	خواتین	کل	مرد	خواتین	کل
2004-2005	89.7	94.3	91.4	67.5	73.2	68.6	83.0	90.8	85.5
2004-2005*	91.1	95.7	92.8	67.7	73.8	68.9	84.0	92.1	86.6
2011-2012	87.9	89.6	88.4	63.0	67.4	63.9	79.7	84.8	81.1
غیر زرعی غیر منظم شعبے کے کارکنان									
2004-2005	75.2	75.2	75.2	66.0	68.2	66.4	70.3	71.8	70.6
2011-2012									
72.0	60.6	69.6	61.2	63.8	61.7	66.4	62.2	65.5	
غیر زرعی غیر رسمی شعبے کے کارکنان کی شرح اضافہ									
2004-2005 and 2011-2012		3.1	-0.1	2.5	1.6	2.4	1.8	2.4	2.1 1.1

وسیلہ: روزگار اور بے روزگاری 2004-05 اور 2011-12 کے دوران این ایس ایس او کی سطح کے اعداد و شمار کے 61 ویں' 68 ویں دور' شیڈول 10 کی بنیاد پر نکالا گیا تخمینہ

641'649 کی شناخت پودکاری شعبے کے طور پر کی گئی۔ تاہم 68ویں دور کا این ایس ایس سروے' این سی او2004 زمرہ بندیوں پر منحصر ہے جو این ایس ایس کے اعداد وشمار کے گوشوارے میں فراہم کردہ تین اعدادی سطح کی زمرہ بندی کو تسلیم نہیں کرتا' لہٰذا موازنہ جاتی مقاصد کے لئے ستارہ نشان کی حامل قطار (61واں دور۔ 2004-05) میں پودکاری شعبے کو غیر منظم شعبے کے ایک جزو کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

ہم عصر منظر نامہ

گھریلو کارکنان سے متعلق معاملات کافی پیچیدہ اور وسیع اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ اس وسیع اسپیکٹرم یا دائرہ کار کو تسلیم کرتے ہوئے جس میں کہ گھریلو ملازمین کو شمار کیا جاتا ہے' یہاں وقت اور گنجائش کے فقدان کے نتیجے میں' اپنی بحث کو ہندوستان میں شہری گھریلو ملازمین تک ہی محدود کرتا ہوں۔

کارکنان کی تعداد میں ہونے والی مجموعی تخفیف کو مدنظر رکھتے ہوئے 2004-05 اور 2011-12 دراصل اصل منفی رہی ہے تاہم مجموعی صورت یہ ہے کہ ان کی تعداد شہری اور دیہی علاقوں میں 15-59 برس کے عمر کے دائرے میں بالترتیب 2113775 اور 478748 کے درمیان رہی ہے۔

ہندوستان میں شہری گھریلو ملازمین غیر منظم شعبے کے کارکنان کا ایک چوتھائی حصہ ہیں (12 فی صد) دیہی علاقے کی یہی اعداد وشمار کی فی صد 0.6 ہے۔ اس کے بعد مینوفیکچرنگ (33.7 فی صد) زراعت اور جنگل بانی (15.1) فی صد اور تھوک و پھٹکر تجارت (13 فی صد) ہے۔ اس کے شیئر یعنی حصص میں اس وقت تھوڑا سا اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب اسے غیر زرعی غیر رسمی شعبوں کے کارکنان کا ذکر ہوتا ہے (14.3۔

بہت ساری ریاستوں کے لئے جو ناکافی نمونوں کے سائز وضع کئے جاتے ہیں' وہ علاقائی سطح پر تفصیلی تبادلہ خیالات کی راہ مسدود کر دیتے ہیں۔ جہاں کہیں یہ دستیاب ہوتے ہیں' وہاں شہری کرن اور گھریلو ملازمین کی سطح کے مابین ایک معیشت تعلق ضرور استوار کر دیتے ہیں۔ گھریلو ملازمین کے معاملے میں مہاراشٹر سب سے آگے ہے (27.2 فی صد) اور مرکز کے زیر انتظام علاقے دہلی اور گوا (18.6 فی صد) کا نمبر آتا ہے۔

گھریلو ملازمین کے مفادات اور مسائل پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ چوں کہ یہ لوگ بند دروازوں کے پیچھے' عوامی احتسابی نظروں سے پوشیدہ رہ کر نجی گھروں میں کام کرتے ہیں' لہٰذا ان کے معاملے میں پالیسی بنا کر اثر انداز ہونا ایک مسئلہ تیار رہتا ہے۔ گھریلو نوکروں کے معاملے میں بھی نسل در نسل روزگار اکثر صنعتی بنیاد پر منحصر ہوتا ہے۔ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ یہ بات آسانی سے مشاہدہ کی جا سکتی ہے کہ خواتین کارکنان کی اکثریت گھریلو ملازماؤں کی ہے جب کہ اسی زمرے کے مرد کارکنان کے پاس زیادہ گوناں گوں پیشے ہو سکتے ہیں (گوشوار 2)۔ بڑی تعداد میں خواتین ملازمائیں یا تو ناخواندہ ہیں یا ان میں خواندگی کی سطح بہت نیچی ہے (گوشوار 3) تاہم اس سے اہم بات ہے کہ ''گھریلو کام کاج کی توسیع شدہ کے تحت ہی ان ناخواندہ خواتین کو آسانی سے کھپایا جا سکتا ہے' جس آسانی کے ساتھ وہ گھر سے بندھا ہو' گھریلو کام کاج منڈی میں اجرت میں اجرت پر کرائے جانے والے کام

گوشوارہ 2: غیر منظم گھریلو ملازمین کی زمرہ بندی (15-59) مختلف شعبوں اور صنفی لحاظ سے 2011-12

	دیہی			شہری			کل		
	مرد	خواتین	کل میزان	مرد	خواتین	کل میزان	مرد	خواتین	کل میزان
گھریلو نوکرانی/ خادمہ	24.1	78.9	53.8	27.1	84.1	68.2	26.1	83.1	64.9
باورچی	1.5	4.0	2.9	1.9	9.2	7.2	1.8	8.3	6.2
مالی	0.2	0.0	0.1	1.1	0.1	0.4	0.8	0.0	0.3
پہریدار/ چوکیدار نگراں	17.5	0.0	8.0	22.3	0.0	6.2	20.7	0.0	6.7
بچوں کی استانی/ بچوں کی آیا	0.0	1.0	0.5	0.0	0.5	0.3	0.0	0.6	0.4
ٹیوشن پڑھانے والے	5.9	4.5	5.1	5.1	0.8	2.0	5.4	1.5	2.7
ڈرائیور	11.8	0.0	5.4	35.0	0.5	10.1	27.3	0.4	9.0
دیگر	38.9	11.6	24.1	7.5	4.8	5.6	17.9	6.1	9.9
کل میزان	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0

وسیلہ: ایس ایس یونٹ سطح کے اعداد وشمار کا استعمال کر کے 61ویں' 68ویں دور' شیڈول 10۔ روزگار سے متعلق اور بے روزگاری' 2004-05 اور 2011-12

کے طور پیش کیا جا سکتا ہے۔اس کے ساتھ یہ چیز بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے کہ تقریباً ذات کے تناسب سے مساویانہ پھیلاؤ کا حامل بھی ہے۔ درج فہرست ذاتوں میں تقریباً ایک تہائی حصہ' دیگر پسماندہ اور دیگر ذاتیں بھی اس میں شامل ہیں۔اصل کام اور مخصوص ذات سے وابستہ پیشے البتہ ایک ایشو رہا ہے(رگھو رام 2001: قیوم اور رائے 2003 'متیلا 2009 'مینن 2010)۔

شاید گھریلو کام کاج کے جز وقتی وکل وقتی پہلوؤں پر مختصراً گفتگو ضروری ہے۔ جز وقتی ایک گمراہ کن اصطلاح ہوسکتی ہے کیوں کہ جز وقتی ہر حال میں لازمی طور پر کارکنان کے تناظر میں ضروری نہیں کہ جز وقتی ہی ہو۔ وہ اسے کل وقتی بھی سمجھ سکتے ہیں۔ تاہم قیام کرنے والے ملازمین اور جز وقتی کارکنان کی اصطلاح اکثر ادب میں ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال ہوئی ہے جیسا کہ نیتا نے اشارہ کیا ہے کہ اکثر گھرانوں میں روزانہ گھریلو ملازمین جتنے گھنٹے مجموعی طور پر خدمات انجام دیتے ہیں' وہ بہت سے معاملات میں ایک کارخانہ یا تعمیراتی سائٹ پر کام کرنے والے کل وقتی کارکن کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوسکتے ہیں یا کسی قانون کے محنت کے تحت متذکرہ کام کاج کے عام اوقات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوسکتے ہیں۔ وہ آگے وضاحت کرتی ہیں کہ قیام کرنے والے تمام ملازمین ضروری نہیں کہ ''جز وقتی'' ہی ہوں کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک پورے کام میں مصروف رہیں اور صرف شام کو ہی گھر لوٹ سکیں۔ اس طرح کا ابہام اور پیچیدگی نہ صرف بہت سے گھریلو نوکروں کی موجودگی کو ہی محسوس نہیں ہونے دیتی بلکہ اس کے نتیجے میں ایسے نوکروں کے لئے فراہم کرائے جانے والی قانونی وسماجی تحفظاتی استحقاق کی صورت پر بھی برعکس اثر پڑتا ہے (نیتا 2009)۔

بی پی او اور آئی ٹی شعبوں کی شکل میں نئے کاموں کے وجود میں آنے اور اس کے ساتھ ساتھ ان حساس سرگرمیوں میں خواتین کی افزوں شراکت جیسے موضوعات کی تفصیلات کو ادب میں باقاعدہ طور پر جگہ دی گئی ہے (راجو 2013)۔ اس نے اور ادائیگی والے گھریلو کام کاج میں ہونے والے قابل توجہ اضافے نے ہم لوگوں کو ''ایک درجے کی خواتین کو دوسرے درجے کی خواتین کی جگہ رکھنے'' کا راستہ دکھایا ہے جس پر ابھی تک بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ کیا اعلی طبقے کی زیادہ عورتیں باہر جا کر اجرت والے کام کرنا پسند کر رہی ہیں اور ان عورتوں کی عدم موجودگی میں ان کی خالی ہونے والی جگہ یا خلا کو پر کرنے کے لئے گھریلو نوکرانیاں کرائے پر لائی جارہی ہیں یا پھر اس طرح کے کنبے میں اراکین خانہ کے مابین کام کاج کی تقسیم کی تشکیل نو عمل میں آئی ہے۔ این ایس ایس یونٹ سطح کے اعداد و شمار اور دس لاکھ آبادی والے اور اس طرح کے دیگر شہروں پر اس کا اطلاق کر کے فوری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دس لاکھ سے زائد آبادی والے شہروں میں 2000-1999 کے درمیان آئی ٹی اور بی پی او کے شعبوں میں خواتین کارکنان کی تعداد میں 9.92 فی صد سے 4.68 فی صد کے درمیان اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ان شہروں میں خواتین گھریلو ملازماؤں کی تعداد میں چار گنا سے زیادہ کا اضافہ ہوا ہے۔ 2000-1999 سے 12-2011 کے درمیان اس تعداد میں 4 سے 14 فی صد کا اضافہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ 59-15 برس کی عمر کے درمیان کی اونچے طبقے کی ایسی عورتیں جن کے بچے بھی ہوتے ہیں' کام کاج میں ان خواتین کے حصے لینے کی رفتار میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ اسی مدت میں اسی شہری علاقے میں دیکھا گیا ہے۔ ان مشاہدات کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ گھریلو کام کاج کا سہرا آج بھی خواتین کے سر ہے۔ خواہ یہ کنبہ کی رکن خاتون ہوں یا پھر

گوشوارہ:3: گھریلو کارکنان (59-15 سال) تعلیمی استعداد 12-2011 کے لحاظ سے

	دیہی			شہری			کل میزان		
	مرد	خواتین	کل میزان	مرد	خواتین	کل میزان	مرد	خواتین	کل میزان
ناخواندہ	30.7	62.1	47.7	16.3	38.8	32.5	21.1	43.1	36.0
پرائمری درجہ سے نیچے	7.2	9.7	8.6	11.2	12.2	12.0	9.9	11.8	11.2
پرائمری	9.8	15.3	12.8	20.0	24.6	23.3	16.6	22.9	20.9
مڈل	23.8	9.8	16.2	31.6	15.9	20.3	29.0	14.8	19.3
ثانوی	9.9	0.0	4.5	11.9	4.7	6.7	11.3	3.8	6.2
ہائی اسکول ڈپلوما	8.5	3.2	5.6	5.9	2.8	3.6	6.8	2.8	4.1
گریجویٹ	10.0	0.0	4.6	3.1	1.0	1.6	5.4	0.9	2.3
میزان	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0	100.0

وسیلہ: روزگار و بے روزگاری پر 05-2004 اور 12-2011 کے لئے این ایس ایس کے اکائی سطح کے اعداد و شمار کے 61 ویں اور 68 ویں دور' شیڈول 10 کے اعداد و شمار کی مدد سے تیار کیا گیا۔

کرائے پر حاصل کی گئی خادمہ اس طرح لزوم کے نتیجے میں محنت کے شعبے میں نابرابر صنفی تفریق کے برقرار رکھنے کے امکانات پر عام طور پر دور رس اثرات مرتب ہوں گے' ساتھ ہی گھر کے اندر اس کے اثرات بطور خاص سامنے نظر آئیں گے۔ اس طرح کے روابط سے گھریلو کرانیوں کے کنبوں میں ابھرنے والے مسائل ایک بچے کی نگہداشت اور دیگر امور خانہ داری کی ذمہ داریوں کا تبادلہ اور دوسری بات خواتین کی شخصیت میں ایک نئے پہلو کا اضافہ یعنی گھریلو نگراں' ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اس پالیسی کے اثرات پر باریکی سے نظر ڈالیں۔

گھریلو حالات اور صاف ستھرے کام

واضح حیثیت کے فقدان اور گھروں میں قید رہنے کی وجہ سے گھریلو ملازمائیں قانونی اور ضابطہ جاتی تحفظات کے دائرے سے باہر رہ جاتی ہیں۔ تاہم ایسا نہیں ہے کہ ان کے لئے کوئی قاعدہ قانون سرے سے ہی موجود نہ ہو بلکہ ہوتا یہ ہے کہ یہ قانون حکومت کے ذریعہ صحیح ڈھنگ سے نافذ نہیں ہو پاتے' یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی کافی سخت بھی لگتے ہوں۔ آئی ایل او (2010) نے بجا طور پر ان معاملات سے نمٹنے کے راستے میں آنے والی گوناگوں مشکلات کا ذکر کیا ہے' کہا گیا ہے کہ گھریلو کام کاج کو ضابطہ بند کرنے کا مطلب کس طرح سے شخصی آجر پلیسمنٹ ایجنسیوں یعنی کام دلانے والی بچولی ایجنسیوں اور نگہداشت حاصل کرنے والوں اور ان ممالک سے نمٹنا ہوتا ہے جو گھریلو نوکر فراہم کرتے ہیں (اور جو انھیں حاصل کرتے ہیں) یا کام پر لگاتے ہیں۔

دنیا بھر میں گھریلو نوکروں کا جو منظر نامہ ابھر کر سامنے آرہا ہے' گھریلو معیشت میں وہ جس طرح کا تعاون دے رہے ہیں' استحصال والے کام کاجی حالات اور مزدور قوانین سے استثنائی وغیرہ کے پس منظر میں جو 2010 میں گھریلو نوکروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایجنڈے کو حتمی شکل میں منظوری دی گئی۔ اتفاق رائے سے طے پایا کہ گھریلو نوکر کام کاج کی اچھی صورت حال یا اچھے حالات میں کام کاج کرنے کے حق دار ہیں' انہیں یہ حق کام کاج کی جگہ پر بنیادی اصول اور حقوق سے متعلق آئی ایل او اعلامیہ کی تجاویز کے تحت فراہم ہونا چاہئے۔ اس زمرے کے کارکنان کو بین اقوامی قانون محنت کے معیارات کے مطابق تمام سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنایا جانا ضروری ہے۔ آئی ایل او کا اصول ہے ''گھریلو کام کے لئے بہترین کام''۔ اس کے تحت گھریلو کام کاج کو ایک ایسا حقیقی کام تسلیم کیا جاتا ہے' جسے باقاعدہ روزگار سے موسوم کیا جاسکے۔ یہاں ملازم اور آجر دونوں قانون سے بندھے ہوں۔ انھیں تمام پہلوؤں کی منظم جانکاری ہو' بیداری/ادارہ جاتی تحریکات متعلقہ افراد کے ساتھ مجموعی گفت وشنید گھریلو نوکروں کے لئے صاف ستھرے کام کے نظریے کا فروغ۔ کام کاج نمٹانے کے لئے انفرادی اور معاشرے کی سطح پر معقول ذرائع موجود ہوں۔

گھریلو ملازمین کی گوناگوں نوعیت کی صورت حال' ان کے کام کاج کی حیثیت کے اردگرد کارفرما غیر واضح حالات اور کم از کم اجرت مقرر کرنے کے لئے قواعد بنانے کے راستے کی مشکلات اور تحفظاتی قوانین کا فقدان وغیرہ مزید پیچیدہ معاملات ہیں کیوں کہ آجر ان کے ساتھ ناروا سلوک' تشدد آمیز سلوک روا رکھتے ہیں۔ کام سے چھٹی ملنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی' کام کاج کے اوقات طے نہیں ہوتے' بڑی تعداد میں دھوکے باز پلیسمنٹ ایجنسیاں استحصال کی ترکیبیں لگاتی ہیں اور غربا کو بہلانے کے لئے تمام ناجائز حربے استعمال کرتی ہیں۔ ہندوستان نے ایک رکن ملک کی حیثیت سے اس مسئلہ پر توجہ دی ہے اور اکتوبر 2008 میں غیر منظم شعبے کے کارکنان کے لئے سماجی تحفظ فراہمی بل کو منظوری دی ہے جو غیر رسمی شعبے میں جس میں گھریلو ملازمین بھی شامل ہیں' کارکنان کے لئے وسیع تحفظاتی اسکیمیں فراہم کرے گا (آئی ایل او 2010)۔ حال ہی میں یعنی 2011 میں گھریلو نوکروں کی افزوں تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے گھریلو نوکروں کے لئے قومی پالیسی وضع کی ہے۔

گھریلو نوکروں کے لئے قومی پالیسی وضع کی ہے۔ خصوصی تحفظات تجاویز کے تحت گھریلو نوکروں کی ہنرمندی کے اضافے کے لئے گنجائش فراہم کرنا' سماجی تحفظات اسکیموں کی توسیع اور نجی پلیسمنٹ ایجنسیوں کے رجسٹریشن کوائف کی بڑے پیمانے پر جانچ پڑتال اور ان کی نگرانی کے لئے میکنزم وضع کرنا شامل ہیں۔

بہار' چھتیس گڑھ' جھارکھنڈ' مہاراشٹر' اڑیسہ' راجستھان جیسی کئی ریاستوں سمیت جنوبی ہند کی تمام ریاستیں مثلاً آندھرا پردیش' کرناٹک' کیرلا اور تمل ناڈو نے گھریلو نوکروں کے کام کاج کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں تاکہ ان کو دیگر سہولتوں کے علاوہ سماجی تحفظات اسکیموں کا فائدہ بھی مل سکے۔ آندھرا پردیش' بہار' جھارکھنڈ' کرناٹک' کیرلا' اڑیسہ اور راجستھان سمیت سات ریاستوں میں میں نے بھی گھریلو نوکروں کے لئے کم سے کم اجرت ادا کئے جانے کی تجاویز متعارف کرائی ہے۔ کیرالا' مہاراشٹر اور تمل ناڈو کی ریاستی حکومتوں نے بہبودی بورڈ بھی قائم کئے ہیں۔ اگرچہ یہ کوششیں قابل تعریف ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ گھریلو نوکروں کو اپنے لئے دستیاب تحفظاتی تجاویز کی راحت کا احساس صرف اسی صورت میں ہوگا جب ان تجاویز کو معقول طریقے سے نافذ کیا جائے' قانون اور قواعد کے ذریعہ ان کی نگرانی کی جائے۔

1۔ زمرہ بندی پانچ میں کاروباری اداروں انجمنوں اور نجی گھروں کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ دو اہم زمروں پر احاطہ کرتی ہے۔ ہاؤس کیپنگ یعنی گھر کی دیکھ بھال (نابالغ زمرہ 512)۔ اس کے تحت گھر کی دیکھ بھال کرنے اور دیگر متعلقہ امور انجام دینے والے کارکنان شامل ہیں نیز باورچی نجی دیکھ بھال اور متعلقہ امور انجام دینے والے بچوں کی نگہداشت کرنے والے اور گھر میں وہ کسی مخصوص شخص کی دیکھ بھال کرنے والے کارکنان (نابالغ گروپ 513)۔ 5121 کے تحت ہاؤس کیپنگ

یعنی گھر کا رکھ رکھاؤ کی اصطلاح کے تحت گھر کے نگراں کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ صرف نگرانی کا کام کرے گا۔ زمرہ بندی 5131 بچوں کے نگہداشت کے کارکن کی تعریف ہے اس طرح کی گئی ہے کہ وہ لوگ جو ''آجروں کے بچوں کی دیکھ بھال اوران کی روزمرہ کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہیں''۔ زمرہ بندی 913 کے تحت گھریلو نوکر اور متعلقہ معاونین' گھر کی صفائی کرنے والے اور کپڑے دھونے والے'' اس کے تحت نجی گھر' ہوٹل' دفاتر' اسپتال اور دیگر ادارے اور متعدد ایسی گاڑیاں شامل ہیں جو گھر کے اندر لگے ساز وسامان کو صاف کرنے اور چمکانے میں کام آتی ہیں۔ اس زمرہ بندی کے تحت گھریلو نوکر صفائی کرنے والے ہاتھ سے دھلائی اور استری کرنے والے شامل ہیں۔ زمرہ بندی 9131 کے تحت گھریلو اور صفائی کرنے والے شامل ہیں جو جھاڑو لگاتے ہیں' ویکیوم مشین کے ذریعہ صفائی کرتے ہیں' مختلف اشیا کو صاف کرنے اور پالیسی کرتے ہیں' گھر کے اندر لگے پردوں وغیرہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں' گھریلو سامان کی خریداری کرنے میں' کھانا تیار کرنے میں' کھانا میز پر سجانے میں اور دیگر گھریلو امور انجام دیتے ہیں (آئی ایل او 2010:30)۔

2 تفصیل کے لئے (آئی ایل او۔2010) ملاحظہ کریں۔3۔ یہ وہ بنیادی اراکین ہیں جن میں پوری آبادی ہے۔

4۔ تاہم گھریلو نوکروں کے تخمینے کے سلسلے میں سرکاری اعداد وشمار میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نیشنل سمپل سروے کے 66 ویں دور میں (جس کے تحت ایک لاکھ گھروں کے نمونوں پر نتیجہ اخذ کیا گیا تھا) یہ بات کہی گئی ہے کہ نجی گھروں میں زیر ملازمت گھریلو نوکر تقریباً 8 فی صد لوگ ملازمت پیشہ ہوتے ہیں۔ اسی وقت لیبر بیورو نے روزگار اور بے روزگاری کے ضمن میں ایک سروے کیا تھا اور 46 ہزار گھروں سے نمونے اکٹھا کئے تھے' تاہم اس سروے کے تحت یکسر مختلف تخمینہ پیش کیا گیا تھا' اس کے تحت کہا گیا تھا کہ تقریباً 27 فی صد باقاعدہ ملازمت پیشہ لوگ' نجی گھروں میں گھریلو نوکرانیوں' چوکیداروں اور باورچیوں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ (آئی ایل او 2013:14)

5۔ یہاں اس بات کا ذکر معقول ہوگا کہ مختصر اس پہلو پر روشنی ڈال دی جائے کہ ''غیر رسمی شعبہ'' کی اصطلاح مقبول عام طور پر ایسے کارکنان کے لئے استعمال کی گئی ہے جو عام طور پر مزدور قوانین اور تحفظات کے تحت نہیں آتے۔ تاہم اس بات پر کوئی اتفاق نہیں ہوسکا کہ غیر رسمی شعبے کی اصل تعریف کیا ہے۔ اس اصطلاح کا استعمال اکثر ہندوستان میں غیر منظم شعبے کے لئے کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں وہی تعریف استعمال کی گئی ہے جو غیر منظم شعبے میں صنعتی اداروں کے قومی کمیشن کے ذریعہ متعین کی گئی ہے (این سی ای یو ایس 2007)۔ چناں چہ کہ غیر منظم شعبے کا اطلاق تمام غیر منظم نجی صنعتی اداروں پر ہوتا ہے جو کسی کی شخصی ملکیت ہوں۔ اس کے تحت ایسے گھرانے بھی شامل ہیں جو مصنوعات اور خدمات کی فروخت اور پیداوار میں مصروف ہوں یا ایسی خدمات فراہم کرتے ہوں جو زیر ملکیت یا شراکت کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی ہوں اور جہاں دس سے کم کارکنان کام کرتے ہوں۔

☆☆☆

حکومت سب کے لئے چوبیس گھنٹے ساتوں دن بجلی کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے پُرعزم

وزیر توانائی نے سو دنوں کی اپنی وزارت کی کارکردگی پر مبنی ایک رپورٹ جاری کرتے ہوئے کہا کہ یکم سے اگست 2014 کے دوران کوئلہ پر مبنی بجلی کی پیداوار میں گزشتہ سال کے مقابلے 21 فیصد کا اضافہ درج کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ سی آئی ایل نے مزید کوئلہ نکالنے کے لئے اصولی طور پر 250 اضافی ریک (پانچ ہزار کروڑ روپئے) خریدنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت چھتیس گڑھ، جھارکھنڈ اور اڑیسہ میں تین اہم ریل لائنوں کے قیام کا کام تیزی سے کر رہی ہے۔ اس سے 2017-18 تک ہر سال 60 ملین ٹن منافع کمانے کی صلاحیت پیدا ہوگی جو 2021-22 تک دو سو ملین ٹن تک پہنچ جائے گی۔

اسی مقدار کے کوئلہ سے زیادہ سے زیادہ بجلی پیدا کرنے کے لئے پرانے اور غیر فعال پلانٹوں (25 سال پرانے: 32500 میگاواٹ) کو جدید ترین اہم پلانٹوں میں تبدیل کرنے کے لئے لنکیج کی خودکار منتقلی۔ تیز رفتار ماحولیاتی منظوری کو یقینی بنانا اور ماحولیات کے تحفظ کے لئے اقدامات۔ شمسی توانائی سے متعلق ساز وسامان کے اینٹی ڈمپنگ ڈیوٹی کے تنازعہ کو بہتر طریقے سے حل کرنا تاکہ ہندوستان میں 'میڈ ان انڈیا' شمسی توانائی کے ساز وسامان کو فروغ حاصل ہو۔ ہوا سے پیدا ہونے والی توانائی کی صلاحیت بڑھانے کے لئے تیز رفتار تخفیف کے فوائد کی بحالی تاکہ ہوا سے بجلی پیدا کرنے والوں کو فائدہ حاصل ہو۔ دیہی علاقوں میں زراعت اور گھریلو استعمال کو علیحدہ کرنے اور نظام تقسیم کو بہتر بنانے کے لئے دین دیال اپادھیائے گرام جیوتی یوجنا (43 ہزار کروڑ روپئے کے اخراجات کا تخمینہ)۔ شہری علاقوں میں بجلی کی ترسیل اور ذیلی ٹرانسمیشن کا قیام بشمول صد فی صد میٹر لگانا اور زیر زمین کیبل لگانا (32600 کروڑ روپئے لاگت کا تخمینہ۔ حکومت نے اگست 2014 میں توانائی کی صلاحیت میں اضافے کے لئے ایک قومی مشن کو منظوری دی ہے۔ اس پر 775 کروڑ روپئے لاگت کا تخمینہ ہے۔ بہتر تکنالوجی کے لئے سرمایہ کاری میں اضافہ اور توانائی کے تحفظ کے لئے ایک نیا ضابطہ وضع کیا جائے گا۔ حکومت ایک بار پھر آئندہ پانچ برسوں کے دوران سبھی گھروں میں 24x7 بجلی کی فراہمی کے لئے اپنی عہد بستگی کو دوہراتی ہے۔

☆☆☆

نیتھا این

خواتین کی نقل مکانی

اور غیر رسمی شعبے میں روزگار

اب تک یہ بات پوری طرح ثابت ہوچکی ہے کہ ترقی پذیر معیشتوں میں غیر رسمی شعبے کی حالت انتہائی نازک ہے اور اس شعبہ کو درمیانی مرحلہ کے طور پر زیادہ دنوں تک نہیں دیکھا جا رہا ہے بلکہ یہ رسمی یا غیر رسمی کی طرف بڑھ رہا ہے ۔غیر منظّم شعبوں میں ملنے والے روزگار 2011-12 کے مجموعی روزگار کا 84 فی صد ہے اور اس میں خواتین کی حصہ داری کی اعلی شرح 96 فی صدتک ہے۔

غیر رسمی شعبے کی ترقی اور دیہات سے شہروں کی جانب نقل مکانی کے درمیان کے تعلق کو کافی عرصے سے تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ 1970 کی دہائی سے غیر رسمی شعبوں میں یہ ہوتا رہا ہے اور تب سے دیہی شہری لیبر مائیگریشن میں بھی اضافہ کا رجحان دیکھا جا رہا ہے۔ مردوں کی ہجرت اس طرح کے تجزیہ کے مرکز میں رہی ہے جبکہ خواتین کارکنان کی ہجرت کو اکثر بہت اہمیت دی گئی ہے (روزگار کے سبب خواتین کی نقل مکانی کو قومی سطح کے تقریبا تمام اعداد و شمار کے ساتھ اکثر برائے نام تناسب میں دکھایا جاتا ہے)۔ حالاں کہ 2007-08 میں شہری نقل مکانی میں خواتین کی نقل مکانی کا فی صد 62 ہے اور وہ کل شہری خواتین کی آبادی کا 46 فی صد ہے۔ خواتین مائیگریشن کے ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سال بہ سال خواتین مائیگریشن کی شرح میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ 1993 میں صرف 38 فی صد شہری عورتوں کے مائیگریشن کے مقابلہ 2007-08 میں 46 فی صد تھا۔ مردوں کی ہجرت کے مقابلے خواتین کی نقل مکانی کے معاملات زیادہ دلچسپ ہیں۔ 1993 اور 2007-08 کے درمیان مردوں کی ہجرت 24 فی صد سے بڑھ کر 26 فی صد ہوگئی یعنی مردوں کی ہجرت میں صرف 2 فی صد کا اضافہ ہوا۔

شہری علاقوں میں 2007-08 میں شادی کی وجہ سے ساتھ ساتھ ہجرت (29 فی صد) کے بعد 61 فی صد خواتین نے ہجرت کی۔ حالاں کہ مجموعی طور یہی پیٹرن 1993 میں بھی تھا۔ رواں سال بھی شادی کی وجہ 31.7 فی صد ساتھ ساتھ ہجرت ہوئی جس میں 49.5 فی صد خواتین نے ہجرت کی۔ شہری علاقوں میں متعلقہ وجوہات کی وجہ سے روزگار کے لئے نقل مکانی میں کمی دیکھی گئی ہے۔ یہ 49 فی صد سے کم ہوکر 27 فی صد ہوگئی۔ یہ اس وجہ سے ہوا کیوں کہ خواتین کی نقل مکانی کا اکثر آبادی کے طور پر تجزیہ کیا جاتا ہے اور خواتین لیبر مائیگریشن کو غیر اہم مان لیا جاتا ہے۔ خواتین نقل مکانی کو لے کر ایک طرفہ اور ڈھلمل رویہ اپنایا جاتا رہا ہے اور آبادی اور این ایس ایس کے اعداد و شمار میں خواتین لیبر مائیگریشن کو لے کر اس کے نقطہ نظر پر اکثر سوال اٹھتا رہا ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے ہونے والے متعدد مطالعے کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ روزگار کے لئے خواتین لیبر کی نقل مکانی بڑی تعداد میں ہوتی ہے۔ خواتین روزگار کے نئے مواقع کی تلاش میں شہری علاقوں کا رخ کرتی ہیں۔ اس سے شہری لیبر مارکیٹ کی تشکیل نو پر گہرا اثر پڑا۔ خاص طور پر علاقائی ارتکاز کے ساتھ غیر منظّم شعبوں میں خواتین مہاجروں کا ارتکاز اوپر رہا ہے۔

اسی پس منظر میں اس مضمون کا مقصد خواتین کی دیہات سے شہروں کی جانب نقل مکانی اور غیر منظّم شعبوں میں ان کے روزگار کے مواقع کے درمیان ربط پر غور و خوض کرنا ہے۔ اس مضمون میں گھریلو کاموں کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان مزدوروں کے زمرہ، نسل، جنس وغیرہ سے واقف کراتا ہے۔

چوں کہ خواتین لیبر مائیگریشن پر اعداد و شمار کی اپنی حدود ہیں۔ اس مضمون کا تجزیہ ان خواتین کے روزگار اسٹیٹس پر مبنی ہے جنہوں نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ وہ مہاجر ہیں (رہائش گاہ کی آخری عام جگہ سے علاحدہ رہائش گاہ کی جگہ)۔ روزگار کی نوعیت اور حالات کے تجزیہ میں روزگار کی حالت محض داخلہ جیسی ہے۔ منظّم روزگار اور کبھی کبھار حاصل ہونے والے روزگار کے تمام زمرے غیر منظّم روزگار سے وابستہ ہیں۔ باقاعدہ روزگار

مضمون نگار سینٹر فار وومنس ڈیولپمنٹ اسٹڈیز، نئی دهلی میں سینئر فیلو هیں۔

جیسا کہ این ایس ایس سروے میں بتایا گیا ہے، حقیقتاً ایک بے شکل اور بے ڈھب زمرہ کی تعریف ہے۔ یہ تعریف روزگار میں باقاعدگی کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتی۔ باقاعدہ کام کا ایک اہم جزو غیر رسمی روزگار بھی ہوسکتا ہے۔ روزگار یا تو غیر منظّم سیکٹر کے اندر اندر یا منظّم سیکٹر کے اندر اندر غیر منظّم روزگار کی طرح ہوسکتا ہے۔

شہری خواتین روزگار کی تصویر اس اعداد وشمار میں زیادہ مدلل نظر آتی ہے کہ تقریباً 36 فی صد مہاجر خواتین 2007-08 میں واضح طور پر غیر منظّم شعبوں میں تھیں۔ غیر منظّم شعبوں میں کام کرنے والی خواتین کی حصہ داری (36 فی صد) یقیناً مرد مزدوروں (57 فی صد) کے مقابلے انتہائی کم ہے حالاں کہ یہ برائے نام نہیں ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ بڑھتی ہی جارہی ہے جیسا کہ پہلے واضح کیا گیا ہے کہ تمام باقاعدہ روزگار منظّم شعبوں میں ہی نہیں ہے جو اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ شعبہ جاتی تجزیہ کیا جائے تاکہ روزگار کی حقیقی نوعیت کے تعلق سے کسی ٹھوس نتیجے پر پہنچا جاسکے۔

شعبہ جاتی تصویر مینوفیکچرنگ اور متعلقہ سرگرمیوں میں غیر مقیم خواتین مزدوروں کی سب سے بڑی حصہ داری (25.4 فی صد) کا حقیقتاً بہترین خلاصہ ہے۔ کاروبار کے بعد ہوٹل اور ریستوران (12.4 فی صد) اور تعلیم (11.1 فی صد) اور زیر ملازمت افراد کے ساتھ ذاتی گھروں (7.7 فی صد) کی باری آتی ہے۔ تعمیراتی کاموں میں تقریباً 5.2 فی صد شہری مہاجر خاتون کارکنان کام کررہی ہیں۔ یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ گھر پر مبنی خاتون مزدوروں کے مقابلہ مینوفیکچرنگ اور تجارتی کاموں میں بہت کم خواتین کارکنان ہیں اور سڑکوں گلیوں میں ریڑی لگانے والی خواتین کی تعداد غیر منظّم شعبوں میں کام کرنے والی خواتین میں اچھی خاصی ہے۔ مطالعہ سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ متعدد اسباب کی بنا پر گھروں میں کام کاج کرنے والی خواتین کو روزگار کے لئے شہروں کی جانب منتقل ہونے والی خواتین کو بڑے سروے میں شامل ہی نہیں کیا جاتا۔ سی ڈبلیو ایس کی جانب سے کرائے گئے ایک کثیر مقامی سروے میں یہ واضح طور پر پایا گیا کہ شہری خواتین مہاجر کی تعداد تیار کردہ فہرست میں 27 فی صد والا گھریلو کام سب سے اوپر تھی۔ تعمیراتی کاموں میں مصروف ایسی خواتین کی تعداد 16 فی صد جبکہ شہروں میں غیر منظّم شعبوں میں کام کرنے والی مہاجر خواتین کی مجموعی تعداد 43 فی صد تھی (مجمدار وغیرہ، 2013)۔ ان دو اہم سیکٹروں کے شہری شعبوں میں کام کرنے والی مہاجر خواتین کے مقابلے غیر مقیم خواتین کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ 2007-08 میں مینوفیکچرنگ شعبوں میں کام کرنے والی مہاجر خواتین کی حصہ داری بہت کم تھی۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ یہاں کے مقامی لیبر کا فی صد بڑھا ہوا تھا۔ دوسری طرف گھریلو کام اور تعمیر میں مہاجر خواتین کی حصہ داری بہت زیادہ ہے۔ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ اس سیکٹر میں وہ کام کرتی ہیں اور کام کرنے کے حالات انتہائی قابل رحم ہیں اور یہی وہ وجہ ہے جو مقامی

مزدوروں کو ان شعبہ میں آنے سے روکتی ہے۔

1999-00 سے 2007-08 کی میعاد میں مختلف شعبوں کی بدلتی اہمیت اور حصہ داری انتہائی دلچسپ ہے۔ اس طرح اس پوری مدت کے دوران مینوفیکچرنگ اور ملازم افراد (جو بڑی حد تک گھریلو کارکنوں کی ذمہ داری ادا کررہے ہیں) کے گھروں میں کام کرنے والی خواتین کی حصہ داری بڑھتی گئی ہے، جبکہ تعلیم، کاروبار اور ہوٹلوں میں ان کی تعداد کم ہوئی ہے۔ غیر مقیم روزگار والے ان سیکٹروں میں گھریلو کاموں کرنے والی خواتین کی تعداد لگاتار بڑھ رہی ہے اور اس حقیقت کو اب کوئی نظر انداز بھی نہیں کررہا ہے۔ شعبہ جاتی ارتکاز کے تناظر میں خاص طور پر جو قابل ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ ان شعبوں میں مرد اور خواتین کی حصہ داری، جبکہ تمام دوسرے مرتکز غیر رسمی شعبوں میں ہجرت کرنے والی خواتین مزدوروں میں خواتین حصہ داری بہت کم ہے (دونوں تارکین وطن اور تمام خواتین کے لئے) گھریلو کام کرنے والی خواتین کی متوقع خاتون مزدوروں کی تعداد زیادہ ہے جن میں سے زیادہ تر تارکین وطن ہیں۔

ٹیبل۔1۔ ہر قسم کے روزگار میں غیر مقیم مزدوروں کا تناسب 2007-08

زمرہ	مرد	خواتین	2007-08 اور 1999-00 کے درمیان مرد	2007-08 اور 1999-00 کے درمیان خواتین
اکاؤنٹ ہولڈر کارکن	25.7	22.9	0.21	-2.21
آجر	2.5	0.7	1.27	0.06
معاون	3	20.3	-0.6	-1.11
باقاعدہ ملازم	56.9	36.2	0.43	6.18
یومیہ	11.9	19.8	-1.31	-3.03

ماخذ: مائیگریشن ان انڈیا' این ایس ایس او یونٹ لیول ڈاٹا۔ 2007-08

اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آخر کیوں غیر منظم شعبوں میں اتنی ساری عورتیں ہیں اور کیوں یہ خواتین غیر منظم شعبوں کے اندر اندر کچھ خاص شعبوں تک ہی مرکوز ہیں۔ مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ لیبر مارکیٹ میں مردوں کے مقابلہ خواتین کم اہلیت رکھتی ہیں کیوں کہ ان کے پاس نسبتاً کم تعلیم اور مہارت ہے۔ اور مارکیٹ کی معلومات بھی ان کے پاس بہت کم ہیں دیگر سروے بتاتے ہیں کہ سماجی اور ثقافتی روایات کے باعث خواتین وقت اور اپنی رفتار سے مجبور ہیں اور یہ روایات انہیں ذمہ داریوں اور سماجی عمل کے دائرے میں جکڑ کر رکھتی ہیں، جو جکڑ روزگار کی ان کی چاہت پر لگام کس دیتی ہے۔ یہ بات ان تارکین خواتین کے لئے خاص طور پر صحیح ہے جنہیں شہری علاقوں میں کسی بھی طرح کا تعاون نہیں ملتا، چاہے وہ تعاون ذاتی ہو، کمیونٹی کا یا پھر صوبائی سطح پر ہو۔

گھریلو کام: خاتو مہاجر مزدوروں کا ایک بڑا حصہ جیسا کہ مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ زیادہ تر مزدوروں کے لئے بین ریاستی منتقلی کے ساتھ گھریلو خدمت بڑی حد تک ایک مکمل طور پر کاروبار ہے۔ (نیتا، 2003، آئی ایس ایس ٹی 2009)۔ اس کے لئے بہت سے عوامل کو ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اہم وجوہات میں مقامی لیبر کی عدم دستیابی اور مقامی مردوں میں کم مزدوری کی وجہ سے پیدا شدہ عدم دلچسپی اور دوسری طرح کی فضول شرائط کو شمار کیا جاتا ہے۔ گھریلو کام کاج میں مہاجر خواتین کا آسان داخلہ انہیں کئی فوائد سے محروم کرتا ہے جو کہ بہت تشویش ناک بات ہے۔ داخلہ کے لئے شاید ہی کسی طرح کی کوئی پابندی ہے کیوں کہ تجارت کے لئے مہارت کا مطالبہ اکثر گھر کے کام کی ہی ایک تفصیل ہے اور اس کا اپنے خود کے گھروں میں خواتین کی طرف سے بڑے پیمانے پر مظاہرہ بھی کیا جاتا ہے۔ عموماً نوجوان خواتین کے لئے ایک ترجیح ہوتی ہے۔ ایسے گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ مزدوروں کی عمر پروفائل بدل گئی ہے اور زیادہ تر نوجوان خواتین شہری علاقوں میں مہاجرت میں شامل ہو رہی ہیں۔

گزشتہ دو دہائیوں میں گھریلو کاموں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے اور مختلف طرح کے گھریلو کو انجام دینے والی عورتیں یا تو باہر رہ کر کام کرتی ہیں یا پھر پارٹ ٹائم کام کرتی ہیں لیکن ان کی رہائش اپنے مسکن پر ہی ہوتی ہے۔ پارٹ ٹائم سسٹم کام دینے والوں کے لئے یہ سہولت فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنے بجٹ کے حساب سے گھریلو کام کاج کو انجام دینے والی خواتین کو آؤٹ سورسنگ کر سکے۔ گھریلو کام کاجی ان کے گھروں میں مختلف کاموں کو انجام دے سکتے ہیں، جہاں وہ کام کرتے ہیں۔ ان کاموں میں شامل ہیں گھر کی صفائی، کپڑوں پر استری، کھانا پکانا، برتن دھونا، بچوں کی دیکھ بھال کرنا، بزرگوں کا خیال رکھنا، خریداری، بچوں کو اسکول لے جانا اور اسکول سے لے آنا اور گھر کے روزمرہ کے کاموں کو انجام دینا۔ گھریلو کاموں میں ذات پات پر مبنی تقسیم بھی کافی ہے۔ پسماندہ ذاتوں کے کارکن جہاں صفائی ستھرائی والے کاموں کو انجام دیتے ہیں' وہیں پسماندہ برادریوں سے تعلق رکھنے والے کارکن کھانا بنانے جیسے کاموں کو انجام دیتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

گھریلو کارکن خاص طور پر دیہی علاقوں سے آئے لوگ ہوتے ہیں جن کی روایتی وابستگی زرعی کاموں سے ہوتی ہے۔ مائیگریشن کی بنیادی اکائی ان لوگوں کی ہے جو باہر رہنے والے کام کاجی ہیں اور یہ اکثر پورا خاندان ہوتا ہے، اگرچہ بہت سے معاملات ایسے بھی ہیں جہاں تنہا خاتون کام کاج کی تلاش میں ہجرت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض صورتوں میں خواتین نقل مکانی کے مقابلے مرد مائیگریشن بعد میں اور اسسٹنٹ کے طور پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ بہت سارے مطالعات میں یہ بتایا گیا ہے کہ غربت، کھانے کی کمی اور روزگار کی پریشانی ہی وہ وجوہات ہیں جو انہیں اپنے اصل مقامات سے ہجرت کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ یہ مطالعہ شہری علاقوں میں گھریلو کام کے مواقع کی دستیابی کے مہاجر کارکنان میں بیداری اور یہاں تک کہ شہری علاقوں کے لئے ان کی ہجرت سے قبل داخلہ کی آسان دستاویز ہے۔ بچوں کے ساتھ خواتین کا اکیلا ہونا (مرد ساتھی سے علیحدگی یا طلاق) بھی خواتین کے مائیگریشن اور گھریلو کاموں میں ان کے کارکن ہونے کے پیچھے ایک بہت بڑی وجہ ہے۔

اگرچہ گھریلو کام کو پارٹ ٹائم کام کی طرح کرنے والوں کے درمیان خاندانی مائیگریشن عام ہوں لیکن خاندانی ہجرت کے پس پردہ عورتوں کے لیے روزگار کا موقع ضرور ایک طاقتور عنصر ہے (کستوری، 1990، نیتا، 2003)۔ کارکنوں کے ایک گروپ کے لئے گھریلو کام اب ان کے لئے ایک باقاعدہ روزگار کی شکل ہے اور ان کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے جن کے بغیر ان کا وجود ایک بڑا مسئلہ ہے۔ کاموں کی یومیہ اور مرد روزگار کے ساتھ آمدنی کو لے کر عدم تحفظ کا احساس خواتین کو اس کے لئے آگے بڑھنے پر مجبور کرتی ہیں کہ انہیں ادائیگی کرنے والا باقاعدہ کام ملتا رہے۔ دیگر زمروں کے لئے یہ ایک غیر مستقل نتیجہ ہے۔ معاشی دباؤ میں کئی خواتین ادائیگی کیے جانے والے گھریلو کام کاج کو پکڑتی اور چھوڑتی رہتی ہیں۔ زیادہ تر خواتین گھریلو کام کاج کو اس لئے زیادہ پسند کرتی ہیں کیوں کہ وہ اقتصادی دباؤ کے مطابق کام کرنے والے گھروں کی تعداد کو گھٹا بڑھا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ گھریلو کاموں کے لئے وقت اور اس وقت کا لچیلا پن خواتین کے لئے اس کو صارف بننے میں مدد کرتا ہے۔ کئی مطالعات میں پایا گیا ہے کہ بہت ساری خواتین نے تعمیری کاموں سے اپنے آپ کو الگ کر لیا ہے اور خود کو گھریلو کاموں میں لگایا ہے۔ متعلقہ عارضی اور گھریلو کام کے باقاعدگی والے پہلو کے علاوہ یہ سرگرمی بھی گھریلو کام میں لچیلے پن کے لئے ذمہ دار ہے۔

سنگل مائیگریشن یا ہم رتبہ گروپ مائیگریشن، گھر کے اندر کام کرنے والوں کے درمیان ایک اہم نقل مکانی کی شکل ہے، جو بہت سے معاملات میں بھرتی کرنے والوں یا ایجنسی کے ذریعہ بحال کیا جاتا ہے۔ ایک کارکن کے ساتھ اکثر منسلک ہونے والی خوبیوں میں ہوتے ہیں، معتبریت، اطاعت اور مہارت۔

اس بحث سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ گھریلو

کام کاج میں ترقی اور خواتین کی نقل مکانی اور اس کے مختلف جہتوں کے درمیان ایک قریبی تعلق ہے۔ گھریلو مزدوروں کی باقاعدہ فراہمی صحیح معنوں میں ایک باقاعدہ بحران بہاؤ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بحران سے دوچار یہ مہاجر کارکن اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیشہ معمولی پیسوں اور معمولی حیثیت کے ساتھ بھی کام کرنے کے لئے تیار رہتے ہے۔ دوسری طرف اس سیکٹر کی غیر منظّم نوعیت کی وجہ گھریلو مزدوروں کی مانگ مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔

غیر منظّم یا غیر رسمی کام کی منتشر نوعیت، کاموں کی زیادتی اور آجروں کا طاقتور ہونا جیسے حقیقی کاموں کے تناظر میں موجود ہے۔ روزگار کے استحکام اور متنوع کام تعلقات کا معاملہ بھی ہے۔ کاموں کی تفصیلات، مزدوری ساخت اور سروس پیکیج انتہائی مختلف اور پیچیدہ ہیں اور یہ سب مل کر اسے اس قدر مسائل سے دوچار کردیتے ہیں کہ خاص مقام پر بھی اسی طرح کی مزدوری کو لاگو کرنے میں خاصی پریشانی ہوتی ہے (نیتا، 2009)۔ کام کے بدلے مزدوری اور کام کو لے کر دوسرے حالات بھی مساوی نہیں ہیں۔ علاقہ وار طور پر ان میں بہت فرق ہے اور یہاں تک کہ ایک ہی شہر کے مختلف مقامات پر ان کی حیثیت ایک جیسی نہیں ہے۔ بڑے شعبوں (جیسے باورچی، صفائی ستھرائی کا کام اور آیا) کے علاوہ ایک ہی زمرہ کے اندر بھی مزدوری کی شرح مختلف ہے۔ یہ اس بات پر منحصر ہے کہ معاہدج کی نوعیت کیا ہے اور کام کاج یا کام کاج کی دوسری خصوصیات کیا ہیں اور یہ سب مکمل طور پر اس بات پر انحصار کرتا ہے کہ بازار متعلقہ معیار کے ساتھ اس کارکن خاص کا رشتہ کیا ہے۔ ہفتہ وار تعطیل، سالانہ چھٹی، زچگی چھٹی، بچے کی دیکھ بھال کے لئے چھٹی وغیرہ شاید ہی اس سیکٹر میں دیے جاتے ہیں۔ کام کے ہر طرح کے حالات اور شرائط، تنخواہ کا تجزیہ، چھٹی اور اسی طرح کی دوسری سہولیات اس بات پر منحصر ہے کہ کس نے کیا طے کیا ہے۔ اس سیکٹر میں کافی ریگولیٹری کا فقدان ہے اور یہی وجہ ہے کہ جنس، نسل اور مائیگریشن کی دوسری باتوں میں پھنسے اس سیکٹر میں غیر منظّم شعبہ کی حالت قابل رحم ہے۔ گھریلو

کارکنوں کو کافی حد تک کور لیبر قوانین کے کوریج سے باہر رکھا گیا ہے، اگرچہ کچھ ریاستوں نے ان مزدوروں کے لئے کم سے کم مزدوری ایکٹ کے فوائد کو بڑھا دیا ہے۔

خلاصہ

درج بالا مباحث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ غیر رسمی شعبے لیبر کا ایک غیر فعال جزو تو نہیں لیکن اس کی جڑیں سماجی اور اقتصادی نابرابری کے ساتھ ضرور جکڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح، تمام سیکٹر کے دروازے بھی مہاجر عورتوں یا تمام نقلی مکانی کرنے والی خواتین کے انتخاب کھلے ہوئے ہیں۔ مہاجر خواتین کی طرف سے کئے گئے کاموں کی نوعیت خاص طور پر کارکنوں کے تناظر میں ہجرت کے طور پر اپنی پوزیشن سے مقرر کیا جاتا ہے جن کے پاس کسی بھی دیگر سماجی سرمایہ اور دیگر طرح کی حمایت حاصل ہے۔ غیر روایتی ان کئی شعبوں کے لئے اہم ہے جہاں نقل مکانی کرنے والی خواتین کا ارتکاز ہے۔ یہ حقیقت ادائیگی کئے جانے والے گھریلو کام کاج کے ذکر سے بھی واضح ہوتا ہے چوں کہ اس طرح کی نقل مکانی کرنے والی خواتین کے لئے وجود کا سوال مرکزی نقطہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں جہاں بھی باقاعدہ ہونے کی گنجائش نظر آتی ہے، وہاں وہ کام کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ ایک خاص سماجی و اقتصادی گروپ سے منسلک گاؤں سے ہجرت کرنے والی ان خواتین کے مسلسل بہاؤ اور ان کا گھریلو کام کاج میں ارتکاز واقعی میں روزگار کو لے کر ان کے درمیان چل رہی مایوسی کا نتیجہ ہے۔ مہاجر خاندانوں اور خاص کر غریب مہاجر جن کے یہاں مردوں کی آمدنی غیر یقینی ہے، وہاں وجود کی بقا کے لئے خواتین کی آمد انتہائی اہم ہو جاتی ہے۔ گھریلو کام کاج جیسے انتہائی غیر رسمی کام بھی مہاجر خواتین کو اقتصادی حالت کے تناظر میں ان کی کارکردگی کی بنیاد لیبر مارکیٹ سے باہر ہونے پر مجبور کرتا ہے۔

گھریلو کام کو اب ایک بریجنگ اکوپیشن کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور جو مہاجر خواتین کی سماجی و اقتصادی نقل و حرکت کی اجازت دیتا ہے۔ یہ پہلے کے بالکل برعکس ہے جہاں کئے جانے والے گھریلو کام کاج کو غیر رسمی شعبہ کے اندر روزگار پذیری کے لئے ایک درمیانی قدم کی طرح دیکھا جاتا تھا۔ اعلی سطح کا غیر منظّم یا غیر رسمی والا یہ منجمد منظر نامہ غیر منظّم سیکٹر کی مہاجر خواتین اور ان کے کام کاج سے متعلق حالات کو لے کر بنیادی مسائل کو اجاگر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ غیر منظّم شعبہ کے اندر متبادل روزگار کی عدم دستیابی گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ تمام شعبوں کے روزگار میں خواتین کی حصہ داری میں کمی کی بڑی تصویر کے پیش نظر یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

☆☆☆

شعبۂ زراعت میں تیز رفتاری

☆ مرکزی وزیر زراعت جناب رادھا موہن سنگھ نے کہا کہ زراعت کے میدان میں مئی 2014 سے اب تک حکومت نے کئی اقدامات کئے ہیں۔ تاکہ شعبۂ زراعت کو فروغ دیا جاسکے۔ مثلاً بیجوں کی اعلیٰ اقسام کی فراہمی، ذخیرہ اندوزی کیلئے زیادہ سے زیادہ جگہ اور کئی طرح کے تحقیقی کام جن سے پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جاسکے۔ وزیر موصوف نے مزید بتایا کہ حکومت نے راشٹریہ کرشی وکاس یوجنا (آر کے وی وائی) اسکیم کا آغاز کیا ہے تاکہ نامیاتی کھیتی کو فروغ دیا جاسکے، اور کیمیاوی انداز سے کی گئی کھیتی باڑی سے پرہیز کیا جاسکے۔

☆☆☆

باپو پی رمیش

اطلاعاتی معیشت میں غیر رسمی کارکنان

ہندوستان کے کال سنٹروں میں روزگار کا عدم تحفظ

اس مضمون میں تبادلہ خیالات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اطلاعاتی معیشت میں بہت سے دیگر غیر معیاری/غیر مخصوص پیشوں کے جبلی عدم تحفظات کا منظم طور سے تجزیہ کرنے اور انہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

غیر رسمی شعبے میں روزگار کو عام طور سے کارکنوں کے روزگار کے سلسلے میں مختلف قسم کے عدم تحفظ اور کمزوریوں سے متصف کیا جاتا ہے۔ ان پیشوں میں غیر اختیاری حالات کے اظہارات میں یہ شامل ہیں: کام کرنے کم منظّم کردہ جگہیں، غیر رسمی کام کے ٹھیکوں کا تعداد میں زیادہ ہونا، آجر اور ملازم کے واضح تعلقات کی عدم موجودگی، کم اجرتیں، کام کرنے کے توسیع کردہ گھنٹے، کام کرنے کے پرخطر حالات، کام کی شدت اور استحصال کی زیادہ سطحیں، سماجی تحفظ اور تحفظاتی / بہبودی اقدامات تک ناکافی رسائی، کارکنان کی اجتماعیت کی تقریباً عدم موجودگی اور مزدوروں کے بنیادی حقوق سے انکار۔ چناں چہ مذکورہ بالا بیشتر (یا سبھی) باتوں کے حامل پیشوں کو عام طور سے غیر رسمی شعبے کے جزو کے طور پر دیکھا جاتا ہے، نیز اس طرح کی کسی بھی (یا تقریباً کسی بھی) باتوں کے حامل پیشوں کو رسمی شعبے کے جزو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن عملی طور سے غیر رسمی اور رسمی شعبے کے علاحدہ علاحدہ خانوں میں پیشوں کی زمرہ بندی کرنا مشکل ہے کیوں کہ (غیر) رسمی ہونے کی حد روزگاروں میں کافی طور سے مختلف ہوتی ہے۔

جیسا کہ غیر منظّم شعبے میں صنعتوں سے متعلق قومی کمیشن (این سی ای یو ایس) نے وضاحت کی ہے، رسمی شعبے میں غیر رسمی روزگار' کے حالات نیز غیر رسمی شعبے میں رسمی روزگار' کے حالات ہوسکتے ہیں (این سی ای یو ایس 2009)۔ چناں چہ کچھ توضیح کرنے والی باتوں کے حامل ہوسکتے ہیں۔ (اور اس کے برعکس)، اس لئے مختلف پیشوں کو رسمی یا غیر رسمی کا نام دینے کے سلسلے میں ٹھوس نتائج پر پہنچتے ہوئے (غیر) رسمی ہونے کی حد کو سمجھنا ضروری ہے۔ اسی پس منظر میں اس مضمون میں ہندوستان میں ایک ظاہری طور سے رسمی اور منظّم پیشے یعنی کال سنٹر کے کام میں غیر رسمی ہونے کے امتیازی اوصاف کا پتہ لگایا گیا ہے۔

کال سنٹر کا کام ہندوستان میں جدید خدمات کے شعبے کے روزگار میں ایک ابھرتا ہوا جزو ہے۔ بادی النظر میں کال سنٹروں میں روزگار معیشت کے رسمی شعبے میں آتا ہے کیوں کہ کام کرنے کی جگہوں کا انتظام کیا جاتا ہے (اکثر جدید سہولیات اور ٹکنالوجی کی حامل خیرہ کرنے والی عمارتوں میں)۔ یہ کمپنیاں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے ذریعے طے شدہ مخصوص ضابطہ جاتی ڈھانچے کے تحت کام کررہی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ روزگار عام طور سے بہتر تنخواہ، سہولیات اور معاوضے کے پیکیجوں کے لئے جانے جاتے ہیں، جہاں کام کرنے کی جگہیں لچک دار، ذرائع مہیا کرانے اور بااختیار بنانے کے طور پر تعبیر کی جاتی ہیں۔ پھر بھی دستیاب چھوٹے تجرباتی مطالعات پر مبنی، ایک قریبی تجزیے سے اس پیشہ میں کام اور کارکنوں کے مضمر عدم تحفظات کے ایک سلسلے کا پتہ چلتا ہے، جس سے اس کے غیر رسمی ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ اس مضمون کے بعد کے حصے میں ہندوستان میں آؤٹ سورسنگ کے شعبے اور کال سنٹر کے کام کے فروغ، ارتقاء اور انحرافات کے سیاق و سباق پر کماحقہ غور کرکے اور ان کا کافی طور پر تصور کرکے، ان پہلوؤں کے بارے میں تفصیل دی گئی ہے۔

ہندوستان میں آؤٹ سورسنگ کا ظہور نیز اس کا فروغ اور ارتقاء

بزنس پروسیس آؤٹ سورسنگ (بی پی او) کال سنٹر کے کام کا انتظام کرنے کا مرکزی اصول ہے۔ کام کی تنظیم

مضمون نگار اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی میں اسکول آف انٹرڈسپلینری اینڈ ٹرانسڈسپلینری اسٹڈیز میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔

کے اس ماڈل کے مطابق ایک سرچشمہ کمپنی کے کچھ غیر اہم کام خاص طور سے کارکنوں پر ہونے والے اخراجات کم کرنے کے لئے کسی پہلے سے نشاندہی کردہ ماتحت کمپنی کو منتقل کردیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ آؤٹ سورسنگ کی منطق پرانی ہے اور کافی عرصے سے دنیا بھر میں اس کی ابتدائی اور نامکمل شکلیں عمل میں رہی ہیں، کام کی تنظیم کی اس شکل پر بہت زیادہ بھروسہ کرنے کی ضرورت مغربی دنیا کی ترقی یافتہ معیشتوں میں کاروباری مقابلے کی شدید سطحوں کے سیاق وسباق میں 1980 کے دہے کے آخر سے آئی ہے۔

کفایتی انتظامیہ کے لئے مسلسل تلاش نے بہت سی کمپنیوں کو اپنے کچھ غیر اہم کام سستی مزدوری والے مقامات میں واقع پہلے سے نشاندہی کردہ معاون کمپنیوں کے لئے منتقل کرنے کی طرف مائل کیا تھا۔ آؤٹ سورس کردہ کاموں کو مناسب طور سے مربوط کرنے کے لئے (سرچشمہ کمپنی کی ضرورت کے مطابق) کفایتی مقابلہ جاتی اور موثر ٹکنالوجی کے امکانات کی دستیابی ایک سازگار عنصر تھا جس سے دور دراز مقامات کے لئے کاموں کے اس طرح کے از سرنو تعین مقام کی تائید ہوئی تھی۔ چناں چہ بی پی او کمپنیوں کا پہلا سیٹ ترقی یافتہ ملکوں کے چھوٹے قصبوں اور دیہی علاقوں میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ چوں کہ شہروں میں اجرتیں گاؤں میں اجرتوں کے مقابلے میں موثر طریقے سے زیادہ تھیں، آؤٹ سورسنگ کے انتخابات سے کام لینے کی وجہ سے سرچشمہ کمپنیوں نے کچھ کارکنوں کے اخراجات پر متعدد کارکنوں کو ملازم رکھا تھا۔ مغربی دنیا میں آؤٹ سورسنگ کرنے کے اس مرحلے کو گھریلو شعبے کی آؤٹ سورسنگ (یا صرف آؤٹ سورسنگ) کے ایک مرحلے کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے کیوں کہ کاموں روزگاروں کو صرف ایک مخصوص ملک کی سرحدوں کے اندر منتقل کیا جاتا ہے۔

بعد میں 1990 کے دہے کے وسط تک مغرب میں آؤٹ سورسنگ کے انتخابات اپنے دوسرے مرحلے یعنی سمندر میں کنارے سے تھوڑی دور میں داخل ہوگئے تھے جس میں عالمی جنوب (مثلاً ہندوستان، فلپائن) میں اب بھی سستی مزدوری والے مقامات کے لئے کاموں کی سرحد پار منتقلی میں نمایاں اضافہ ہوا تھا۔ روزگار موصول کرنے والے ملکوں میں متعدد حالات/عناصر نے پیداواری نظاموں کی اس طرح کی ایک وسیع سرحد پار توسیع میں سہولت بہم پہنچائی تھی۔ ان میں یہ شامل تھے: اطلاعاتی اور مواصلاتی تکنالوجی میں ترقیاتی کے ذریعے پیش کردہ نئے امکانات، فائدہ مند زمانی منطقہ، سستے اور ہنرمند مزدوروں کے ایک وسیع ذخیرے کی دستیابی وغیرہ۔

چناں چہ 1990 کے دہے کے وسط سے خاص طور سے اطلاعاتی تکنالوجی اور اطلاعاتی تکنالوجی پر مبنی خدمات/ بزنس پروسیس آؤٹ سورسنگ کے (آئی ٹی۔ آئی ٹی ای ایس/ بی پی او) کے شعبے میں ہندوستان میں نئی نسل کے پیشوں میں قابل امتیاز گرم بازار رہی ہے۔ حال ہی میں ہندوستان آؤٹ سورسنگ کی عالمی صنعت میں ایک بڑا کھلاڑی بن کر ابھرا ہے اور آئی ٹی۔ آئی ٹی ای ایس/ بی پی او ہندوستان کے سب سے زیادہ تیزی سے ترقی کرنے والے شعبوں میں سے ایک ہے۔ سافٹ ویئر اور خدمات سے متعلق کمپنیوں کی قومی ایسوسی ایشن (ناسکوم) کے تخمینوں کے مطابق جو کہ ہندوستان میں اطلاعاتی تکنالوجی (آئی ٹی) اور بزنس پروسیس آؤٹ سورسنگ (بی پی او) کی صنعت کی سب سے زیادہ نمایاں تجارتی ایسوسی ایشن ہے، جی ڈی پی میں اس شعبے کا حصہ 1998 میں 1.2 فی صد بڑھ کر 2012 میں تقریباً 7.5 فی صد ہوگیا ہے۔ اقتصادی جائزے 2013-14 میں کہا گیا ہے کہ کل عالمی سورسنگ مارکیٹ (انجینئرنگ خدمات اور آر اینڈ ڈی کو چھوڑ کر) میں ہندوستان کا حصہ 2012 میں 52 فی صد کے مقابلے میں 55 فی صد سے زیادہ ہوگیا ہے۔ اس جائزے کے مطابق یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ 2013-14 کے دوران آئی ٹی۔ بزنس پروسیس مینجمنٹ (بی پی ایم) کے شعبے (ہارڈ ویئر کو چھوڑ کر) کی مالیت 10.3 فی صد بڑھ کر 105 بلین امریکی ڈالر کی بقدر ہوگئی ہے۔ اطلاعاتی تکنالوجی سے متعلق قومی پالیسی نے اندازہ لگایا ہے کہ آئی ٹی اور آئی ٹی ای ایس صنعت کی آمدنی 2011-12 میں 100 ملین امریکی ڈالر سے بڑھ کر 2020 تک 300 بلین امریکی ڈالر اور برآمدات کی مالیت 2011-12 میں 69 بلین امریکی ڈالر سے بڑھ کر 2020 تک 200 بلین امریکی ڈالر کے بقدر ہوجائے گی۔ روزگار کے محاذ پر بھی اس شعبے کی کارکردگی کافی موثر ہے۔ اس شعبے میں 2013-14 میں تقریباً 3.1 ملین کارکنوں کے لئے براہ راست روزگار کا اہتمام کیا گیا تھا۔

ہندوستان میں آئی ٹی۔ آئی ٹی ای ایس/ بی پی او کے شعبے کی ترقی وفروغ کو اجمالی نظر سے دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے مرحلے (1990 کے دہے کے وسط سے لگ بھگ 2005 تک) میں روزگار کے مواقع ابتدائی طور سے اس شعبے کے بین اقوامی حصے میں پیدا کئے گئے تھے۔ اس مرحلے کے دوران ملازمین کو غالب طور سے بین اقوامی طور سے آؤٹ سورس کردہ کاروباری کاموں میں لگایا گیا تھا۔ اس مرحلے کے بعد حالیہ برسوں (2005 سے آگے) میں، گھریلو معیشت میں آئی ٹی۔ آئی ٹی ای ایس۔ بی پی او روزگار کی تیزی سے توسیع ہوئی ہے۔ 2009 تک گھریلو شعبے میں روزگار کے پیدا کردہ مواقع کی تعداد تقریباً 4,50,000 تھی اور اضافے کے مجموعی رجحانات سے پتہ چلتا ہے کہ روزگار کے ان اندرونی مواقع میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ ناسکوم کے تخمینوں کے مطابق گھریلو آئی ٹی۔ بی پی او مارکیٹ 2012 میں 20.7 فی صد کی موثر کن شرح سے ترقی کررہی تھی۔

کال سنٹر کے کام کا تصور

ہندوستان کے آئی ٹی۔ آئی ٹی ای ایس/ بی پی او

شعبے کا سب سے زیادہ اہم اور قابل دید جزو کال سنٹرس ہیں' حالاں کہ اس سیکٹر میں ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر کی تیاری' میڈیکل ٹرانسکرپشن' ورڈ پروسیسنگ اور ڈیسک ٹاپ پرنٹنگ' قانونی اور مالی عمل کی آؤٹ سورسنگ' بیک آفس آپریشنس' ڈیزائن اور گرافکس کی تیاری وغیرہ جیسے دیگر کاموں/پیشوں کا ایک سلسلہ بھی شامل ہے۔ کال سنٹروں کی اہمیت نہ صرف جی ڈی پی کے سلسلے میں تعاون کے لحاظ سے ہے بلکہ ان کمپنیوں کے ذریعے فراہم کردہ روزگار کے زیادہ حصے کے لحاظ سے بھی ہے۔

جیسا کہ نام سے پتہ چلتا ہے کہ کال سنٹروں میں کئے جانے والے اہم کام میں آنے والی اور جانے والی فون کالوں سے نمٹنا شامل ہے جو کہ ٹیلی سیلز/مارکیٹنگ اور کسٹمر کیئر/رابطے کے کاموں کے ایک حصے کے طور پر ہے۔ اس کے علاوہ کچھ کال سنٹرس ان کاموں سے بھی نمٹتے ہیں جو بیک آفس خدمات (مثلاً بل بنانا' تنخواہ) اور گاہکوں کی دیگر مدد (مثلاً معلومات/اعداد و شمار مرتب کرنا) پر مشتمل ہوتے ہیں۔ عالمی طور سے نیز ہندوستان میں ان کمپنیوں میں ورک فورسز اور کال سنٹروں کی اکثریت آواز پر مبنی کام میں مصروف رہتی ہے لیکن یہ فرض کرنا غلط ہے کہ تمام کال سنٹرس لازمی طور سے صرف آواز پر مبنی کام انجام دے رہے ہیں۔ ایسے کال سنٹرس بھی ہیں جو آواز پر مبنی نہیں ہیں نیز جو بنیادی طور سے انٹرنیٹ پر مبنی تفاعل (اور/یا ای میل مواصلات) کرتے ہیں۔

گاہک ٹیلی بنیاد پر مبنی ہندوستان میں کال سنٹروں کو دو زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: کیپٹو اور غیر کیپٹو (یا تیسرا فریق) کال سنٹرس۔ جب کہ کیپٹو سنٹرس محض ایک واحد گاہک کی کام کی ضروریات پورے کرتے ہیں' موخر الذکر کمپنیوں کا سیٹ کثیر گاہکوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ہندوستان میں تقریباً تمام صف اول کے کال سنٹر نوعیت کے لحاظ سے کیپٹو تھے لیکن اس وقت ان کمپنیوں کی اکثریت تیسرے فریقی کاموں میں ہے۔ کام اور کام کرنے والی ٹیموں کا عام طور سے اہتمام عمل وار کیا جاتا ہے اور اس لئے کثیر عمل (اور مختلف الاوصاف نوعیت کی ٹیمیں) ایک واحد کال سنٹر میں ایک ساتھ چل سکتے ہیں (جو کہ خاص طور سے تیسرے فریقی سنٹروں کے ساتھ صحیح ہے)۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ کال سنٹرس ہم نوع ادارے نہیں ہیں۔ کمپنی کے سائز نوعیت اور کاموں' کام کرنے کے اوقات' معاوضہ جاتی پیکیجوں' ہیئتی کام کرنے کے حالات' گاہک ٹیلی' گاہکوں نیز کارکنوں کے سماجی و معاشی خاکے کے لحاظ سے کال سنٹروں میں کافی فرق ہے۔

دو جزو: بین اقوامی اور اندرون ملک کال سنٹرس

جیسا کہ مجموعی آئی ٹی۔ آئی ٹی ای ایس/بی پی او شعبے کے معاملے میں ہے' ہندوستان میں کال سنٹروں کی آمد اور پھیلاؤ دو مرحلوں میں ہوا ہے۔ پہلا مرحلہ جو 1990 کے دہے کے وسط سے شروع ہوا تھا اور اس میں تیزی آئی تھی' زیادہ تر عارضی کال سنٹروں کی آمد اور پھیلاؤ سے متصف تھا۔ اس مرحلے کے دوران ہندوستان میں تقریباً تمام کال سنٹروں کی سرگرمیاں بین اقوامی طور سے آؤٹ سورس کردہ خدماتی شعبے کے کام کا حصہ تھیں' جہاں بات چیت کا ذریعہ (خواہ وہ آواز پر مبنی ہو یا غیر آواز پر) زیادہ تر انگریزی تھا۔ لیکن بعد کے اور موجودہ مرحلے میں جو 21 ویں صدی کے پہلے دہے کے لگ بھگ وسط میں شروع ہوا تھا' اندرون ملک کال سنٹروں کا قابل دید فروغ اور پھیلاؤ رہا ہے' جہاں ملازمین میں ابتدائی طور سے ملک کے اندر گاہکوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ ان سنٹروں میں بات چیت کا ذریعہ مقامی گاہکوں کی ضروریات کے مطابق مختلف ہوتا ہے' لہٰذا مختلف سطحوں اور امتزاجوں میں انگریزی ہندی یا علاقائی زبانوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

بین اقوامی ملکی کال سنٹروں کے درمیان فرق نہ صرف کمپنیوں کے لسانی فرق کے لحاظ سے ہے بلکہ بہت سی دیگر چیزوں کی وجہ سے بھی ہے۔ مثال کے طور پر متعدد تجرباتی مطالعات سے پتہ چلا ہے کہ عارضی کال سنٹروں میں کارکنان ملکی جزو میں اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں نسبتاً بخوبی تعلیم یافتہ اور مالی طور سے خوش حال ہیں۔ جب کہ رسمی زمرے میں بیشتر کارکنان ٹھوس تعلیمی پس منظر کے ساتھ شہری اعلی لوگوں (سماجی و اقتصادی طور سے خوش حال حصے) سے تعلق رکھتے ہیں' ملکی کال سنٹروں میں کارکنوں کا ایک اچھا خاصا حصہ دیہی علاقوں سے ہے نیز شہری علاقوں سے تعلق رکھنے والے کارکنان زیادہ تر مالی طور سے/سماجی طور سے کمزور پس منظر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کارکنان کی تعلیم اور ہنر کی سطحیں بھی نسبتاً کم ہیں۔ بین اقوامی اور ملکی کال سنٹروں کے درمیان کارکنوں کے کام اور خاکے کے درمیان اس طرح کے بڑے فرق کے پیش نظر ان حصوں میں کام اور روزگار کے عدم تحفظات پر علاحدہ علاحدہ تبادلہ خیال کرنا مناسب ہے۔

بین اقوامی کال سنٹروں میں غیر محفوظ روزگار اور کارکنان

ہندوستان میں کال سنٹروں کے پھیلاؤ اور فروغ کی ابتدائی مرحلے کے دوران کئے گئے بیشتر رہنمایانہ مطالعات میں اس شعبے میں روزگار کی کمزور بنیاد دیکھنے میں آئی تھی۔ ان مطالعات کے ذریعے فراہم کردہ تفصیلی تجزیوں سے یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ نسبتاً زیادہ تنخواہیں اور کام کرنے کا خیرہ کرنے والے ماحول ہونے کے باوجود (ملکی معیشت کے دیگر شعبوں کے مقابلے میں) یہ شعبہ روزگار کے کم تحفظ' روزگار کے لچک دار طریقوں کے خراب اثرات' سماجی تحفظ کے ناموزوں اقدامات' کنٹرول کے سخت نظاموں کے ساتھ کام کرنے کے سخت نظام' کیریئر/ہنر میں بہتری کے تاریک امکان' کارکنان کی اجتماعیت کی تقریباً عدم موجودگی' سماجی بات چیت کے کمزور نظاموں وغیرہ کا حامل ہے۔

یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس شعبے میں روزگار کا عدم

تحفظ نمایاں طور سے شدید ہے جس کی وجہ سے ٹھیکے/ پروجیکٹ پرمبنی ان کاموں پراس کا بہت زیادہ انحصار ہے جو بین اقوامی طور سے بزنس پروسیس آؤٹ سورسنگ (بی پی او) کے معاہدوں کے ذریعے حاصل کیے گئے ہیں۔ چوں کہ روزگار کے حالات معیشت میں فی الواقع پیدا کردہ کے بجائے حاصل کردہ ہیں، روزگار میں استقلال اور متعلقہ تحفظات کو اکثر اس شعبے کے ساتھ بے میل کے طور پر سمجھا گیا تھا۔

یہ بات وسیع طور سے سمجھی جاتی ہے کہ عالمی پیداواری سلسلوں کے مطلوبہ ڈھانچے کی پابندی اور لاگت کم کرنے کی اس کی مضمر منطق کی وجہ سے اس شعبے میں کمپنیاں کام کی تنظیم، نگرانی اور کنٹرول کے سخت نظاموں کے تعمیل کے ذریعے کام اور ورک فورس کو معقول بنانے کے سلسلے میں سخت کوششیں کرنے پر مائل ہوئیں تھیں۔ نئی معیشت، میں ٹیلرسٹک معیارات کے نتیجتاً بہت زیادہ استعمال کی وجہ سے کام کی شدت اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ کارکنان سائبرتلی بن کررہ گئے تھے۔ مزید برآں غیر صحت مند گھنٹوں، غیر معین نظام الاوقات اور غیر معمولی معیارات کی وجہ سے ملازمین نے اکثر اپنے آپ کو، سماجی طور سے الگ کرنے والے اور ذلیل کرنے والے حالات، میں پایا ہے۔

ایسوسی ایشن کی آزادی پر پابندیوں اور نتیجتاً نمائندگی/ آواز کے عدم تحفظ کے لحاظ سے کارکنان کے بنیادی حقوق کی شدید عدم موجودگی کو بھی وسیع طور سے بیان کیا جاتا ہے۔ پراحتیاط طور سے منصوبہ بند انتظامی حکمت عملیوں کے ذریعے کارکنان کو اکثر افراد کے طور پر کام کرنے کی تربیت دی جاتی ہے، جن کی سماج کاری کے طریقوں کو انتظامیہ کے ذریعہ مقرر کردہ مطلوبہ حدوں کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔ تعلق اور خیال رکھنے والے منتظمین کے ساتھ اس شعبے میں انسانی وسائل کے نظم ونسق کے بدلے ہوئے نمونے بھی کارکنان کی ایسوسی ایشنوں/ اجتماعیتوں کی روایتی شکلوں کے ذریعے کارکنوں کو منظّم ہونے سے محدود کرتے ہوئے پائے گئے ہیں۔

مجموعی طور سے ہندوستان میں کال سنٹروں کی آمد کے پہلے مرحلے (1990 کے دہے کے وسط سے 2005 تک) کے دوران روزگار کے معیار کے بارے میں تحقیق کی مرکزی توجہ عالمی طور سے آؤٹ سورس کردہ کام کے انتخابات کے جبلی اور مضمر خطرات کو سمجھنے پر تھی۔ چناں چہ یہ دکھایا گیا تھا کہ نئی نسل کے ان پیشوں میں قابل دید طور سے جبلی عدم تحفظات، کمزوریاں اور معقول کام کی کمیاں ہیں۔

ملکی کال سنٹروں میں زیادہ عدم تحفظات

اس شعبے میں روزگار کا معیار ہندوستان میں آؤٹ سورسنگ کے دوسرے (اور موجودہ) مرحلے میں مزید خراب ہوا ہے، جہاں ملکی شعبے کی کمپنیوں کی ضرورت پوری کرنے والے روزگار میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

ملکی کال سینٹروں کے بارے میں ایک رہنمایانہ مطالعے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ملکی کال سنٹر ورک فورس کے خاکے، کام کی تنظیم، کام کرنے کی شرائط، کام سے متعلق تعلقات وغیرہ کے لحاظ سے اپنے بین اقوامی ہم پلہ کال سنٹروں سے نمایاں طور سے مختلف ہیں۔ کام کرنے کے اوقات میں نمایاں تبدیلیوں اور گاہکوں کی تبدیل شدہ ضروریات کے باوجود ملکی شعبے میں کام سے روزگار کے شدید عدم تحفظ اور کام کرنے کے غیر موثر حالات کا اظہار ہوتا ہے۔ ان پیشوں کو کم تنخواہوں کے پیکیجوں، کام کرنے کی غیر موثر شرائط ہنر کی کم سطحی ضروریات اور کنٹرول کے سخت نظاموں سے متصف کیا جاتا ہے۔

بین اقوامی کال سینٹروں کے برخلاف ملکی حصے میں بہت سی کمپنیاں کم سے کم بنیادی ڈھانچے، شور مچانے والی ہلکی ٹکنالوجیوں اور کام کرنے کی جگہ پر خراب سہولیات کے ساتھ کام کررہی ہیں۔ کام کرنے کی بھیڑ بھاڑ والی جگہوں نیز کام کی نگرانی کرنے کے لئے روایتی نگراں عملے کے ساتھ اس طرح کے سنٹر اکثر غیر رسمی شعبے میں مٹھائی کی حسب معمول دکانوں کے مشابہ ہوتے ہیں جہاں ملازمین سخت کنٹرولوں، کام کرنے کے طویل کردہ گھنٹوں اور استبدادی انتظامی طریقوں سے مشروط ہوتے ہیں۔ ان سنٹروں میں وسیع پیمانے پر استحصال خاص طور سے ان کمپنیوں میں کارکنان کی اجتماعیت کی لگ بھگ عدم موجودگی کی وجہ سے کسی بندش یا پابندی کو نہیں جانتا ہے۔ ہنر کو بہتر بنانے کے بہت کم امکان کے ساتھ، کام روزگار کے عدم تحفظات کی کافی سطحوں کے ساتھ کم رہتا ہے اور پھر ایک اور نمایاں پہلو سماجی تحفظ اور کارکنان کی بہبود کے اقدامات کی بے پایاں طور سے کم سطحیں ہیں۔

پھر ایک اور مطالعے کی تحقیقات سے بھی ان تحقیقات کی ازسرنو تصدیق ہوتی ہے۔ اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ آئی ٹی اور آئی ٹی ای ایس۔ بی پی او شعبے کے ملکی حصے میں روزگار کا معیار اس شعبے کے بین اقوامی حصے کے مقابلے میں غیر پرکشش ہے۔

اختتامی کلمات

مذکورہ بالا تبادلہ خیالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو کال سنٹروں میں روزگار (کام کرنے کی منظّم جگہوں، ضابطہ ڈھانچوں کی تعمیل نسبتاً سخت شرائط، کام کرنے کے حالات وغیرہ جیسی خصوصیات کی وجہ سے) رسمی نظر آتا ہے، لیکن دیگر بہت سی خصوصیات بھی ہیں، جن کی وجہ سے ان سنٹروں میں کام غیر رسمی شعبے میں کام زیادہ ملتا جلتا ہوجاتا ہے۔ لہذا کال سنٹروں میں روزگار کی صحت اور ملازمین کی بہبود کو مستحکم بنانے کے لئے پروگرام، پالیسیاں اور قانونی/ ضابطہ جاتی اقدامات وضع اور شروع کرتے ہوئے روزگار کے عدم تحفظات کے ان پہلوؤں پر غور کرنا اور ان کی اصلاح کرنا لازمی ہے۔ اس مضمون میں تبادلہ خیالات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اطلاعاتی معیشت میں بہت سے دیگر غیر معیاری/غیر مخصوص پیشوں کے جبلی عدم تحفظات کا منظّم طور سے تجزیہ کرنے اور انہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

کیا آپ جانتے ہیں؟

فارینسک آڈیٹنگ

فارینسک آڈیٹنگ دراصل ایسے آڈیٹنگ کو کہتے ہیں جس میں مالیاتی محاذ پر ہونے والے جرائم مثلاً چوری، دھوکہ دہی وغیرہ کی تفتیش کے لئے شواہد جمع کرنے میں اکاونٹنگ تکنیک کا استعمال کیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے فارینسک آڈیٹنگ کو بعض اوقات فارینسک اکاونٹنگ بھی کہا جاتا ہے۔فارینسک آڈٹ یہ طے کرنے کے لئے کیا جاتا ہے کہ آیا کوئی غلط کام تو نہیں کیا گیا ہے یا غبن تو نہیں کیا گیا ہے یا ایسا کسی مبینہ ملزم کے خلاف بعض معاملات میں شواہد جمع کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔اس کام میں بالعموم کسی کمپنی یا ادارہ کے مالی لین دین کی تفصیلی جانچ کی جاتی ہے خاص کر ایسے معاملات میں جب اس پر دھوکہ دہی کا شبہ ہو۔یہ تفتیش مرحلہ وار ہوتی ہے۔ پہلے مرحلے میں منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔اس مرحلے میں آڈیٹنگ تکنیک کے ذریعہ ایسے شواہد اور اطلاعات یکجا کئے جاتے ہیں کہ یہ مبینہ دھوکہ دہی کتنے عرصے سے جاری ہے، اسے کس طرح انجام دیا گیا اور کیسے نگاہوں سے بچا کر رکھا گیا۔اس مرحلے کے بعد نظر ثانی کا عمل ہوتا ہے اور آخر میں کلائنٹ کو رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔یہ سب کچھ اس بات کو متعین کرنے کے لئے کیا جاتا ہے کہ کیا واقعتاً دھوکہ دہی کی گئی اور اگر ہاں تو اس میں کون کون ملوث تھا اور یہ طے کیا جاتا ہے کہ اس سے کلائنٹ کو کتنا مالی نقصان اٹھانا پڑا۔اس کے بعد تفصیلات کلائنٹ کو پیش کی جاتی ہیں اور بعد میں اسے سرٹیفائیڈ فارینسک آڈیٹر عدالت میں پیش کرتے ہیں۔یہ آڈیٹر دھوکہ دہی، غبن یا مالی امور میں تنازع وغیرہ سے متعلق معاملات کے ماہر ہوتے ہیں۔یہ تربیت یافتہ آڈیٹنگ ماہرین کسی فرد یا کمپنی کے مالی ریکارڈ کی جانچ کرتے ہیں اور ایسے مناسب شواہد جمع کرتے ہیں جو قانونی چارہ جوئی کے لئے نہایت سودمند ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں کمپنی ایکٹ 2013 کی دفعہ 177 کے تحت آڈٹ کمیٹی کو تفتیش کرنے کا حق اور بیرونی ذرائع سے ماہرانہ مشورے حاصل کرنے اور اطلاعات حاصل کرنے کے لئے کمپنیوں کے ریکارڈوں تک مکمل رسائی کا حق حاصل ہے۔قانون یہ بھی کہتا ہے کہ مرکزی حکومت، کسی کمپنی کے دھوکہ دہی کی جانچ کے لئے نوٹیفیکیشن کے ذریعہ سیریئس فراڈ انوسٹی گیشن آفس (ایس ایف آئی او) کے نام سے ایک دفتر قائم کرسکتی ہے۔جس کا سربراہ ایک ڈائریکٹر ہوگا اور اس میں بینکنگ، ٹیکس امور اور فارینسک آڈٹ کے ماہرین کو شامل کیا جائے گا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان فارینسک آڈیٹنگ کمپنی کے پی ایم جی کے لئے تیزی سے ترقی کرتا ہوا ملک ہے۔ کمپنی کے ہندوستانی ڈویژن میں 691 افراد کام کرتے ہیں۔اس نے 2013 میں ہندوستان میں 1220 انکوائریاں کیں جب کہ 11-2010 میں یہ تعداد 77 تھی۔

(مرتب: وائیکا چندرا، سب ایڈیٹر یوجنا انگریزی)

(ای میل:vchandra.iis2014@gmail.com)

ٹوکیو میں ہندوستانی برادریوں سے وزیراعظم کا خطاب

☆وزیراعظم جناب نریندر مودی نے یہاں ٹوکیو میں ایک استقبالیہ میں جاپان میں رہنے والی ہندوستانی برادری کے لوگوں سے خطاب کیا۔انہوں نے جاپان کے اپنے دورہ کو نہایت کامیاب قرار دیا اور تین اعشاریہ پانچ ٹریلین ین کی سرمایہ کاری کا خصوصی طور پر ذکر کیا جس کا جاپان نے وعدہ کیا ہے۔انہوں نے چھ ہندوستانی کمپنیوں پر سے پابندیاں اٹھائے جانے کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ یہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کی وجہ سے ہی ممکن ہوا ہے جو اعتماد کے مضبوط رشتے پر مبنی ہیں۔

وزیراعظم نے وارانسی کیوٹو ساجھے داری سٹی مفاہمت نامہ پر دستخط کیے جانے پر بھی اطمینان کا اظہار کیا اور امید ظاہر کی کہ وارانسی کیوٹو کی طرح ایک جدید وراثت کا شہر بن کر ابھرے گا۔وزیراعظم نے کہا کہ انہوں نے جاپان کے شہنشاہ اکھیتو اور جاپانی وزیراعظم شن زو ابے دونوں کو بھگود گیتا تحفے کے طور پر پیش کی۔2019 تک سوچھ بھارت کی اپنی سوچ کا ذکر کرتے ہوئے وزیراعظم نے جاپان میں ہندوستانی برادری کے ہر کنبے سے اپیل کی کہ وہ ہر سال ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے جاپان کے پانچ کنبوں کو ترغیب دیں۔انہوں نے جاپان میں ہندوستانی برادری سے یہ بھی اپیل کی کہ وہ حکمرانی کے بارے میں اپنی تجاویز پیش کریں جو ویب سائیٹس پر ان کی حکومت نے شروع کی ہے۔وزیراعظم نے کہا کہ 21 ویں صدی ایشیا کی صدی ہوگی۔لیکن اس کی شکل کیا ہوگی۔اس کا دارومدار اس بات پر ہوگا کہ ہندوستان اور جاپان کے درمیان کسی نوعیت کے تعلقات ہیں اور وہ کونسی قدروں کو وفروغ دیتے ہیں۔اور کونسی سمت یہ دنیا میں لے گی۔انہوں نے جاپان میں ہندوستانی برادری سے اپیل کی کہ وہ اس تناظر میں اپنی اہمیت کو اجاگر کریں۔

☆☆☆

حسن مثنیٰ

دور جدید میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت

اس میں شک نہیں کہ آج ذرائع ابلاغ دولت اور طاقت کی علامت ہیں یعنی جس کے پاس جس قدر مضبوط اور وسیع ذرائع ترسیل وابلاغ ہیں وہ اسی قدر طاقتور تصور کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اسی کی برکتوں سے فیض یاب ہو کر پوری دنیا میں سماجی ومعاشی ترقی حاصل کرتا ہے۔اس موضوع میں ''ذرائع ابلاغ'' کلیدی لفظ ہے یعنی ایسے ذرائع جن کے سہارے ایک فرد دوسرے افراد یا گروہ تک پہنچ سکتا ہے، جن کے سہارے وہ اپنے پیغامات کی ترسیل کا عمل انجام دے سکتا ہے، یعنی یہ ایک ایسا میڈیم ہے جس کے ذریعہ ہم تفریحی، تعلیمی، معاشی، ثقافتی، تہذیبی اورادبی سرگرمیوں سے متعلق اطلاعات ومعلومات کو ایک دوسرے تک بہ آسانی روانہ کر سکتے ہیں جس کے لئے ماضی میں اشاروں کنایوں، تصویروں، جانوروں، پرندوں، حتی کہ ڈھول، نگاڑوں وغیرہ کا سہارا لیا جاتا تھا، لیکن عہد حاضر میں ایسا نہیں ہے اور ذرائع ترسیل وابلاغ کا بے کراں سمندر جاری وساری ہے۔شاید اسی کے پیش نظر اب اسے کئی زمروں میں تقسیم کیا جانے لگا ہے۔

ان ذرائع ابلاغ میں سب سے پہلے ٹائپ شدہ الفاظ پر مبنی ذرائع ترسیل وابلاغ کی بات کی جائے جس میں اخبارات ،رسائل و جرائد واور کتابیں وغیرہ آتے ہیں۔آج بھی کئی افراد ایسے ہیں جن کی صبح اخبارات کے ساتھ ہوتی ہے اور انہیں اس وقت تک نیند نہیں آتی جب تک وہ کتابوں کی ورق گردانی نہ کر لیں خواہ وہ قصہ کہانیوں کی شکل میں ہو یا پھر افسانہ یا تنقید وشاعری کی شکل میں یعنی یہ ایسا میڈیم ہے جس کی اہمیت ہر زمانے میں رہی ہے خواہ وہ دور قدیم ہو کہ دور جدید۔اس کے بعد آواز والفاظ پر مبنی ذریعہ ترسیل وابلاغ کا دور دورہ ہوا یعنی ایسی ایجادات منظر عام پر آئیں جن میں ان دونوں میڈیم کا استعمال کیا جانے لگا اس قسم کے ذرائع ابلاغ میں ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، کیسٹ اور سی ڈیز وغیرہ کا شمار کیا جاتا ہے کہ ان سے نابینا، ناخواندہ افراد بھی فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

اس میدان میں ایف ایم ریڈیو کے آنے سے ایک نیا انقلاب آیا ہے جس کی توسیع میں موبائل نے بھی اپنا حصہ ادا کیا ہے کہ اب تقریباً تمام موبائل سیٹ ایف ایم سے لیس رہتے ہیں جو نہ صرف تفریح کا سامان مہیا کرتے ہیں بلکہ مختلف خبریں اور اطلاعات بھی بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی تیسری قسم وہ ہے جس میں آواز، الفاظ اور تصاویر تینوں ہی میڈیم کا استعمال ہوتا ہے یعنی اب ان ذرائع ترسیل وابلاغ کا دور دورہ ہے جس میں ٹیلی ویژن، ویڈیو ،فلم، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ شامل ہیں۔یہاں خصوصی طور پر ٹیلی ویژن ویڈیو اور فلم کی بات کی جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ ایسا ذریعہ ابلاغ ہے جس نے پوری دنیا میں سب سے زیادہ اہم اور متاثر کن رول ادا کیا ہے اور شاید اسی بناء پر اس نے گلوبل میڈیا کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔

اس کی واحد وجہ صرف یہ ہے کہ یہ ذریعہ ابلاغ آواز اور تصویر کے سہارے ترسیل کا عمل انجام دیتا ہے جو پڑھے لکھے،ان پڑھ،امیر غریب اور نوجوان ،عمر دراز حتیٰ کہ بچوں کو بھی بڑی آسانی سے اپنی طرف راغب کر لیتا ہے۔ان ذرائع ابلاغ میں ایک عجیب قسم کی قوت تسخیر ہوتی ہے کچھ اس حد تک کہ اس کے ناظرین اپنی حقیقی زندگی میں بھی اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ادھر مختلف چینلوں نے خبروں اور حالات حاضرہ کے علاوہ تفریحی پروگراموں مثلاً ٹیلی سیریلوں، فیچر فلموں اور رقص وموسیقی وغیرہ کے پروگراموں میں بہت حد تک رنگا رنگی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا ہے، اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اب ہم اس کے بغیر زندہ رہ سکیں یہ ہماری سوچ سے پرے ہوتا جا رہا ہے۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج مختلف چینلوں کے کئی پروگراموں کا عوم بڑی بے صبری سے انتظار کرتے ہیں جو اس ذریعہ ابلاغ کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔مختصر یہ کہ آج سبھی ذرائع ترسیل وابلاغ اپنی اپنی معنویت اور اہمیت رکھتے ہیں اور انہیں کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ دور جدید عوامی ذرائع ترسیل وابلاغ کے انقلاب کا عہد ہے جس کے فروغ میں بیسویں صدی کا کردار حد درجہ اہم ہے۔کیونکہ اسی صدی میں برقی لہریں، وائرلیس، ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل جیسی

مضمون نگار رانچی کالج رانچی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

ایجادات نے ایسا جال بچھا دیا ہے جس سے آج تمام عالم انسانیت کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں سہولیات میسر آ رہی ہیں یعنی اگر اس رو سے دیکھا جائے تو اکیسویں صدی کے آغاز سے بہت قبل ہی ماس میڈیا کے میدان میں ہم نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ ہم اطلاعات کے سپر ہائی وے پر گامزن ہو گئے تھے جس میں مزید ترقی کے امکانات روشن ہیں۔

اس طرح پوری دنیا سماجی، تہذیبی، ثقافتی اور معاشی حتیٰ کہ ذہنی اور نفسیاتی سطحوں پر ایک دوسرے سے قریب آتی جا رہی ہے اسی لئے ہم نے اسے انفارمیشن ایج قرار دیا ہے جس کی بدولت اب ایک عالمی گاؤں یعنی گلوبل ویلج کا تصور ظہور پذیر ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کسی موضوع پر ہمارے سوچنے اور عمل کرنے کے انداز میں بھی نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے اور اب ہم دنیا کو تہذیب یافتہ، پر از معلومات اور جدید سے جدید تر بنانے کے لئے کوشاں ہیں جب ہی تو مارشل میک لوہن نے بھی کہا ہے کہ:

''سماج کو نئی شکل دینے میں فکر سے کہیں زیادہ ان میکانیکی ذرائع کا ہاتھ ہوتا ہے جو فکر کی اشاعت کو ممکن بناتے ہیں۔ الیکٹرانک انفارمیشن ٹیکنالوجی ٹیلی گراف، ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم اور کمپیوٹر ہماری تہذیب کو نئی شکل دے رہے ہیں''۔

اس قول کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے مختلف ادارے مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، موبائل وغیرہ نے معاشرے میں اپنی اہمیت اور افادیت کا سکہ کچھ اس طرح قائم کر رکھا ہے کہ آج شاید ہی کوئی گھر یا فرد ایسا ہو جس کے پاس ماس میڈیا کے یہ آلہ جات موجود نہ ہوں۔ یعنی ذرائع ترسیل و ابلاغ اپنی اہمیت کے پیش نظر تمام حدوں سے ماوراء ہو گئے ہیں خواہ وہ جغرافیائی حدود ہی کیوں نہ ہوں۔ آج میڈیا کسی بھی واقعہ، شخص، صلاحیت اور اطلاعات و معلومات کو چند لمحوں میں مرکز توجہ بنانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس میں سوشل میڈیا کا اہم کردار ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سوشل میڈیا نے تو ہمارے صحافتی اداروں کو ایک چیلنج بھی پیش کر دیا ہے کہ اگر وہ کوئی خبر یا معلومات پوشیدہ بھی رکھنا چاہیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ یہ کام ایک ٹویٹ کے ذریعہ کر دیتے ہیں کئی بار تو ٹویٹ کی ہوئی چیزیں اس قدر وائرل ہو جاتی ہیں کہ اسے بھی موضوع بحث بنانا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب مختلف صحافتی ادارے سوشل میڈیا کو اہم مانتے ہوئے اس پر خاص توجہ دے رہے ہیں۔

کیا ہم اسے ذرائع ترسیل و ابلاغ کا کرشمہ نہیں کہیں گے کہ ملک کے ایک گوشہ میں بیٹھا آدمی چند سکینڈوں اور لمحوں میں ہزاروں میل دور بیٹھے افراد سے بلکہ پوری دنیا سے اپنا رابطہ قائم کر لیتا ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں مختلف علوم و فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، تعلیم و تفریح سے مستفیض ہونے کے بھرپور مواقع میسر ہو رہے ہیں انفوٹینمینٹ کے انہیں ذرائع کے توسط سے آج ہمارے خیالات، جذبات اور احساسات متاثر ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق ہم اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ دور جدید میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ یہ ہماری زندگی پر نہ صرف انفرادی طور پر اثر انداز ہو رہا ہے بلکہ یہ ہمارے معاشرے پر اجتماعی طور پر بھی اثر انداز ہو رہا ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہم اسی کے ذریع کنٹرول کئے جا رہے ہیں۔ شاید اسی لئے ولبر شرم نے کہا تھا کہ عوامی ذرائع ترسیل و ابلاغ دنیا کا نقشہ بدل دیں گے اور یہ بات آج صد فیصد درست ثابت ہو رہی ہے کیوں کہ مختلف ذرائع ابلاغ نے ایک گلوبل کمیونیٹی یعنی عالمی برادری کے امکانات کو مزید روشن کر دیا ہے۔

اس بات سے ہم سبھی بخوبی واقف ہیں کہ آج ہم Information Explosion, Knowledge Explosion اور Infotainment کے دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، موبائل اور انٹرنیٹ نے اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے اور یہ ذرائع ترسیل آج بھی نت نئے انداز میں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ ان ذرائع ترسیل و ابلاغ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ہر لمحہ بدلتی زندگی کو مزید بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ ابتداً ایسا محسوس کیا جانے لگا تھا کہ کسی خاص ایجاد سے دوسری ایجاد پر منفی اثرات مرتب ہوں گے یا ان کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔ مثلاً ایک دور ایسا آیا جب یہ خیال کیا جانے لگا کہ ٹیلی ویژن کی ایجاد سے ریڈیو کی اہمیت میں کمی واقع ہو جائے گی یا پھر موبائل کے آنے سے ٹیلی فون اپنی اہمیت سے محروم ہو جائے گا یا پھر دنیا اگر انٹرنیٹ اور ورلڈ وائڈ ویب (World Wide Web) کے حصار میں آ گئی تو دیگر ذرائع ترسیل و ابلاغ کم اہم ہو جائیں گے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ ان سبھی نے ہماری ترقی و خوشحالی کو استحکام بخشنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اس ضمن میں اسمارٹ فون نے تو کمال ہی کر دیا ہے کہ اب اگر آپ کے پاس اسمارٹ فون ہے تو سارے کام Smartly یا بہ آسانی ممکن ہیں، جن میں دوستوں سے بات چیت یعنی چیٹنگ، گیمنگ، انٹرنیٹ سرفنگ، اور آن لائن میٹنگ سبھی کچھ شامل ہے۔ یہاں تک کے اب بچے اسکول کے پراجیکٹس بھی فون کی مدد سے تیار کر لے رہے ہیں۔ ایسے میں اگر کسی ادارے کا نقصان ہوا ہے تو وہ صرف انٹرنیٹ کیفے ہی ہیں کہ اب تو ہر شخص کی جیب میں کیفے موجود ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے ساتھ ساتھ ذرائع ترسیل و ابلاغ یعنی میڈیا کو حکومت کا چوتھا ستون گردانا گیا ہے۔ اب یہ ان ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کے تین ستونوں سے متعلق اطلاعات کو پوری ایمانداری کے ساتھ عوام تک پہنچائیں۔ اگر ایسا ممکن ہو پایا تو ہمارا معاشرہ جنت نشان بن جائے گا اور ذرائع ترسیل و ابلاغ لائق پرستش قرار پائیں گے۔

☆☆☆

دھنیا سنال

پانی سے پیدا ہونے والے امراض:

مقابلے کیلئے تیار ہوں

پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والے امراض چونکہ روایتی سرحدوں کو عبور کررہے ہیں اس لئے کارروائیوں کو ان ممالک تک پھیلانے کی ضرورت ہے جہاں یہ امراض فی الحال پھیل رہے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے عوام کو حامل امراض اور پانی سے پیدا ہونے والے امراض سے لاحق خطرات کے تئیں بیداری پیدا کرنے اور اس صورتحال سے خود کو محفوظ رکھنے کی غرض سے کام کرنے کیلئے کنبوں اور سماج کو متحرک کرنے کیلئے معلومات بہم پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے۔

اسسٹنٹ ڈائرکٹر، پی آئی بی تھیروانت پورم

بظاہر معمولی سی نظر آنے والے مچھر اور مکھی کی آپ کے جسم پر چھوٹی سی چبھن آپ کی زندگی کو تہ و بالا کرسکتی ہے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ پانی سے پیدا ہونے والے امراض کی وجہ سے ہر سال دس لکھ سے زائد اموات واقع ہوتی ہیں؟ جی ہاں پانی سے پیدا ہونے والے امراض کی وجہ سے ہونے والی اموات کی تعداد میں خطرات حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ گرم آب و ہوا بہت زیادہ درجہ حرارت اور آب و ہوا میں اومس کی وجہ سے انسان میں شدید جسمانی اور ذہنی تبدیلیاں آتی ہیں۔ وہ تیزی سے سانس لیتا ہے جس کے نتیجے میں طاقت اور توانائی میں کمی آتی ہے۔ ایسے حالات میں اسے لو لگنا اور دوسرے جسمانی امراض جیسے خطرات کا سامنا ہوتا ہے۔ گرم ماحول جرثوموں اور بیکٹریا کی افزائش کیلئے نہایت موزوں ہوتا ہے اور یہ کیڑے مکوڑوں کے پھیلنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اس عالمی یوم صحت کے موقع پر عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے امراض کے اس گروپ کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے جو کیڑے مکوڑوں اور پانی سے پیدا ہونے والے دوسرے امراض پیدا ہوتے ہیں اور انسانوں کی صحت اور معیشت پر بوجھ ڈالتے ہیں اور اس حالت کو کم کرنے کیلئے کیا کرنے اور کیا نہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت سارے لوگ جو انفکشن سے جانبر ہوتے ہیں وہ مستقل طور پر کمزور، بدشکل، معذور یا نابینا ہوجاتے ہیں۔

اس سال کے عالمی یوم صحت کا اہم جملہ ''اسمال بائیٹ بگ تھریٹ'' ہے، جو پانی سے پیدا ہونے والے امراض کے خطرے کی جانب توجہ مرکوز کرتا اور پانی سے پیدا ہونے والے امراض کی روک تھام کیلئے مل کر کام کرنے کی غرض سے حکومتوں، بلدیاتی اداروں، سماجی گروپوں اور افراد کو سفارشات کرنے کیلئے مجبور کرتا ہے۔ اس سال کے عالمی یوم صحت کے پیغام میں کہا گیا ہے کہ مچھر، مکھی، جوں اور کھٹمل آپ کے گھر اور سفر میں آپ کی اور آپ کے کنبے کی صحت کیلئے خطرہ پیدا کرسکتے ہیں۔

علم امراض وبائی: ۔ حامل امراض وہ آرگنا زم ہوتے ہیں جو جراثیم اور پیراسائٹس کو ایک متاثرہ شخص (یا جانور) سے دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ پانی سے پیدا ہونے والے امراض، انسانی آبادی میں انہی جرثوموں اور پیراسائٹس سے پھیلتے ہیں اور پوری دنیا میں پھیلنے والے امراض میں ان کا تخمیناً حصہ 17 فیصد ہے۔ اگرچہ یہ بیماری عام طور پر گرم علاقوں میں پائی جاتی ہے جہاں 40 فیصد آبادی کو اس سے خطرہ لاحق ہے۔ عالم کاری، آب و ہوا کی تبدیلی اور شہر کاری نے پانی سے پیدا ہونے والے امراض کی ترسیل کو متاثر کیا ہے اور یہ ان ممالک میں پائے جاتے ہیں جہاں ماضی میں انہیں کوئی جانتا بھی

نہیں تھا۔

پانی سے پیدا ہونے والے اہم امراض

احتیاط وروک تھام

پانی سے پیدا ہونے والے امراض کو کم کرنے کیلئے پانی سے پیدا ہونے والے امراض کی روک تھام کی پوری صلاحیت کو بروئے کار لانے کا وقت آ گیا ہے۔ 1940 کی دہائی میں سنتھیٹک جراثیم کش ادویہ کی دریافت 40 کی دہائی میں جراثیم کش ادویہ کا بڑے

نمبر شمار	مرض کا نام	حامل امراض	سبب	تحقیق
1۔	ڈینگو	متاثرہ مادہ ایڈیز آیجپٹی مچھر	وائرس	2.5ارب سے زائد افراد۔یعنی دنیا کی کل آبادی کے 40 فیصد آبادی کو اب ڈینگو کا خطرہ لاحق ہے۔
2۔	ملیریا	متاثرہ مادہ اینوفیل مچھر	پیراسائیٹ پلازموڈیم	دنیا کے 97 ممالک میں ملیریا پھیل گیا ہے جس کے نتیجے میں تقریباً 3.4ارب افراد کو خطرہ لاحق ہے۔
3۔	لمفیٹک فلیریاسس یا الیفنٹیاسس (فیل پائے)	متاثرہ کولیکس، اینوفیلز ایڈیز مچھر	فلیریا کے پیراسائیٹ	فی الحال 120 ملین سے زیادہ افراد متاثر ہیں اور 40 ملین افراد معذور یا ان کے جسم اس سے متاثر ہوئے ہیں۔
4۔	چکن گونیا	متاثرہ مادہ ایڈیز آیجپٹی مچھر	وائرس	اس بیماری کا کوئی مخصوص علاج نہیں ہے۔صرف علامتی علاج ہوتا ہے۔
5۔	زرد بخار	متاثرہ ایڈیز مچھر اور ہیما گوگس	وائرس	زرد بخار سے بچاؤ کے احتیاطی قدم میں ٹیکہ کاری سب سے اہم ہے۔ اس کا کوئی مخصوص علاج نہیں ہے۔
6۔	شسٹوزومائسس	متاثرہ پانی۔ صاف پانی کے گھونگھے کے ذریعہ جاری کردہ پیراسائیٹ کے لاروا	پیراسائیٹ ٹرماٹوڈ فلیٹ ورم (خون چوسنے والی جونک)	صاف پانی اور صفائی ستھرائی سے محروم غریب آبادی میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔
7۔	چاگس مرض (امریکن ٹرائی پانو سومیاسس)	ٹرائٹومینس بگس (کھٹمل)	پروٹوزواں پیراسائیٹ ٹرائپانوسوما کروزی	پوری دنیا میں خصوصاً لاطینی امریکہ میں 70 سے 80 لاکھ افراد اس مرض میں مبتلا ہیں۔اس کے کوئی علاج نہیں ہے۔
8۔	کونگو کریمین ہیموریج فیور	کیڑے مکوڑے اور مویشی	نائیرو وائرس	شرح اموات 40 فیصد تک بڑھی۔ اس کے علاج کیلئے انسانوں یا مویشیوں کے لئے کسی قسم ادویہ دستیاب نہیں ہے۔
9۔	ہیومن افریکن ٹرائی پانوسومائسس (نیند کی بیماری)	متاثرہ ٹیس ٹیس مکھی	پروٹوزوآن پیرائیٹ	بروقت مرض کی تشخیص اور علاج کے بغیر یہ بیماری مہلک بن جاتی ہے۔
10۔	لسمانیاسس (کالا آزاد)	یہ متاثرہ مادہ سینڈ فلائیز سے پیدا ہوتا ہے۔	پروٹوزوآن لشمانیا پیراسائیٹ	ہر سال کالا آزار کے ایک لاکھ 30 ہزار نئے معاملات سامنے آتے ہیں اور 20 سے 30 ہزار اموات ہوتی ہیں۔
11۔	لائم	متاثرہ ہرن کے کیڑے	بوریلیا بیکٹریا	دنیا کے شمالی علاقوں میں جانوروں کے جسم پر پائے جانے والے کیڑوں سے پیدا ہونے والی بیماریاں عام ہیں۔
12۔	آنکوسرسیاس (ریور بلائنڈ بلائنڈنس)	متاثرہ کالی مکھیاں سمولیم ایس پی پی	پیراسائٹ جونک آنکوسرسا	ڈبلیو ایچ او کے ذریعہ 2013 میں کولمبیا کو آنکوسرسیاسس بیماری سے آزاد ملک قرار دیا گیا۔
13۔	جاپانی انسیفلائٹس	کیولیکس مچھر	وائرس	اس مرض میں ٹیکہ کاری انتہائی احتیاطی قدم ہے۔ اس کا کوئی خاص علاج نہیں ہے۔

پیمانے پر استعمال، ایک بڑی کامیابی تھی اور اس کے نتیجے میں 1950 کی دہائی میں پانی سے پیدا ہونے والے کئی اہم امراض کو کامیابی کے ساتھ قابو میں کیا گیا۔ لیکن گذشتہ دو دہائیوں کے دوران پانی سے پیدا ہونے والے متعدد امراض دنیا کے نئے حصوں میں دوبارہ پیدا ہوئے یا پھیلے ہیں۔ پانی سے پیدا ہونے والے امراض کے دوبارہ پھیلنے کے خطرے کے ساتھ جراثیموں میں بڑھتی قوت مدافعت بھی سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔ دریں اثناء دنیا کو ماہ حشریات اور پانی سے ہونے والے امراض کے ماہرین کی شدید

قلت کا سامنا ہے۔ یہ ماہرین پانی سے پیدا ہونے والے امراض کی روک تھام کے بہتر طریقے کے طور پر ''انٹگریٹڈ ویکٹر منجمنٹ'' کو فروغ دیتے ہیں۔ اس طریقہ کار میں مرکب اور بہ لحاظ قدر و قیمت میں اضافے کے ساتھ قدرتی کیڑے مارے ادویہ کے استعمال کیلئے گھریلو ادویہ کے چھڑکاؤ کی شکل میں مختلف مداخلتوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے مربوط انتظام وانصرام سے جغرافیائی محل و قوع پر اثر انداز ہونے والے پانی سے پیدا ہونے والی مختلف بیماریوں کے تئیں بیداری پیدا ہوتی ہے۔

پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچاؤ اور روک تھام کے اہم عناصر میں درج ذیل شامل ہیں:

• کیڑوں سے بچاؤ کی دیرپا جالیاں
• گھریلو طور پر تیار ادویہ کا چھڑکاؤ
• گھروں سے باہر ادویہ کا چھڑکاؤ
• پانی میں کیمیائی اشیا کا اضافہ
• کوائیلز، ویپورائزنگ میٹس جیسے کیڑوں سے بچاؤ کی اشیا
• حامل امراض کیڑوں کی افزائش میں کمی
• پیراسائیٹس، جراثیم کش یا دوسرے آرگنزم کے ذریعہ حامل امراض کی حیاتیاتی روک تھام
• جینیاتی روک تھام کی حکمت عملیاں
• کوڑے کباڑ کا بہتر نظم
• ہاؤسنگ موڈیفکیشن
• حامل مرض سے ذاتی تحفظ • سیاحوں کے لئے میڈیکیشن • پروفائی لیکسس اور بچاؤ کی تھراپیاں • لمفیٹک فائیلر یاسس، سوسٹومیاسس، آن کوسیر یاسس کا علاج۔ • جاپانی انسیفلائٹس، ٹک بورن، انسیفلائٹس اور زرد بخار۔ • مرض چگاس اور کرائمن۔ کونگو ہیمونیج فیور کے معاملے میں خون اور جسم کے اندر موجود رقیق مادے کا تحفظ • مرض چگاس اور ٹک سے پیدا ہونیوالی انسیفلائیٹس معاملے میں خوراک کا تحفظ' پانی سے پیدا ہونے والے امراض کی روک تھام میں حائل اہم چیلنجوں میں:

☆ جراثیم کش ادویہ کے مقابلے میں قوت مدافعت میں اضافہ
☆ حامل مرض کی روک تھام میں ہنرمندی کا فقدان
☆ حامل مرض اور ان کے امراض کی نگرانی
☆ صفائی ستھرائی اور صاف پانی تک رسائی
☆ جراثیم کش سے بچاؤ اور پوائزننگ
☆ آب وہوا اور ماحولیاتی تبدیلی

پانی سے پیدا ہونے والے امراض سے عام طور پر سماج کا غریب ترین طبقہ اور کم ترقی یافتہ ممالک متاثر ہوتے ہیں۔ بیماری اور معذوری لوگوں کو اور ان کے کنبے کو محنت کرنے اور رکی ہوئی اقتصادی ترقی کیلئے کام کرنے میں مانع ہے۔ 1948ء میں عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ٹی او) کے قیام کی سالگرہ منانے کے لئے ہر سال سات اپریل کو یوم عالمی صحت منایا جاتا ہے۔ ہر سال ایک مرکزی خیال کا انتخاب ہوتا ہے جس میں عوامی صحت کے ترجیحی شعبے پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یہ دن ہر سماج کے افراد کو ایسی گرمیوں میں شامل ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے جس سے صحت کی صورتحال بہتر ہوسکتی ہے۔ مالیہ برسوں کے دوران غیر سرکاری اداروں (این جی او)، پرائیویٹ سیکٹر اور سائنسی برادری کی مدد سے صحت سے متعلق وزارتوں کے عزائم و علاقائی اور عالمی صحت اقدامات کی تجدید کے نتیجے میں پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والے چند امراض کے واقعات اور شرح اموات کو کم کرنے میں مدد ملی ہے۔

پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والے امراض چونکہ روایتی سرحدوں کو عبور کر رہے ہیں اس لئے کارروائیوں کو ان ممالک تک پھیلانے کی ضرورت ہے جہاں یہ امراض فی الحال پھیل رہے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے عوام کو حامل امراض اور پانی سے پیدا ہونے والے امراض سے لاحق خطرات کے تئیں بیداری پیدا کرنے اور اس صورتحال سے خود کو محفوظ رکھنے کی غرض سے کام کرنے کیلئے کنبوں اور سماج کو متحرک کرنے کیلئے معلومات بہم پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے۔

(پی آئی بی فیچر)

☆☆☆

نغمہ نعیم

تمباکو نوشی' معاشرے کی لعنت

تمباکونوشی ہمارے معاشرے میں روز بہ روز بڑھتی ہی جارہی ہے۔اس کو روکنے یا کم کرنے کی کوششیں ناکام ہوتی جارہی ہیں۔سب کچھ جانتے ہوئے بھی لوگ اس کے استعمال سے باز نہیں آتے۔ایک اندازہ کے مطابق دنیا بھر میں تقریباً 50 لاکھ لوگ تمباکو کے استعمال سے لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔

ہندوستان میں تمباکو کھانے سے ہر سکنڈ میں ایک آدمی کی موت ہوتی ہے۔ 10 فی صد منہ کا کینسر تمباکو کی وجہ سے ہوتا ہے۔دنیا بھر میں منہ کے کینسر کے مریض سب سے زیادہ ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ہندوستان میں تمباکو سے تیار ہونے والی مصنوعات میں سگار' سگریٹ 'بیڑی' حقہ' پائپ' ہکلی' چلم وغیرہ شامل ہیں۔ ہندوستان میں کثیر آبادی اس نشہ کی عادی ہے۔تمباکو کھانا' حقہ اور سگریٹ نوشی یہاں عام بات ہے۔ بڑے بزرگ پان میں تمباکو ڈال کر چباتے ہیں' نوجوان فیشن میں سگریٹ کے دھوئیں اڑاتے ہیں۔یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے غلط صحبت میں کا شکار ہوکر گٹکا اور تمباکو کو کھیل سمجھتے ہیں۔زیادہ تر گھروں میں تمباکو کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوتا ہے اور اسے بڑوں کو کھاتے دیکھ کر بچے بھی اس کا شکار ہوجاتے ہیں۔کبھی کبھی مذاقاً تو کبھی شوق میں اور پھر آگے چل کر اس کے عادی ہوجاتے ہیں۔اسی طرح کچھ نوجوان گھروں سے دور رہتے ہیں۔ انہیں کسی کا خوف نہیں ہوتا' لہٰذا وہ بے خوف ہوکر اس کا استعمال کرتے ہیں۔کچھ شوقین اپنا غم دور کرنے کے لئے اس کا استعمال کرتے ہیں۔تمباکو کے کچھ تاجر بھی اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے طرح طرح کے طریقے اپنا کر لوگوں کو اس کا عادی بناتے ہیں۔ بہرحال وجوہات خواہ جو بھی ہوں لیکن انسان سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس

کے استعمال سے گریز نہیں کرتا۔نشہ خواہ کسی بھی قسم کا ہو' انسانی صحت کا بہت بڑا دشمن ہے۔ انسان کو قبل از وقت موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔نشہ طرح طرح کا ہوتا ہے۔ مثلاً شراب' بھنگ' سگریٹ' بیڑی' چرس اور گانجہ وغیرہ' ان سب میں تمباکو اور گٹکا ایسا نشہ ہے جسے بہ آسانی منہ میں رکھ کر گھر اور باہر گھوما جاسکتا ہے اور کم قیمت پر ہر جگہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس کی مقبولیت دن بہ دن بڑھتی ہی جارہی ہے حالاں کہ عالمی سطح پر اس سے بچاؤ کی مہم چلائی جارہی ہے مگر رنگ برنگے چمکیلے اور جاذب نظر پان کی سجی دکانیں اور ڈھابوں اور بازاروں کی رونق بنے ہوئے ہیں۔کم قیمت پر مل جانے والے اس زہر کے شوقین یہ نہیں جانتے کہ وہ فوری طلب کو مٹا کر قدرت کی عطا کردہ نعمت اپنی قیمتی زندگی کو برباد کررہے ہیں۔

تمباکو کا استعمال کرنے والوں میں معمولی آمدنی والے قلی اور مزدور سے لے کر آفس کے بابو اور آفیسر تک شامل ہیں۔کچھ لوگ پان میں تمباکو کو پسند کرتے ہیں تو کچھ گٹکا' سگار' حقہ اور سگریٹ نوشی سے اپنے ذوق کی تسکین کرتے ہیں اور ہر کسی پر یہ شوقین اپنی زندگی کے لمحات کم کرتے جاتے ہیں۔بغیر دھوئیں والی نشہ کی چیزوں میں تمباکو والا پان' پان مسالہ سپاری' سورتی' مین پوری تمباکو' ماوا (کھینی)' چبانے والا تمباکو اور تمباکو کا پاؤڈر وغیرہ شامل ہیں۔

تمباکو سے ہونے والے نقصانات

تمباکو سے ہونے والے نقصانات سے معصوم عوام کو آگاہ کرنا ہر جانکار شخص کا اخلاقی فریضہ ہے کیوں کہ عام لوگوں کے ساتھ طلبہ میں اس کے بڑھتے شوق کو دیکھ کر صورت حال اور بھی سنگین ہوگئی ہے۔سائنسی دلائل کے ساتھ تمباکو کے نقصانات کا عوام تک پہنچانے کا کام'

C-6/2 ریڈیو کالونی' کنگس وے کیمپ' دہلی۔9

کتابوں، رسالوں، اخبارات اور دیگر میڈیا کے ذریعہ اچھی طرح سے کیا جاسکتا ہے۔ تمباکو کا استعمال کرنے والے افراد مختلف امراض میں شروع سے ہی مبتلا ہوجاتے ہیں جیسے قبض رہنا، دہانا تنگ ہوجانا، منہ میں چھالے پڑ جانا، نیند نہ آنا، قے ہونا، دم پھولنا، جسم میں رعشہ پیدا ہوجانا وغیرہ۔ آگے چل کر یہ بیماریاں خطرناک شکل اختیار کرلیتی ہیں اور کینسر بن جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ دل کے مریضوں کی تعداد میں تمباکو استعمال کرنے والے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تمباکو کھانے یا سگریٹ نوشی کے بعد اچانک جسم میں خون کا بہاؤ بڑھ جاتا ہے جو نہایت ہی مضر ثابت ہوسکتا ہے۔ اس طرح کسی بھی قسم کا نشہ حاملہ خواتین کے لئے بہت نقصان دہ ہوتا ہے۔ ایسی خواتین جو دوران حمل نشہ کرتی ہیں، ان کے بچے یا پیدائش سے قبل ہی مرجاتے ہیں یا بہت ہی کمزور پیدا ہوتے ہیں اور ان کی یہ پیدائشی کمزوری عمر بھر رہتی ہے۔

سگریٹ نوشی سے 90 فی صد پھیپھڑوں کے کینسر اور پھیپھڑوں کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جس سے سانس لینے میں پریشانی ہوتی ہے۔ تمباکو خون کے اچھے کلوسٹرول کو کم کردیتا ہے۔ جس سے صالح خون کی کمی ہوجاتی ہے۔ منہ کی بہت سی بیماریاں صرف تمباکو کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مسوڑھے گل جاتے ہیں، دانتوں کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے، دانتوں کی جھریوں میں سیاہی جم جاتی ہے، ہونٹ کالے پڑ جاتے ہیں اور پورا منہ اندر سے کٹا کٹا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تمباکو نوشی بھوک کو ختم کردیتی ہے جس کی وجہ سے جسم کمزور ہوجاتا ہے اور لگاتار تمباکو نوشی سے یہ کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔ جسم خاطر خواہ غذا نہ ملنے سے بھی کمزور ہوتا جاتا ہے، جس سے قوت مدافعت بھی کم ہوجاتی ہے اور اس سے مختلف قسم کی بیماریاں انسانی جسم پر حملہ کردیتی ہیں۔ ان میں ٹی بی سرفہرست ہے۔

تمباکو نوشی عارضہ دل سے منسلک عوامل میں سرفہرست ہے نیز بلڈ پریشر کے لئے ممکنہ خطرے کے طور پر سگریٹ نوشی کو ایک یقینی امر کے طور پر تسلیم کیا جاچکا ہے۔ سگریٹ کے دھوئیں میں موجود نکوٹین اور دیگر گیسیں خون میں موجود صحت بخش خلیوں کی تعداد کو کم کردیتا ہے۔ جب کہ تمباکو مردوں کی قوت تولید کو کم کردیتا ہے۔ یہ ان جراثیم میں انحطاط پیدا کردیتا ہے جن سے تولید ہوتی ہے۔ بالآخر یہ تمام صورت حال انسان کو اس جگہ پر لاکر کھڑا کرتی ہیں کہ انسان کو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اگر وہ انسان مالی اعتبار سے بحال ہے تو وہ ہزاروں، لاکھوں روپے خرچ کرنے سے بھلے ہی بچ جائے لیکن پہلی سی توانائی واپس نہیں آتی۔ حیرت انگیز بات تو یہی ہے کہ ایک طرف تو انسان صحت مند رکھنے کے لئے طرح طرح کی تدابیر کرتا ہے۔ صحت بخش غذائیں اور مقوی چیزوں کو

استعمال کرتا ہے، وہیں دوسری جانب شعوری یا لاشعوری طور پر ان چیزوں کا شکار ہوجاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہیں۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جو کہ تمباکو نوشی اور نشہ آور چیزوں کے نقصانات کے بارے میں تھوڑا بہت نہ جانتا ہو لیکن تعجب کی بات تو یہی ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انسان انجان بنا رہتا ہے۔

تمباکو کیا ہے؟

دراصل تمباکو ایک پیڑ کا پتا ہے جسے سکھا کر نشہ آور بنایا جاتا ہے۔ اس کے اندر کم و بیش 4000 زہریلے مادوں میں سے ایک نکوٹین بھی ہے۔ نکوٹین جسم میں پہنچ کر خون میں سرایت کرجاتی ہے اور فوری طور پر ایک مصنوعی تازگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ خون میں جب جب اس کی مقدار کم ہوتی ہے تو جسم بار بار اس کی مانگ کرنے لگتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انسان اس کے استعمال کا عادی ہوجاتا ہے اور اپنے جسم کی مانگ پوری کرنے کے لئے بلاتوقف سگریٹ یا کسی اور نشہ کا استعمال کرنے لگتا ہے۔ اس طرح کا نشہ پوری دنیا میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی قدیم زمانہ سے اس کا رواج چلا آرہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستانیوں نے یوروپ والوں سے اس کا استعمال سیکھا ہے۔ تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ 1615 میں شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ میں برطانیہ کے جیمس اول نے سر طامس رو کو اپنا سفیر بنا کر ہندوستان بھیجا تھا۔ تین سال تک وہ شہنشاہ کی خدمت میں رہا۔ جہانگیر اکثر اسے دربار میں بلاتے تھے اور گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک موقع پر سر طامس رو نے جہانگیر کو ایک تصویر اور تمباکو کا پتا پیش کیا۔ شہنشاہ کو مصوری سے بے حد لگاؤ تھا۔ انہوں نے تصویر کو بہت پسند کیا اور تمباکو کے خواص سن کر بہت خوش ہوئے۔ فرشی حقے میں خمیرہ تمباکو کا چلن غالباً تبھی سے عام ہوا اور پھر دھیرے دھیرے اس لعنت نے ہندوستان میں اپنی جڑیں مضبوط کرلیں۔

مغربی ممالک نے سائنسی تحقیقات اور ادویاتی معلومات میں بے پناہ ترقی کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی شوقین لوگوں کے لئے سرور و انبساط کے نئے نئے طریقے بھی ایجاد کردیئے ہیں جن پر قابو پانا یکلخت مشکل ہوگیا ہے کیوں کہ منشیات کی تجارت نے بین اقوامی صورت اختیار کرلی ہے۔ اس کے استعمال میں امریکہ، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، فرانس اور برطانیہ جیسے ممالک سرفہرست ہیں۔ اس کے علاوہ مشرقی ممالک میں بھی یہ خطرناک بیماری برابر ترقی پذیر ہے اور ان مصنوعات سے دولت کمانے کا سلسلہ جاری ہے۔ ایسی صورت حال میں ماہرین امراض اور معالجین کی ذمہ داری ہے کہ سگریٹ نوشی کے مضر اثرات اور اس لعنت سے نجات حاصل کرنے کے بارے میں مکمل جانکاری عوام کے سامنے رکھیں تاکہ مریض کا صحیح علاج ہوسکے اور تمباکو کا کوئی ایسا متبادل تیار کریں جس سے لوگ تمباکو کو ہمیشہ کے لئے بھول جائیں اور صحت مند دل و دماغ کے ساتھ معاشرے کی تشکیل کریں۔

☆☆☆

ڈاکٹر سنتوش جین پاسی/ ڈاکٹر وندنا سبھر وال/ محترمہ اکانشا جین

ماں کا دودھ:

صحت کو فروغ دینے والا اور حیات افزا طریقہ کار

وقت پر ماں کا دوده دینا اور خاص طور سے 6 ماہ کی عمر تک صرف ماں کا هی دوده دینا اور اس کے بعد بچوں کو اضافی غذا بهی دینے اور دو سال یا اس سے بهی زیادہ دنوں تک ماں کا دوده دینے سے بچوں کو اسہال، پیچش، اور نمونیا جیسے متعدد امراض سے بچایا جاسکتا هے اور اس کے ساتھ هی بچوں کی شرح اموات کو کم کیا جاسکتا هے۔

مناسب نشوونما اور ترقی کیلئے ہر ایک بچے کو خاص طور سے ابتدائی دنوں میں معقول تغذیہ، مناسب دیکھ بھال، پیار و محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ماں کا دودھ شیر خواری کے دنوں/ بچپن میں 6 ماہ تک کی عمر کے بچوں کو صرف ماں کے دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی دوسری چیز کی نہیں ہوتی۔ بچوں کو ضرورت کے مطابق صرف ٹانک یا طبی امداد دی جاسکتی ہے۔

6 ماہ تک کی عمر کے بچے کو ماں کا دودھ ہر قسم کا تغذیہ فراہم کرتا ہے۔ جس کی اس کی نشوونما اور ترقی کیلئے ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا شیر خوار بچوں کو پہلے 6 ماہ کے دوران صرف ماں کا دودھ ہی دینا چاہیئے یعنی صرف ماں کا دودھ ہی اور اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز یہاں تک پانی بھی نہیں دینا چاہیئے۔ تغذیہ کے علاوہ ماں کے دودھ کا دوسرا اہم تعاون یہ ہے کہ ماں اور نوزائیدہ بچے کے درمیان مثبت رابطہ قائم ہوتا ہے جس کا بچے کے ذہنی فروغ پر راست مثبت اثر پڑتا ہے۔ ماں کا دودھ جہاں نوزائیدہ بچے کی جسمانی اور ذہنی ترقی کو تیز کرتا ہے وہیں 6 ماہ کے بعد بچے کو تھوڑی مقدار میں محفوظ غذا دینا ضروری ہوجاتا ہے جس سے بچوں کی تغذیاتی ضرورت اور ماں کے دودھ سے حاصل ہونے والے تغذیہ کے درمیان کی کمی دور ہوسکے۔ لہذا ابتدائی دنوں/ وقت پر ماں کے دودھ کی فراہمی معاون خوراک کے ساتھ بچے کی مناسب نشوونما کیلئے ضروری ہے۔ اگر بچے صحت مند ہوتے ہیں تو ملک صحت مند ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں ملک کی پیداواریت اور اقتصادی ترقی بہتر ہوگی۔

ماں کا دودھ نوزائیدہ، شیر خوار اور چھوٹے بچوں کی خوراک کا قدرتی اور سستا وسیلہ ہے۔ مصنوعی/ باہر کی خوراک کے مقابلے ماں کا دودھ قابل استطاعت خوراک کا طریقہ ہے اور یہ گھر کے بجٹ کو بھی متاثر نہیں کرتا ہے۔ ماں کا دودھ ذہنی ترقی اور سیکھنے کی صلاحیت بڑھاتا ہے اور اس طرح ملک گیر پرائمری تعلیم میں آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ یہ ہر ایک بچے کو زندگی میں اچھی شروعات دیتا ہے اور جنسی نابرابری کو دور کرتا ہے۔ اس نے ابتدائی عمر میں بچوں کی شرح اموات میں تقریباً 13 فیصد کی کمی کی ہے۔ اس سے آئندہ استقرار حمل کا خطرہ بھی کم ہوتا ہے اور اس طرح یہ بچوں کی پیدائش کے درمیان کے فاصلے کو بڑھانے میں بھی مدد کرتا ہے۔ اگر نوزائیدہ بچے کو پیدائش کے ابتدائی 6 ماہ کے دوران صرف ماں کا دودھ دیا جاتا ہے تو ایچ آئی وی سے متاثرہ ماں سے بچوں میں ایچ آئی وی کی منتقلی کا بھی خطرہ کم ہوتا ہے۔ ماں کے دودھ سے فارماسیوٹیکل، پلاسٹک اور ایلومینیم کے کچروں کی پیداوار کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے اور اس طرح ماحولیاتی پائیداری یقینی ہوتی ہے۔ اس سے مشترکہ نشانہ کیلئے کام کرنے میں مختلف علاقوں، شعبوں، مہارت اور تجربہ رکھنے والے افراد کی سماجی شراکت کا بھی فروغ ہوتا ہے۔

عالمی سطح پر ہر سال پیدا ہونے والے 135 ملین

☆ڈاکٹر سنتوش جین پاسی، سابق ڈائرکٹر، انسٹی ٹیوٹ آف ہوم اکونومکس (دہلی یونیورسٹی)

☆☆ڈاکٹر وندنا سبھر وال، اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ آف ہوم اکونومکس (دہلی یونیورسٹی)

☆☆☆محترمہ اکانشا جین، ریسرچ ایسوسی ایٹس، پی ایچ این، ایل ایس ٹیک وینچرز پرائیویٹ لمیٹیڈ (گڑگاؤں)

بچوں میں سے 60 فیصد بچوں کو غذا کے طور پر ماں کا دودھ نہیں ملتا اور ماں کے دودھ کی جگہ پر دوسری غذا کے طور پر ادا کرنا پڑتی ہے۔ معیشت کے علاوہ ماں کے دودھ کی بجائے دوسری غذا سے نوزائیدہ/شیر خوار بچوں کی شرح اموات کے خطرے میں اضافہ کے علاوہ سماج میں نفسیاتی۔ سماجی حالت سے متاثرہ امراض اور انفکشن کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

دوسری جانب جو بچہ اپنی زندگی کے ابتدائی 6 ماہ کے دوران صرف ماں کا دودھ لیتا ہے تو اس میں ان بچوں کے مقابلے میں جنہیں نے ماں کا دودھ معقول مقدار میں نہیں ملا ہے یا جنہیں ماں کا دودھ نہیں دیا گیا ہے، ان میں ذیابیطس، امراض قلب، ہائپر ٹینشن جیسے امراض کے واقعات بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اس کا فائدہ بچوں میں بڑے ہونے کے بعد بھی یعنی ان کی درمیانی عمر/بڑی عمر تک ہوتا ہے۔

یہ اتفاق ہے کہ ماں کا دودھ اور معاون غذا کی فراہمی آٹھویں ملینیم ڈیولپمنٹ گولز (ایم ڈی جی) سے منسلک ہے۔ مختلف حکومتوں اور اقوام متحدہ کے ذریعہ دو دہائی قبل ہی غریبی کے مقابلے کے علاوہ 2015 تک پائیدار ترقی کیلئے ایم ڈی جی طے کیا گیا تھا۔ لہٰذا ماں کا دودھ پلانے کے عمل کی حمایت، تحفظ اور فروغ سے ہم میں سے ہر ایک فرد اپنے بچوں کی اچھی صحت کو یقینی بنا کر ایم ڈی جی میں معقول حد تک تعاون کر سکتا ہے اور اس طرح ہم اپنے ملک کی مجموعی ترقی میں تعاون کر سکتے ہیں۔

پھر بھی بریسٹ فیڈنگ اور کمپلی منٹری فیڈنگ سے متعلق معلومات کو عمل میں لانے کے لئے ماؤں، ان کے خاوند اور کنبے کے دوسرے افراد خصوصاً ساس اور مجموعی طور پر سماج کے طرز عمل میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ مزید براں زیادہ سے زیادہ بریسٹ فیڈنگ اور کمپلی منٹری فیڈنگ کے عمل کی تاکید کیلئے ماؤں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا سکیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ بچے کے باپ/کنبے کے دوسرے افراد کی حوصلہ افزائی کے ذریعہ ماؤں کے لئے مثبت ماحول، کام کاج کے بہتر حالات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ماؤں پر گھر کا بوجھ کم کرنا بھی ضروری ہے تاکہ شیر خوار بچوں کی پرورش کرنے والی مائیں بچوں کو دودھ پلانے کی سرگرمیوں پر

زیادہ سے زیادہ توجہ مرکوز کر سکیں۔ اگر ماں میں دودھ کی پیدائش کم ہوتی ہے یا وہ ماں مناسب ڈھنگ سے دودھ نہیں پلا سکتی ہے تو ایسی صورت میں وہ ڈاکٹروں/بڑی بوڑھی خواتین سے مشورہ کر سکتی ہے تاکہ بچوں کو دودھ پلانے کے عمل کو نہ روکا جائے بلکہ پورے اہتمام سے دودھ پلایا جائے۔ کام کرنے والی ماؤں کے معاملے میں زچگی فوائد اور زیادہ سے زیادہ چھٹیاں (جب بھی ضرورت ہو) دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں بچوں کی دیکھ بھال کیلئے تعطیل سے متعلق حکومت کی پہل، عمدہ پہل ہے پھر بھی استفادہ کنندگان کو اس سہولت کو معقول طریقے سے بروئے کار لانا چاہئے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دیہی/شہری علاقوں کی غریب ماؤں میں جو غریبی، ناواقفیت اور سماجی جانبداری اور جنسی عدم مساوات سے آسانی سے دوچار ہو جاتی ہیں ان میں دودھ پلانے کی شرح زیادہ بہتر نہیں ہے۔ ماں کا دودھ پلانے کے عمل کا خاتمہ یا ضمنی خوراک دینے کا عمل ناخواندہ، گھر سے باہر جا کر کام کرنے والی اور انتہائی دولتمند زمرے میں آنے والی ماؤں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ پھر بھی اس سلسلے سے متعلق مسائل خوشحال اور اعلی سماج میں مختلف ہوتے ہیں۔ زیادہ تر مائیں دانستہ طور پر بچے کے 6 ماہ کا ہونے سے قبل ہی اپنا دودھ پلانا بند کر دیتی ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ بچے کو زیادہ دنوں تک دودھ پلانے سے خود ان کی صحت پر اس کے منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس طرح وہ اپنے بچے کی ہو کر ہی رہ جائیں گی۔ ان میں سے کئی مائیں تو اس شبہے میں مبتلا رہتی ہیں کہ وہ اپنے بچے کو وافر مقدار میں دودھ نہیں پلا سکیں گی۔ ماں کو دودھ کی ناکافی مقدار میں پیداوار کی وجہ سے/ دودھ کا متبادل دینا شروع کر دیتی ہیں اور اس طرح ماں کا کردار اور شیر خوار بچوں کی نگہداشت کا طریقہ بدل رہا ہے۔ یہ سب حقیقی معنوں میں ماں کے دودھ کی ناکافی پیداوار کی بجائے تیزی سے ترقی کرتی زندگی کی پیچیدگیوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پوری دنیا کے محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ ماؤں کی اکثریت اپنے بچوں کے لئے معقول مقدار میں دودھ پیدا کرنے کے قابل ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں ایک جانب کے بریسٹ سے تھوڑا دودھ پلانے، دودھ پلاتے وقت بچے کو غلط ڈھنگ سے پکڑنے، نپل کی خشکی یا دودھ پلانے کے دوران طویل وقفے جیسے متعدد اسباب کی بنا پر اکثر و بیشتر معقول مقدار میں دودھ کی پیداوار نہ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مائیں/والدین کاروباری طور پر پیدا ہونے والے بچوں کے دودھ/بچوں کی غذا کے تصوراتی

اشتہارات سے غلط ڈھنگ سے متاثر ہوتے ہیں اوراس کے نتیجے میں ماں کے دودھ کی قیمت پر ماں کے دودھ کے متبادل پر ان کا انحصار بڑھ رہا ہے۔ ان کاروباری فارمولوں کی بعض اوقات ڈاکٹروں کے ذریعہ بھی بچوں کو بہترین تغذیہ فراہم کرانے کے قابل ہونے کی بات کہہ کران کی سفارش کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بدلتی ہوئی طرز زندگی اور کام کرنے والی ماؤں کی بڑھتی تعداد جو اپنے پیشے میں کامیاب ہونا چاہتی ہیں، یہ خواہش انہیں بچوں کی خوراک کے آسان متبادل کی تلاش کے راستے پر لے جاتی ہے۔ یہاں پڑھے لکھے اعلی سوسائٹی کے لوگوں کیلئے ایک انتباہ بھی ہے یاد رکھیں۔۔۔ بچوں کو ماں کا دودھ دینا اور معاون غذا دینا، آپ کے بچوں کے تغذیاتی طور پر بہتری، جسمانی نشوونما کے علاوہ نفسیاتی فہم وادراک، جذباتی اور سماجی نشوونما میں سرمایہ کاری ہے اوراس طرح یہ پوری زندگی اس کی شخصیت میں نکھار لاتا ہے۔

ماں کو اپنے بچوں کو بہتر غذا دینے کا طریقہ اپنانے کے لئے ترغیب دینے کی ضرورت ہے۔ ماں کو ناکافی دودھ ہونا، کاموں کی مصروفیات جیسے روزمرہ کے چھوٹے موٹے مسائل کو نئی حکمت عملیوں کے ذریعہ حل کرنے کی ضرورت ہے۔ ان حکمت عملیوں پر ضرورت کے مطابق عمل درآمد کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ باپ اور خاندان کے دوسرے افراد کی جانب سے معقول حد تک مدد بھی کافی اہم ہوتی ہے۔ ماں کی نفسیاتی اور سماجی حالت کے علاوہ ماں اور بچے کے درمیان کا معقول رابطہ بھی ماں کے اپنے بچوں کو دودھ پلانے پر کافی حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ماں کو صحیح ماحول خاص طور سے کشیدگی سے پاک ماحول مہیا کرایا جائے تاکہ وہ اپنے بچے کو اچھی طرح دودھ پلا سکے۔ کاروباری اعتبار سے مشتہر کئے جانے والے طریقوں پر آنکھ بند کرکے عمل نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی اشیا کا انتخاب اس کے نتائج پر کافی غور کرنے کے بعد ہی کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف ناگزیر حالات میں ہی جب کوئی صورت باقی نہ رہے تب ہی ماں کے دودھ کے متبادل کو اپنایا جاسکتا ہے ورنہ ماں کا دودھ ہی بہترین خوراک ہونی چاہئے۔

ایسی کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہے جو ماں کے دودھ سے متعلق تمام مسائل / پریشانیوں کو دور کرسکے۔ ہمیں اپنا ایسا سماج بنانے کی کوشش کرنی چاہئے جہاں تمام مائیں اپنے بچوں کو اپنا ہی دودھ پلائیں اور تمام بچوں کو معقول مقدار میں انسانی دودھ تک رسائی حاصل ہو سکے۔

وقت پر ماں کا دودھ دینا اور خاص طور سے 6 ماہ کی عمر تک صرف ماں کا ہی دودھ دینا اوراس کے بعد بچوں کو اضافی غذا بھی دینے اور دوسال یا اس سے بھی زیادہ دنوں تک ماں کا دودھ دینے سے بچوں کو اسہال، پیچش، اور نمونیا جیسے متعدد امراض سے بچایا جاسکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی بچوں کی شرح اموات کو کم کیا جاسکتا ہے۔

(پی آئی بی فیچر)

☆☆☆

دہلی میں مہاتما ایّن کلی کی 152 ویں سالگرہ تقریبات

☆ وزیراعظم جناب نریندر مودی نے اعلان کیا ہے کہ ہندوستان نے سماجی ہم آہنگی کے لئے اپنا سفر شروع کردیا ہے۔ نئی دلی میں مہاتما ایّن کلی کی پہلی سالگرہ کی تقریب میں شرکت کرتے ہوئے وزیراعظم جناب نریندر مودی نے کہا کہ سمتا (برابری) اور ممتا (ماں کا پیار) دونوں کے اشتراک سے سماجی ہم آہنگی کی راہ ہموار ہوگی۔ ایک اور مثال پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سمجھو+ممبھو سمرستا کی طرف لے جائے گا۔ نئی دلی میں وگیان بھون میں مہاتما ایّن کلی کی 152 ویں سالگرہ تقریبات سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ آئین میں مساوات کی ضمانت دی گئی ہے۔ لیکن کیا مساوات اکیلے سماجی ہم آہنگی حاصل کرسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سمتا اور ممتا، سمرستا کی راہ ہموار کرے گی۔ وزیراعظم نے مہاتما ایّن کلی کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ وہ عظیم سماجی اصلاح پسند تھے۔ جنہوں نے سماجی برائیوں کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

وزیراعظم نے کہا کہ یہی ایک وجہ ہے کہ کیوں ہماری ثقافتی وراثت ہزاروں سالوں سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے ہر زمانے میں سماجی اصلاح پسند اندر سے ابھر کر آتے رہے ہیں۔ جنہوں نے جدوجہد کی اور سماجی برائیوں کے خلاف جنگ جیتی اور غلط روایات سے چھٹکارا دلایا اور ہم کو ترقی کی تحریک دی۔ سماجی اصلاح کے لئے مہاتما این کلی کی کوششوں کی ستائش کرتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ جیسا کہ 1930 کا ڈانڈی مارچ ہماری آزادی کی جدوجہد میں اہم موڑ تھا اسی طرح 1913 کا کایل سمیلن ہندوستان میں سماجی اصلاح کی تاریخ میں اہم موڑ تھا۔ کایل سمیلن کا اہتمام ہندوستان میں گاندھی جی کے آنے سے دوسال قبل این کلی نے کیا تھا۔ وزیراعظم نے کہا کہ این کلی نے سماجی امتیاز کے خلاف جدوجہد کی اور دبے کچلے لوگوں کے حقوق کے لئے جدوجہد کی۔ وزیراعظم نے مہاتما این کلی اور سری نرائن گورو جیسی عظیم سماجی اصلاح پسند شخصیتوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔

☆☆☆

فریدہ خاتون

مہاتما گاندھی اور فلسفہ عدم تشدد

مہاتما گاندھی کا نام ذہن میں آتے ہی فلسفہ عدم تشدد، ستیہ گرہ، سچائی اور پیار جیسے الفاظ ذہن میں گونجنے لگتے ہیں۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستانیوں کو انگریزوں کے ظلم و جبر اور ناانصافیوں سے نجات دلانے کے لئے ستیہ گرہ اور عدم تشدد کا سہارا لیا۔ اس ہتھیار سے مہاتما گاندھی نے بڑی کامیابی حاصل کی اور دنیا کی طاقت ور شخصیتوں اپنے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کیا۔ عدم تشدد، چھوت چھات کا خاتمہ، کھادی کا استعمال اور ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار گاندھی کو بہت پیارے تھے۔ سچائی کی تلاش ان کی زندگی کا اہم مقصد تھا۔ اس نے انہیں حوصلہ اور طاقت عطا کیا ۔مہاتما گاندھی کی پوری زندگی سچائی اور ایمانداری اور سادگی کا بہترین نمونہ تھی۔ وہ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لئے صرف التجا کرتے تھے۔ وہ عدم تشدد کے اصولوں پر مبنی سماجی نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح وہ عالمی امن کے پیامبر بھی تھے۔ گاندھی جی کا عدم تشدد کا نظریہ آج بھی ہمارے ملک اور دنیا کے لئے کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔ ہماری زندگی جنت بن سکتی ہے۔ اگر ہم آج گاندھی جی کے بتائے عدم تشدد اور اہنسا کے راستے پر چلنا شروع کردیں تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہوجائیں گے۔

آج ہمارے ملک کو گاندھی جی کے اس فلسفہ کی سخت ضرورت ہے۔ 2 اکتوبر کو ہم ہر سال یوم عدم تشدد کے طور پر مناتے ہیں۔ یہ مہاتما گاندھی کا یوم پیدائش ہے۔ موہن داس کرام چند گاندھی 2 اکتوبر 1868 میں کاٹھیاوآر میں پور بندر کے مقام پر ایک ویش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اور دادا اگرچہ بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھے، اس کے باوجود وہ ترقی کرکے کاٹھیاواڑ کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے وزیراعظم بن گئے۔ ان کی ماں پتلی بائی بڑی مذہبی تھیں اور انہوں نے گاندھی جی پر گہرا اثر چھوڑا۔ تیرہ برس کی عمر میں ہی ان کی شادی کستور با سے ہوگئی۔ 18 سال کی عمر میں میٹرک کا امتحان پاس کرکے گاندھی جی انگلینڈ چلے گئے جہاں تین سال تک تعلیم حاصل کی ۔ بعد ازاں انہوں نے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ انگلینڈ سے واپسی کے بعد دو سال تک وہ ممبئی اور راجکوٹ میں وکالت کرتے رہے لیکن انہیں کوئی بڑی کامیابی حاصل ہیں ہوئی۔ 1893 میں گاندھی جی جنوبی افریقہ چلے گئے جہاں انہوں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ گزارا۔ وہیں ان میں ایک عوامی رہنما کی خوبیاں سامنے آئیں۔ جنوبی افریقہ پہنچنے کے بعد انہیں دوسرے ہندوستانیوں کی طرح بہت سی ذلتیں برداشت کرنی پڑیں۔ ایک واقعہ نے ان کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ ایک یوروپی گارڈ نے انہیں ریل کے ڈبے سے اتار دیا۔ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ رکھنے کے باوجود وہ ایک انگریز کے ساتھ سفر نہیں کرسکتے کیوں کہ وہ ایشیائی تھی۔ جنوبی افریقہ میں رنگ کی بنیاد پر امتیاز کیا جاتا تھا۔ اس کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ ''میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ میرا کیا فرض ہے۔ کیا مجھے ہندوستان واپس چلے جانا چاہئے۔ یا خدا کو اپنا ہمدرد اور مددگار سمجھ کر ہر آنے والی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھنا چاہئے میں نے وہیں ٹھہرنے اور ہر مصیبت کو سہنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرے سرگرم عدم تشدد کا آغاز اسی دن سے ہوا۔ اس طرح مہاتما گاندھی کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ گاندھی جی کی سیاسی زندگی کا سب سے اہم پہلو تھا عدم تشدد اور اہنسا کے ساتھ ہندو اور مسلمان کو متحد رکھا جائے۔ اسی طرح ہندوؤں کے درمیان بھی اعلیٰ اور ادنیٰ ذات کے افتراق کو ختم کیا جائے۔

1915 میں جب گاندھی جی 45 برس کے تھے، وہ جنوبی افریقہ سے واپس ہندوستان آئے تو وہ یہاں بہت مشہور ہوچکے تھے۔ گاندھی جی نے سب سے پہلے احمد آباد کے نزدیک ایک آشرم کی بنیاد ڈالی جہاں وہ 25 ساتھیوں کے ساتھ رہائش پذیر ہوگئے جنہوں نے ان کی طرح سچائی اور عدم تشدد پر کاربند رہنے، کسی سے خوف نہ کھانے، اپنے اوپر قابو پانے، چھوت چھات کے خاتمے کے لئے جدو

9۔رفیع مارگ، نئی دھلی، 110001

جہد کرنے، مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے اور کھادی اور دیگر سودیشی اشیا کو استعمال کرنے کا عہد کیا۔ اس طرح ایک بنیاد ڈالنے کے بعد گاندھی جی نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ گاؤں، قصبوں اور شہروں سب میں پہنچے۔ ہر جگہ ان کو دیکھنے اور سننے کے لئے زبردست بھیڑ جمع ہوتی تھی۔ ان کی سادگی، بے تکلفی اور درویشوں جیسی زندگی کی وجہ سے لوگ ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ 1917 میں وہ چمپارن گئے تاکہ وہاں کے یوروپین باشندوں کے

نیل کے کھیتوں میں کام کرنے والے ہندوستانی مزدوروں کی تکالیف کا اندازہ لگاسکیں۔ اس کے علاوہ اس تحریک نے جائز کام کے لئے عدم تشدد کی اثرپذیری بھی ثابت کی۔ چمپارن نے ہندوستان کی نئی قومیت کی تصدیق کی۔ اس قومیت کا جس میں اخلاقی اقدار پر، عدم تشدد اور ترقی پر، سماجی اصلاح پر اور معاشی عدم مساوات کے خاتمہ پر زور دیا گیا تھا۔ گاندھی جی نے بتایا تھا۔ ''یہاں سچ مچ ستیہ گرہ کا استعمال کرنا پڑا۔ یہاں طاقتور مفاد پرستوں کی فوج کھڑی ہوئی تھی۔ چمپارن کے لوگوں نے جس طرح امن برقرار رکھا، وہ قابل ذکر ہے۔ میں اس بات کی گواہی دے سکتا ہوں کہ وہاں کے لیڈروں نے وعدہ اور عمل سے پورے عدم تشدد پر عمل کیا۔ چمپارن کے اپنے مخلصانہ تعاون کی تعریف میں انہوں نے 6 مارچ 1925 کو جنک دھاری پرساد کو لکھا تھا۔ ''چمپارن کے مخلص معاونین کو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس سے زیادہ مخلص گروپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہ پہلے مجھے ملا اور نہ کبھی ملے گا۔ اگر مجھے پورے ملک میں ایسے لوگ مل جائیں تو ہندوستان کو آزادی ملنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اس ستیہ گرہ میں مزدور کسان اور ورکروں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آخر سرکار جھک گئی اور تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا نتیجتاً رپورٹ بھی منظور کر لی گئی۔ چمپارن کے مزدوروکسانوں کی تاریخ میں ظلم وستم کے باب کا خاتمہ ہوگیا۔ گاندھی جی نے 'سوراج' لفظ کا اس وقت استعمال کیا جب وہ جنوبی افریقہ میں تھے۔

گاندھی جی نے ملک میں نمک پر عائد پابندی کے خلاف نمک تحریک چھیڑی جو 6 مارچ سے 12 اپریل تک جاری رہی۔ انہوں نے احمد آباد سے ڈانڈی تک 400 کلومیٹر کا فاصلہ پیدل چل کر طے کیا تھا۔ اسے ڈانڈی مارچ اور ڈانڈی یاترا کے نام سے شہرت ملی۔ اس تحریک میں لاکھوں ہندوستانی کود پڑے تھے جس کی وجہ سے اسے زبردست مقبولیت حاصل ہوئی تھی اور 80 ہزار افراد کو حکومت نے جیل میں ڈال دیا تھا۔ پورے ہندوستان میں اس تحریک کا شور تھا۔ انگریزوں کو اس تحریک نے خاصا پریشان کر رکھا تھا۔ اس تحریک کا دائرہ پورے ہندوستان تک پھیل گیا۔ جابجا انگریزوں کے خلاف فلک شگاف نعروں کی گونج اور مظاہرے ہونے لگے۔ ہندوستان میں بڑے بڑے رہنماؤں کی گرفتاریاں ہوئیں۔ تمام اہم لیڈروں کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا لیکن اس تحریک نے ہندوستان کی لاج رکھ لی۔ تحریک آزادی میں انگریزوں بھارت چھوڑو کا نعرہ بھی بہت کارآمد ثابت ہوا۔

گاندھی جی کا خیال تھا کہ سچا مذہب اور سچی سیاست دونوں کا تعلق بنیادی طور پر انسانی زندگی کو بہتر بنانے سے ہے اور اس کے لئے ایک ایسا اقداری نظام درکار ہے جس کی بنیاد اخلاقیات پر ہو۔ گاندھی جی نے سیاست کو بھی دوسری نظر سے دیکھا۔ ان کے نزدیک سیاست محض اقتدار تک پہنچنے کا نام نہیں بلکہ اس کا مطلب منصفانہ طریقہ پر سماجی تعلقات میں تبدیلی لانا ہے۔ گاندھی جی انگریزوں کے دور حکومت میں پیدا ہوئے تاہم 1857 کے انقلاب نے برطانوی اقتدار کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی تھی لیکن انگریزی طاقت نے اس بغاوت کو کچل کر رکھ دیا۔ انگریزوں کے اقتدار میں ہندوستانی عوام مشکلوں میں تھی۔ اپنی بات منوانے کے لئے انگریز کسی بھی حدتک ظلم کرنے کے لئے آزاد تھے۔ ملک کی نئی نسل پیدا ہوتے ہی برطانوی حکومت کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دی جاتی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ صدی تک انگریزوں نے ہندوستان پر حکومت کی۔

27 اور 28 دسمبر 1921 کو کانگریس کا چھتیسواں اجلاس احمد آباد میں ہوا۔ اس میں بہار کے 558 مندوبین نے شرکت کی جن میں راجندر پرساد سمیت 22 ارکان سبجیکٹ کمیٹی کے رکن تھے۔ چوں کہ منتخب صدر اجلاس چترنجن داس جیل میں تھے، اکثریت سے حکیم اجمل خان کو صدر بنایا گیا۔ ایک یادگار تقریر کے ساتھ مہاتما گاندھی نے خصوصی قرارداد پیش کی اور جسے کانگریس نے قبول کیا، اس میں کانگریس نے عہد کیا تھا کہ 'عدم تشدد عدم تعاون کا پروگرام اب تک کی توقعات اور پوری طاقت کے ساتھ ہر صوبہ کے اپنے فیصلے کے مطابق تب تک جاری رکھے

جائیں گے اور ایک غیر ذمہ دار کارپوریشن کے ہاتھوں سے حکومت ہند کا نظم ونسق عوام کے ہاتھ میں نہ آجائے''۔ حکومت کی جابرانہ پالیسی کو دھیان میں رکھتے ہوئے تجویز میں سبھی سے اپیل کی گئی کہ وہ رضا کار تنظیم کے جزو کے طور پر چپ چاپ بغیر کسی شور شرابہ کے خود کو گرفتار کرا دیں''۔ اس میں یہ بھی صلاح دی گئی تھی کہ حکومت کی پابندیوں کے باوجود کمیٹی کی میٹنگ اور اجلاس بھی کئے جائیں لیکن اس بات کا پورا خیال رکھا جائے کہ کسی طرح کا اشتعال اور تشدد آمیز کارروائی نہ ہو۔اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہ 'مسلح انقلاب کی جگہ لینے کا واحد متبادل اور موثر قدم سول نافرمانی ہے''۔اس میں ان سبھی کانگریسیوں اور دیگر لوگوں سے جو امن پسندی پر یقین کرتے تھے، کہا گیا تھا کہ جب عوام کو عدم تشدد کے طریقوں کی تعلیم پوری طرح مل جائے تو وہ ذاتی اور گروپ میں سول نافرمانی کی تیاری کریں''۔کانگریس کو شبہ تھا کہ اس کے کارکن فوراً گرفتار کر لئے جائیں گے، اس لئے گاندھی جی اس کے واحد 'ایگزیکٹو اتھارٹی' بنائے گئے۔انہیں ہی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے بھی پورے اختیارات تفویض کئے گئے۔انہیں یہ حق بھی دیا گیا کہ بحران کے وقت کے لئے وہ اپنا جانشین بنالیں لیکن انہیں یا ان کے جانشین کو ''حکومت ہند یا حکومت برطانیہ سے سمجھوتہ کی شرائط طے کرنے'' کا اختیار حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی کانگریس کے مکمل اتفاق رائے کے بغیر قومی رائے میں کوئی تبدیلی کرنے کا اختیار ہوگا۔افریقہ میں قیام کے دوران گاندھی جی کو بار بار یہ احساس ہوتا کہ انگریز ہندوستانیوں کے ساتھ جابرانہ سلوک کرتے ہیں اور انہیں ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔انگریزوں کی حرکت سے ناگفتہ بہ ہندوستانی عوام کی مدد کرنے کا انہوں نے تہیہ کر لیا اور رفتہ رفتہ وہ ہندوستانیوں کو متحد کرنے میں لگ گئے۔لیکن انگریزوں نے 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی پر عمل کیا۔جس سے مہاتما گاندھی کی تحریک متاثر ہوئی لیکن وہ ہمت نہیں ہارے۔انہوں نے عدم تشدد کی پیروی کرتے ہوئے انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔نیشنل کانگریس کے تمام ممبران اور عوام کے ساتھ مل کر ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جو تحریک چلائی اس سے انگریز متزلزل ہونے لگے۔گاندھی جی انڈین نیشنل کانگریس کے کوئی عہدیدار نہ تھے لیکن اس کی پارٹی کے لیڈر آزادی کی جدوجہد میں ان کے مشوروں اور رہنمائی کے مطابق کام کرتے تھے۔31 دسمبر 1929 کو کانگریس نے اعلان کیا کہ ڈومین اسٹیٹس (انگلستان سے رشتہ توڑے بغیر آسٹریلیا اور کینیڈا جیسی اندرونی آزادی) کافی نہیں ہے۔ ہمیں 'پورن سوراج' یعنی مکمل آزادی چاہئے۔پارٹی نے طے کیا کہ 26 جنوری کو مکمل آزادی کا دن منایا جائے۔ 26 جنوری کو پورے ملک میں عام جلسے ہوئے اور گاندھی جی کی تیار تجویز منظور ہوئی۔اس تجویز کی سب سے اہم کڑی تشدد کے بغیر غیر انسانی حکومت کے خاتمہ کو یقینی بنانا تھا۔جدوجہد آزادی میں گاندھی جی کا رول ناقابل فراموش ہے۔انہوں نے وہ کر دکھایا، جس کا خواب ہندوستان کے ہر گھر میں دیکھا جاتا تھا، وہ خواب تھا غلامی سے آزادی کا۔اندھیرے پر اجالے کی فتح کا۔

گاندھی جی کی رہنمائی میں ملک کے کروڑوں لوگوں نے انگریزی حکومت کے خلاف اپنی آواز بلند کی تھی۔گاندھی جی کے فلسفہ عدم تشدد کی ہی دین ہے کہ ہندوستان کثیر المذاہب آبادی کے باوجود بہت کم خون خرابے کے بغیر آزاد ہو گیا۔آج کے اس پر تشدد دور میں گاندھی جی کے عدم تشدد کے فلسفے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔گاندھی جی اکثر کہتے تھے کہ سچائی اور اہنسا ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں۔انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔عدم تشدد کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں اور اوتاروں نے بھی کم و بیش ہمیں اہنسا اور عدم تشدد کا ہی سبق دیا ہے۔انہوں نے ہمیں سچائی' ہم آہنگی' بھائی چارہ' اور انصاف وغیرہ کا درس دیا اور یہ سب عدم تشدد کی ہی شاخیں ہیں۔گاندھی جی کا خیال تھا کہ سیاسی میدان میں عدم تشدد کے اصول پر عمل کرنا انسان کے بس سے باہر نہیں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ عدم تشدد کی پہلی شرط زندگی کے ہر شعبے میں انصاف ہے۔مختصر یہ کہ مہاتما گاندھی نے جن اصولوں پر عمل کیا' اگر ہم آج ان اصولوں پر عمل کریں تو ہمارے بیشتر مسائل حل ہو جائیں گے اور ہماری زندگی بھی سنور سکتی ہے۔

☆☆☆

وزارت اطلاعات ونشریات کا متعدد اقدامات کا فیصلہ

☆ اطلاعات ونشریات کی وزارت نے مختلف ذرائع سے حکومت کی پالیسیوں اور پروگراموں کو عوام تک پہنچانے کیلئے متعدد اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔وزارت کے ذریعہ کئے گئے ان اقدامات میں بعض بیحد اختراعی نوعیت کے ہیں۔اس میں عوام الناس کی شرکت، سوشل میڈیا پلیٹ فارموں پر حکومت کی موجودگی میں اضافہ اور ذہنی سطح پر اطلاعات پہنچانے کے عمل کو قوی تر کرنا شامل ہے۔مزید برآں ایک نئے کسان چینل کی شروعات، شمال مشرقی ریاستوں کیلئے ساتوں دن چوبیس گھنٹے چلنے والے ایک نئے ٹیلی ویژن چینل ارون پربھا شروع کرنا، ڈیجیٹائزیشن کے تیسرے اور چوتھے مرحلے کی تکمیل، ایف ایم ریڈیو کے تیسرے مرحلے کی نیلامی، گوا کو انٹرنیشنل فلم فسٹول آف انڈیا (آئی ایف ایف آئی) کی مستقل منزل قرار دینا، شمال مشرقی ریاستی فلمی میلہ کا انعقاد، فلم اینڈ ٹیلی ویژن انسٹی ٹیوٹ (ایس آر ایف ٹی آئی آئی) کو قومی اہمیت کا حامل ادارہ بنانا، ڈیجیٹائزیشن کو فروغ دینے کیلئے سیٹ ٹاپ باکس سے متعلق شراکت داروں کے ساتھ میٹنگ، ملک میں کمیونٹی ریڈیو تحریک کی ہمت افزائی کرنا، مزید ٹیلی ویژن چینلوں کو شروع کرنے کیلئے ٹیلی ویژن لائسنس حاصل کرنے کے ضوابط کو آسان بنانا، ہندوستان کے فلمی وراثت کے تحفظ کیلئے نیشنل فلم ثقافت مشن (این ایف ایچ ایم) کو کے لئے 600 کروڑ روپے کی منظوری، اشتہارات میں عوامی ذرائع کا استعمال کر کے حکومت اشتہارات میں عوام کی شرکت نیز اطلاعات کی تشہیر میں نئے طریقوں کا استعمال شامل ہیں۔

☆☆☆

رضی شہاب

تیل کا تحفظ: اس کی ترقی میں ہمارا کردار

غرض یہ کہ تیل قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں اس کا استعمال کس قدر بڑھتا جارہا ہے ایسے میں ان کے ختم ہونے کے قوی امکانات ہیں۔ اسی لیے آج ہر طرف سے تیل کے تحفظ کے لیے آوازیں اٹھائی جا رہی ہیں۔

بلا شبہ اس دنیا میں پیدا ہونے والے انسان کی کئی بنیادی ضرورتیں ہیں۔ مثلا کھانا، کپڑا، مکان اور مزید آگے بڑھیں تو ذرائع حمل ونقل بھی اس کی ایک اہم ضرورت ہے۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ انسان کی طرح گاڑیوں کو بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جس کی بھوک تیل اور گیس سے مٹائی جاتی ہے اور اس سے توانائی حاصل کرکے یہ ذرائع ہمیں سہولیات مہیا کرتے ہیں۔ مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ذرائع تو انسان نے بنائے ہیں اور وہ اس میں طرح طرح سے ترقی کرتا ہوا روز نئے ماڈل نکال سکتا ہے اور وہ نکال بھی رہا ہے تاہم اس کا پیٹ بھرنے کا سامان قدرتی ہے جس کی مقدار محدود ہے۔ آج تو چلیے ہمارے پاس تیل موجود ہے یا ہم کہیں سے درآمد کرکے اس کا استعمال کرلیتے ہیں مگر کل جب یہ صورت نہ ہوگی تو اس کا اثر ہماری زندگی پر کس طرح پڑے گا، وہ تصویر بھی کسی ذی شعور انسان کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہے۔

انسانی تہذیب نے گزشتہ دو صدیوں کے دوران اقتصادی ترقی کی سب سے تیز رفتار شرح کا سامنا کیا ہے، خاص طور پر بیسویں صدی کے نصف آخر میں۔ گزشتہ صدی کے آغاز کے بعد سے، معدنی تیل اور دیگر پیٹرولیم سے جڑی مصنوعات کا استعمال بنیادی ذریعے کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے۔ اسی وجہ سے انسان نے زیادہ تر لاکھوں سال سے جمع کیے ہوئے قدرتی ذخائر کو صرف دو صدیوں میں ختم کردیا ہے۔ یہ ایک کڑوی سچائی ہے کہ تجدید کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں تیل کے ذرائع کم ہو رہے ہیں۔ اس لیے ایک صحیح دماغ اور فکر یہی کہتی ہے کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اس غیر معمولی قدرتی نعمت کا تحفظ کرنا چاہئے تاکہ ہمیں مستقبل میں کم سے کم پریشانیاں جھیلنی پڑیں۔

زیر نظر مقالہ 'تیل کا تحفظ۔ اس کی ترقی میں ہمارا کردار' پر مشتمل ہے۔ اس مضمون میں ہم اپنی دانست اور سمجھ کے مطابق اس موضوع پر ایک صحت مند فکر اور نظریہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے، تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ہم موضوع سے متعلق کچھ اہم اور بنیادی باتوں پر ایک نظر ڈال لیں تاکہ موضوع کی تفہیم میں آسانی اور گفتگو کے اگلے مراحل سہل ہوسکیں۔

تیل کے تحفظ کا مفہوم

تیل اور گیس کے تحفظ کا مطلب ہے، اس کا استعمال اس طرح سے کرنا جو اقتصادی، سماجی یا ماحولیاتی اخراجات اور فوائد کے حوالے سے بہتر اور مؤثر ہو سکے۔ ساتھ ہی بے اعتدالی سے بچتے ہوئے توانائی کی حفاظت کی جائے تاکہ ماحول کا بھی تحفظ ہو سکے۔

پیٹرولیم، تیل اور توانائی کے تحفظ کو آج کئی صنعتوں میں قابل توجہ امر تسلیم کیا جارہا ہے۔ پیٹرولیم تیل اور توانائی کے تحفظ کے لیے کئی طرح کے سامان بازار میں دستیاب ہیں جو مختلف قسم کے صنعتی مقاصد میں استعمال کے پیش نظر بنائے گئے ہیں۔ وہ مختلف قیمتوں میں

016، نرمدا ہوسٹل، جواہرلال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

دستیاب ہیں۔ان کا بنیادی کام پیٹرولیم اور تیل جیسی قیمتی توانائی کا تحفظ کرنا ہے۔ یہ مصنوعات مختلف سائز، ہیئت اور متعدد خصوصیات کے حامل ہیں جن کا استعمال صنعتی شعبوں میں بڑے پیمانے پر ہوتا ہے۔ان مصنوعات میں سے کچھ مؤثر ثابت ہوئے ہیں اور وہ قیمتی توانائی کے تحفظ میں مدد بھی کرتے ہیں۔

دنیا میں تیل کی کھپت

بنیادی طور پر دنیا میں تیل کی کھپت کو تین زمروں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ترقی اور عوامی سہولیات کے مقاصد کے پیش نظر تیل کی کھپت، دوسری نقل و حمل (Transport) اور ذاتی مقاصد کے لیے تیل کا استعمال، اور تیسرا ڈیولپمنٹ اور ریسرچ اور اس طرح کے دوسرے شعبے جیسے دفاعی شعبہ وغیرہ میں ان کا استعمال۔ان تینوں میں پہلی اور تیسری قسم سے وابستہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تیل کی کھپت واضح وجوہات کی بنا پر کم نہیں کر سکتے ہیں یعنی کہ زیادہ سے زیادہ نقل وحمل اور ذاتی مقاصد کے لیے تیل کا جو استعمال ہوتا ہے اس میں ہمیں اس کا مناسب تحفظ کرنا ہے۔تاہم تمام شعبوں میں تیل کے استعمال کو زیادہ موثر بنانے کے طریقوں کو اپنایا جانا ضروری ہے تاکہ کھپت عوام کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہوسکے۔

آج دنیا کی آبادی ترقی پذیر ممالک پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہے، خاص طور سے ہندوستان اور چین پر۔ یہ دونوں ممالک دنیا کی آبادی کے تقریبا نصف پر مشتمل ہیں، لیکن تیل کی پیداوار میں ان کی شراکت بہت زیادہ نہیں ہے۔تاہم مناسب وجوہات کی بنا پر ہی سہی ان کے یہاں تیل کی کھپت میں لگاتار اضافہ ہی ہورہا ہے، اگر ایسا نہ ہوتو ان ممالک میں اقتصادی ترقی متاثر ہوگی۔ترقی پذیر ممالک میں ہندوستان کو پہلے ہی سے اس کا ایک خاص مقام حاصل ہے کیونکہ ہمارے پاس دنیا کی دوسری بڑی معیشتوں سے مضبوط افعالی قوت موجود ہے، جو چین کے پاس بھی نہیں۔اب اہم سوال یہ اٹھتا ہے کہ ذاتی کھپت میں اضافہ کو کیسے قابو میں رکھا جائے اور اس میں ہمارا کردار کیا ہوسکتا ہے؟ دراصل یہ بیداری پیدا کرنے کا سوال بھی نہیں بلکہ یہ روزمرہ کی عادات اور طرز زندگی اور انفرادی ومعاشرتی ذمہ داریوں میں شعوری تبدیلی لانے کا معاملہ ہے۔غرض یہ کہ یہ وقت ہے ہم کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کا تاکہ مستقبل میں ہم توانائی کے تحفظ میں اپنا بہتر کردار ادا کرسکیں۔

جنوری 2011 کی ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان ہر روز 878000 بیرل خام تیل پیدا کرتا ہے۔جبکہ یہاں تیل کی کھپت بہت زیادہ ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق ہر دن یہاں 2980000 بیرل کا خرچ ہوتا ہے۔دنیا میں ہندوستان تیل درآمد کرنے والے ممالک میں پانچویں نمبر پر ہے۔یہاں روزانہ 2900000 بیرل درآمد کرایا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں یومیہ تیل کی کھپت میں 2001 سے 2009 تک 38 فیصد کا اضافہ ہوا ہے (2.1 ملین بیرل سے 2.9 ملین بیرل)۔ جبکہ پیداوار میں صرف 25 فی صد (0.72 ملین بیرل ملین 0.9 بیرل) اضافہ ہوا ہے۔

ہندوستان کے اندر تیل کا خرچ دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔یہی نہیں اس کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ بھی ہو رہا ہے۔اسے دیکھتے ہوئے ہم مستقبل قریب کی صورت حال کا اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ایسی صورت میں ہمارے سامنے واحد راستہ ہے کہ ہم تیل کی بچت کے لئے ہر ممکن کوشش کریں، بڑھتے ہوئے گھریلو مطالبات سے دانشمندی کے ساتھ نمٹنے کی کوشش کریں۔کیونکہ ہمارے یہاں مہنگائی کی ایک بڑی وجہ تیل درآمدی بل بھی ہے۔ جس چھٹکارا تیل کے تحفظ سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

جنوری سے اکتوبر 2010 کے درمیان، ہندوستان نے 82.1 بلین کے مساوی خام تیل درآمد کئے جو اس کے کل استعمال کا 70 فیصد ہے۔اگلی دہائی کے دوران تیل کی کھپت میں 3.5 فی صد سالانہ کی شرح سے اضافہ کی توقع ہے۔حالیہ اقتصادی ترقی کو برقرار رکھنے کے لئے، ہندوستان کو اگلے 25 سال کے اندر توانائی کے متعلق آزاد ہونے کی ضرورت ہے۔

تیل ایک اہم نعمت ہے جسے قدرت نے انسان کو معدنیاتی شکل میں ودیعت کی ہے۔تاریخ نے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ اگر انسان قدرتی وسائل کا استعمال صحیح ڈھنگ سے کرے اور اس کے بے جا استعمال سے بچے تو وہ تعمیر وترقی کے اعلی منازل طے کرسکتا ہے، لیکن یہ انسانی تاریخ کا بہت بڑا المیہ ہے کہ اس نے ذاتی مفاد کے لیے قدرتی وسائل وذرائع کا بے جا استعمال کیا ہے، جنگلات سے لے حیوانات اور معدنیات تک کا استعمال غلط انداز میں کیا ہے جس کی وجہ سے آج گلوبل وارمنگ، قدرتی ذرائع مسلسل آنے والے بحران اور قدرتی توازن میں بگاڑ جیسے نتائج سے اسے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔تیل قدرتی معدنیات کا اہم حصہ ہے، اس کی وجہ سے پٹرولیم مصنوعات سے لے کر دنیا کی دیگر تقریباً ہر بڑی ترقی میں اس کا بڑا مثبت کردار رہا ہے۔اسی لیے تو اسے کالا سونا (Black Gold) کا نام دیا گیا ہے۔ بہت کم اور معمولی درجہ کی ترقیات میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے جبکہ بڑی مصنوعات میں اس کے استعمال کے بنا کوئی چارہ ہی نہیں۔

لیکن افسوس کہ انسان اس بڑی نعمت کے تئیں بھی غیر ذمہ دارانہ رویہ پیش کررہا ہے۔اس کے کنویں خشک ہوتے جارہے ہیں، بے جا استعمال کے ساتھ اس کے غیر دانشمندانہ استعمال کی وجہ سے یہ پریشانی پیدا ہورہی ہے۔پیش نظر اس مضمون میں تیل کے تحفظ کے بارے میں ہمارے ممکنہ مثبت کردار پر بحث کرنے سے پیشتر ہم ضرورت سمجھتے ہیں کہ تیل کے بحران کے اسباب سے بھی بحث کرتے چلیں، تاکہ ان اسباب کا سدباب کرنے سے تیل کے تحفظ کی خود بخود راہ ہموار ہوتی جائے:

تیل کے بحران کے دو بنیادی اسباب ہیں:

ا۔ **بے جا استعمال:** اگر تیل کے استعمال بالخصوص کافی مقدار میں استعمال کرنے والے اداروں، کمپنیوں اور فیکٹریوں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ بہت سی جگہوں پر ہمارے ملک میں تیل کا بے جا استعمال

ہوتا ہے۔جس کی ایک بہت بڑی وجہ یہاں پائی جانے والی اقتصادی ناہمواری ہے جس کے نتیجے کے طور پر ملک میں کچھ ایسے لوگوں کی کھیپ تیار ہوگئی ہے جنھیں دولت کی کمی کبھی کھلتی ہی نہیں ،ان کو دولت لٹانے کے مواقع نہیں ملتے ہیں ایسے لوگ قدرتی ذرائع کا استحصال عام لوگوں کے بالمقابل زیادہ کرتے ہیں۔اور جس طرح امریکہ، برطانیہ اور دیگر ممالک گلوبل وارمنگ کے بڑے ذمہ داروں کو تنبیہ کرنے کے بجائے غریب یا ترقی یافتہ ملکوں کو زیادہ فورس کرتے ہیں کہ وہ اس کے اسباب پر قابو پانے کی کوشش کریں اور خود جو گلوبل وارمنگ کے سب سے بڑے ذمہ دار ہیں اپنے میں قابل ذکر گفتگو ہی نہیں کرتے۔ اسی طرح ہماری پٹرولیم منٹسری اور دیگر اتھارٹیاں تیل کے تحفظ کے معاملے میں بھی غریبوں یا مڈل کلاس کے لوگوں کے لیے مختلف قراردادیں منظور کرتی ہیں ان کے سامنے تیل کے بچاؤ کی مختلف ترکیبیں پیش کرتی ہیں لیکن جہاں کثیر انداز میں تیل کا بے جا استعمال ہوتا ہے وہاں یا تو ان کی نظر نہیں جاتی ہے یا اگر جاتی بھی ہے تو ان کے لیے سخت قوانین نہیں بنائے جاتے۔اگر کچھ قوانین بنا بھی دیے جاتے ہیں تو ان کی تنفیذ نہیں ہوپاتی۔اس لیے عوام وخواص ہر دونوں جگہوں پر ہونے والے تیل کے بے جا استعمال پر پابندی عائد کرنی ہوگی۔

۲۔ غیر دانشمندانہ استعمال

:ہمارے ملک میں جہاں تیل کے غلط استعمال میں فضول اور بے جا استعمال کی روایت پائی جاتی ہے وہیں تیل کی قدرو قیمت اور اس کے ممکنہ بحران کے نتائج سے آگاہ لوگ بھی اس کا غلط استعمال کرتے ہیں جسے ہم نے بے جا استعمال کے بجائے ''غیر دانشمندانہ استعمال'' سے تعبیر کیا ہے۔چنانچہ بہت سارے لوگوں کو تیل کی حفاظت کیسے کی جائے،اس کی ترکیب کیا ہے،ڈرائیونگ کیسے کرنے سے تیل کا خرچ کم ہوتا ہے،یا معمولاتِ زندگی میں کس طرح کی تبدیلی لاکر تیل کے استعمال میں کمی لائی جاسکتی ہے.....کے بارے میں صحیح جان کاری ہی نہیں ہے۔ان ترکیبوں اور تعلیمات کو متعلقہ اداروں نے عوام تک پہنچانے کے لیے قابلِ ذکر طور پر کوششیں ہی نہیں کی ہیں۔ اس لیے تیل کے غیر دانشمندانہ استعمال سے عوام کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے، جب یہ چیزیں عوام کے سامنے آجائیں گی اسی وقت تیل کے تحفظ اور اس ترقی میں ہمارا کردار بھی قابلِ بحث ہوسکتا ہے، ورنہ عام لوگ تو صرف یہی سمجھ سکتے ہیں کہ تیل کی حفاظت ہم گاڑی کو کم استعمال کرکے، کروسین آئل کو گھروں میں کم استعمال کرکے کرسکتے ہیں جب کہ تیل کے تحفظ کی دیگر ترکیبوں سے وہ ناواقف ہیں۔

آیئے اب ہم کہ ہم مختلف شعبوں میں کس طرح سے تیل کے تحفظ کو ممکن بنا سکتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹرانسپورٹ وہ ایک اہم شعبہ ہے جس میں تیل کا سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔اور اس کا تعلق راست طور پر ہم سے ہے اگر ہم چاہیں تو مناسب طور پر ان کا استعمال کرکے قابل ذکر مقدار میں تیل کی حفاظت کرسکتے ہیں۔ذیل میں کچھ بنیادی باتوں کا ذکر کررہے ہیں،جن کو اپنا کر ہم تیل کی بچت کرسکتے ہیں۔

نقل وحمل کے میدان میں سب سے زیادہ تیل کی کھپت ہوتی ہے اور اس علاقے ہم اور آپ سب سے زیادہ ملوث ہیں۔ہم جیسے بہت سے لوگ یا تو طالب علم ہیں ، ملازم ہیں یا بزنس کرنے والے ہیں ،جو اپنی ضروریات اور حیثیت کے مطابق دوپہیا یا چار پہیا گاڑیوں کے مالک ہیں۔ اپنی آفس ، کالج یا دیگر ضروریات کے لیے ہم ان کا استعمال کرتے ہیں۔لہذا یہ ایسا علاقہ یا شعبہ ہے جہاں ہم خود تیل کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ کہ ہم اپنی ضرورت کے لیے بسوں ، ٹرینوں، میٹرو اور دیگر پبلک ٹرانسپورٹ کا استعمال کرکے تیل کے تحفظ میں نہ صرف اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں بلکہ ہم اپنے شہر کے ٹریفک ،بھیڑ بھاڑ اور ایئر پولیوشن جیسے مسائل بھی بہت حد تک حل کر سکتے ہیں۔ظاہراً یہ ایک معمولی سی بات ہے مگر اس کے اندر کئی مالی فوائد بھی مخفی ہیں۔مثال کے طور پر ایک کالج کا طالب علم ہے جو ایک موٹر سائیکل پر کالج جانے کے لیے روزانہ 10 کلومیٹر کا سفر کرتا ہے ایسے میں اگر وہ بس کا انتخاب کرے تو 20-30 روپے بچانے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

مختصر فاصلے کے لئے سائیکل نقل وحمل کا ایک بہت اچھا ذریعہ ہے۔اس میں اخراجات تو نا کے برابر ہیں البتہ معاشی اور صحت کے واضح فوائد سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔یہاں دو بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔پہلا مسئلہ یقیناً وقت کا ہے۔نوجوان نسل رفتار اور خود مختاری میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہے جسے ذاتی گاڑیوں کے استعمال کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے۔بہرحال وقت کا مسئلہ وقت کے بہترین انتظام اور بہتر طرز زندگی کو اپنانے سے حل کیا جاسکتا ہے۔لیکن ہمارا دوسرا مسئلہ سماجی حیثیت سے وابستہ ہے۔ہم اور آپ کے یہاں اسٹیٹس (status) کا مسئلہ بھی اسی درمیان حائل ہوتا ہے کیونکہ ہمارے بیچ بہت سے نوجوان طالب علم ہیں جو خوبصورت اور مہنگی اسپورٹ بائک کی سواری کے ذریعہ دوستوں کے حلقے میں اپنی مقبولیت بناتے ہیں اور سائیکل سے چلنا یا اوسط ایوریج دینے والی موٹر سائیکل سے سفر کرنا کسر شان سمجھتے ہیں ،جدید دور میں یہ توہین کا امر سمجھا جاتا ہے کہ ایک مڈل اور ہائی رینک کے ملازم یا طالب علم ایک ہی جیسی سواری سے آفس یا کالج پہنچیں۔ہم اور آپ بھی ان کے نقطۂ نظر کو آسانی سے تبدیل نہیں کر سکتے۔تاہم اس سلسلے میں مختلف قسم کی مہم چلاکر،سائیکل کے فوائد عام کرکے یہ کام کیا بھی جاسکتا ہے۔زیادہ دور کا سفر تو ہم سائیکل سے نہیں کرسکتے مگر اپنے کالج کیمپس یا یونیورسٹیوں میں جہاں مکمل فاصلہ دو چار کلومیٹر کا ہی ہوتا ہے،سائیکل کا استعمال کرکے تیل کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں نیز ایک گرین اور ایکو فرینڈلی انوارنمنٹ تیار کرنے میں بھی اپنا حصہ درج کرا سکتے ہیں۔اس سے پارکنگ کے مسائل بھی بہت حد تک حل کئے جاسکتے ہیں۔

گاڑیوں کی صحیح ڈرائیونگ کے ذریعہ بھی تیل کا تحفظ ممکن ہے۔جیسے گاڑی کو ایک نارمل رفتار میں چلانا

چاہئے، اوورلوڈنگ سے بچنا چاہئے اور بار بار گیئر اور کلچ کے استعمال سے بچ کر تیل کا تحفظ ہوسکتا ہے۔ صحیح وقت پر گاڑیوں میں پیدا ہو رہے مسائل کی درستگی، سروسنگ اوراس پر مسلسل توجہ کے ذریعہ یہ امر ممکن ہوسکتا ہے۔

ایندھن کے طور پر متبادل مصنوعات کے استعمال

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں کئی قدرتی اشیاء ایسی ہیں جن کو ہم تیل کی جگہ پر استعمال کرسکتے ہیں یا جن کے ذریعہ ہم تیل کے استعمال کو کم کرسکتے ہیں۔ جیسے

کہ جرمن پٹرول پمپوں پر تیل کے علاوہ ایک اور ایندھن گاڑیوں میں بھرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا نام E10 ہے۔ یہ خام تیل والا ایسا ایندھن ہے جس میں 10 فیصد بایو ایندھن کا استعمال کیا گیا ہے۔ برطانوی ہالینڈ کی تیل کمپنی شیل نے حیاتیاتی ایندھن کے مستقبل کے بارے میں ایک تحقیق پیش کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مستقبل کے توانائی میں یہ اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ جرمنی میں فی الحال حیاتیاتی ایندھن کا کل حصہ 5.6 فیصد ہے اور یورپ میں اوسطا ساڑھے چار فیصد۔ اندازہ ہے کہ 2030 تک ایندھن میں بایو اسپرٹ کا حصہ 20 اور 2050 تک 70 فیصد تک بڑھ سکتا ہے۔

شیل کی تحقیق میں کہا گیا ہے کہ پودوں کی تعداد بڑھانا تب ہی صحیح رہے گا جب پٹرول اور ڈیزل کا استعمال کم ہو۔ بایو ایندھن اس لئے بھی اہم ہے کیونکہ یقینی پٹرول جیسے قدرتی وسائل کبھی نہ کبھی ختم ہوجائیں گے لیکن پودے اور سیلولوج بڑھتے رہیں گے۔ اس لئے ان پائیدار نامیاتی مواد کے ایندھن کی مقدار بڑھنے کے ساتھ ساتھ ماحول میں ٹریفک کی وجہ سے بڑھنے والی زہریلی گیس بھی کافی کم ہوگی۔

اسی طرح سے الکحل (alcohol) کا استعمال بھی گاڑیوں کے لیے ایندھن کے طور پر کیا جارہا ہے۔ جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں الکحل کی محدود پیداوار ہے جن میں سے ایک بڑے حصے کا استعمال شراب بنانے والی کمپنیاں کرتی ہیں۔ جسے ایک غیر معمولی تعداد نقصان جانتے ہوئے بھی شوق سے پیتی اور برباد کرتی ہے۔ اگر اس میں کچھ کمی لائی جائے تو اس کا جو حصہ بچتا ہے اسے ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ صحت کے نظریے سے بھی فائدہ مند ہوگا نیز اس سے تیل کی قیمتوں میں بھی واضح فرق آئے گا۔ صرف الکحل ہی نہیں مزید دوسرے ذرائع بھی ہیں جیسے بائیو ڈیزل، ہائیڈروجن یا بجلی کی طاقت سے چلنے والی کاریں جو آلودگی پر بھی قابو کریں گی۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم اس کے بارے میں بیداری لائیں، لوگوں کو بتائیں اور تیل کے تحفظ کو آسان بنائیں۔

Methanol اور Ethanol بھی تقریباً گیسولین کے جیسے ہوتے ہیں جن کو کار کے ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بہت سے فائدے بھی ہیں۔ مثلاً ان سے فضائی آلودگی کا بہت کم خطرہ ہے، اس کے استعمال سے انجن دھواں کم پھینکتا ہے اس کے علاوہ اور کئی فوائد ہیں۔ برازیل جیسے کئی ممالک نے Ethanol کو تیل کے طور پر استعمال کرکے انقلابی تصور کو راہ دکھائی ہے۔ سوسائٹی فار انڈین آٹو موبائل (SIAM) نے گاڑیوں میں پانچ فیصد ethanol کے استعمال کو منظوری دے دی ہے۔ لہذا گاڑی بنانے والی کمپنیوں کو بھی اس طرف دھیان دینا چاہئے کہ وہ کس طرح کا انجن بنائیں جس سے تیل کا تحفظ بھی ممکن ہو سکے۔

بیٹری سے چلنے والی اور شمسی توانائی (solar energy) سے چلنے والی گاڑیوں کا استعمال کرکے بھی توانائی کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ بازار میں کچھ موٹرسائیکل یا اسکوٹیز دستیاب ہیں جن کو کم دوری تک سفر کرنے والے لوگ استعمال کرسکتے ہیں اس سے ان کے پیسے میں بھی بچت ہوگی اور تیل کا تحفظ بھی ممکن ہوسکے گا۔

مجملہ یہ کہ تیل کی مصنوعات کو زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کرنے کے لئے ہمیں اس کے پیداوار اور کھپت پر مسلسل نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہندوستان میں تحقیق اور ترقی کے شعبوں میں نئی نسل کی شمولیت کا فقدان پایا جاتا ہے۔ جبکہ ہندوستان میں سائنس سے گریجویٹ یا انجینئرز کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ لیکن ان میں سے بہت کم تعداد ریسرچ اور ڈیولپمنٹ کے شعبوں میں شامل ہوتی ہے۔ جبکہ وہی لوگ غیر ممالک میں تحقیقی منصوبوں پر اپنی خدمات انجام دیتے ہیں حالانکہ ان کے ملک کو ان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہ نہایت ہی افسوس، قومی شرم اور بدنامی کی بات ہے نیز یہ رویہ ملک کی تعمیر وترقی کے لئے نقصاندہ ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم آگے آئیں اور اگر اپنے ملک کی ترقی کے لیے کچھ کرسکتے ہیں تو اسے سرانجام دیں۔

تیل کے تحفظ کی سمت میں چند بنیادی کام

ا۔ تیل سے متعلق وزارت کو تیل کے تحفظ کے مسئلہ کو سنجیدگی کے ساتھ لینا چاہیے۔ اس کے لیے تیل کمپنیوں کا جائزہ لینے کے ساتھ عام عوام کے اندر بیداری کے لانے کے لیے میڈیا کی خدمات حاصل کرے اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعہ تیل کے بچاؤ کے لیے

مہم چھیڑے۔

۲۔ غیر سرکاری تنظیموں کا کردار بھی اس حوالے سے اہم ہوسکتا ہے، انھیں عوام کے اندر جا کر تیل کے تحفظ کے تئیں بیداری پروگرام منعقد کرنا چاہئے، ورکشاپ چلانا چاہئے اور پوسٹر چسپاں کرکے عوام کے اندر تیل کے صحیح استعمال پر ابھارنا چاہئے۔

۳۔ تیل تحفظ کے بارے میں اسباق کو نصاب تعلیم کے اندر شامل کرکے آنے والی نسل کی ذہنی تربیت بھی اس حوالے سے اہم ہوسکتی ہے۔

۴۔ قدرتی ذرائع کی فضول خرچی اور بیجا استعمال کے مخالف دھرموں کی متعلقہ مذہبی شخصیتوں کی خدمات بھی لی جاسکتی ہیں، اس لیے کہ ہندوستان میں مذہبی بنیادیں عوام کی زندگی میں بہت گہرائی کے ساتھ پیوست ہیں، اس لیے ان کی نصیحت بھی مفید ہوسکتی ہے۔

تیل کے تحفظ میں چند تجرباتی ہدایات اور تجاویز

▪ ڈرائیونگ کے درست طریقے کے استعمال سے ہر بوند کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

▪ 45 سے 55 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار کے درمیان ہی چلیں، ایک سی رفتار میں آرام سے ڈرائیو کریں کیونکہ آپ جتنا تیز چلیں گے، آپ کی گاڑی کو اتنا ہی فضائی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر آپ 60 کلو میٹر فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار سے گاڑی چلائیں گے تو آپ پٹرول برباد کریں گے۔

▪ رفتار کو غیر ضروری طور پر کم یا تیز نہ کریں۔

▪ آنے والے موڑ اور ٹھہرنے کا پہلے سے خیال رکھیں تاکہ بریک نہ لگانا پڑے۔

▪ اپنے انجن کو اچھی حالت میں رکھیں، کیونکہ اگر انجن میں کچھ خرابی ہے اور وہ سیاہ دھواں چھوڑتا ہے تو تیل زیادہ کھائے گا۔

▪ صحیح گیئر میں ڈرائیو کریئے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ گیئر بدلنے کی وجہ سے تیل کی کھپت 20 فی صد تک بڑھ سکتی ہے۔ اتار اور چڑھاؤ کے دوران ایک ہی گیئر میں چلیں۔

▪ بار- بار رکنے اور چلنے سے ایندھن برباد ہوتا ہے۔ جب آپ تیزی سے بریک لگاتے ہیں تو حرارت کے طور پر کافی ساری مفید توانائی خارج ہوتی ہے۔ اچھے ڈرائیور کو ہمیشہ اسٹاپ کا پہلے سے ہی انداز ہوتا ہے جس سے اچانک بریک لگانے کی صورت نہیں آتی۔

▪ ایئر فلٹرز کی باقاعدہ صفائی سے ایندھن بچایا جا سکتا ہے۔

▪ ٹائر کا دباؤ دیکھ لیں، کیونکہ کم ہوا کی وجہ سے پٹرول کی کھپت زیادہ ہوتی ہے۔

▪ 2 منٹ سے زیادہ رکنا ہو تو انجن بند کر دیں۔ PCRA کی ایک جانب سے دہلی میں کی گئی ایک تحقیق بتاتی ہے کہ ٹریفک چوراہے پر رکے رہنے سے صرف دہلی میں ہی یومیہ 3.22 لاکھ لیٹر پٹرول اور 1.01 لاکھ لیٹر ڈیزل ختم ہوتا ہے۔ ستمبر 1999 میں لاگو شرح پر اس طرح تباہ ہوئے ایندھن کی قیمت ایک سال میں 320.22 کروڑ روپے ہوگی۔

▪ مجوزہ قسم کا تیل ہی استعمال کریں۔ کیونکہ مجوزہ تیل سے زیادہ گاڑھا تیل ایندھن کی کھپت کو 2 فی صد تک بڑھا دیتا ہے۔

▪ تیل کا رساؤ پر توجہ دیں۔ کیونکہ ایک ایک بوند کے طور پر ٹپکنے والا تیل ہی لیٹروں میں بدل جاتا ہے۔

▪ اپنا راستہ طے کریں، کیونکہ زیادہ بھیڑ والے راستے میں بار بار رکنے چلنے والی ٹریفک کی وجہ سے کافی سارا ایندھن برباد ہو جاتا ہے۔ تھوڑے فاصلے پر کم مصروف راستے سے جانے پر آپ فی لیٹر مزید مائیلیج حاصل کر سکتے ہیں۔

▪ لوڈ کم کرنا، غیر ضروری وزن ایندھن کی کھپت بڑھا دیتا ہے۔

▪ سفر کی منصوبہ بندی کریں، سیر پر جانے سے پہلے اپنے آپ سے دو سوال پوچھیں: کیا یہ سفر واقعی میں ضروری ہے؟ کیا میں اسی سمت میں اس کے ساتھ اور بھی کوئی سفر شامل کر سکتا ہوں؟

▪ گھروں میں کھانا بنانے نے کے لیے کیروسین کے استعمال کے بجائے، بجلی یا گیس کا استعمال کریں۔ حکومت کو چاہئے کہ بجلی مہیا کرانے کی ہر ممکن کوشش کرے تاکہ تیل کی بچت ہو سکے۔ کیونکہ آج بھی دیہاتوں میں گیس کی حصولیابی آسان نہ ہونے کی وجہ سے کیروسین کا بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔

▪ کسانوں کو تیل کے بچاؤ کے بارے میں ہدایات دے کر تیل بچایا جاسکتا ہے۔ اس مسئلے پر حکومتی سطح پر کام ہونا چاہئے۔ کسانوں کو ان کی مشینوں اور استعمال کے طریقوں کو سمجھایا جائے تاکہ تیل کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔

▪ آبپاشی کے لیے استعمال کی جانے والی مشینوں کی بابت معلومات عام کی جائے تاکہ مشین اور انجن کی مخفی سہولیات اور ضروریات سے ان پڑھ اور جاہل کسان بھی بہرہ ور ہو کر تیل کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

خلاصہ کلام : غرض یہ کہ تیل قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں اس کا استعمال کس قدر بڑھتا جا رہا ہے ایسے میں ان کے ختم ہونے کے قوی امکانات ہیں۔ اسی لیے آج ہر طرف سے تیل کے تحفظ کے لیے آوازیں اٹھائی جا رہی ہیں۔ تیل کا تحفظ کا قطعی مطلب یہ نہیں کہ آپ گاڑیاں چلانا بند کر دیجیے یا اپنی جن مصروفیات میں تیل کا استعمال کرتے ہیں انہیں ختم کر دیجئے بلکہ تیل کا تحفظ کا مطلب ہے کہ ہم تیل کا استعمال دانشمندانہ طریقے سے کریں کیونکہ ہم ذاتی طور پر بیدار ہو کر اور دوسروں میں بیداری لا کر یہ ممکن کر سکتے ہیں۔ لہذا ہر شخص کو ذاتی طور پر کوشش کرنی چاہئے کہ وہ مناسب اور جائز طریقے سے تیل کا استعمال کرے۔ بے جا استعمال کر کے اسے ضائع نہ کریں، تاکہ مستقبل میں ہمیں پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیل کے تحفظ کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کریں تاکہ ایک روشن مستقبل ہمارا اور ہمارے بعد آنے والی نسلوں کا استقبال کرے۔

☆☆☆

بقیہ: ترقیاتی خبرنامہ

حکومت وزیراعظم کے صلاحیت کے فروغ کے خواب کو شرمند تعمیر کرنے کے ئے عہد بستہ: سونووال

☆ دنیا بھر میں ایم ایس ایم ای کو معاشی فروغ اور مساوی ترقی کے انجن کے طور پر منظور کرلیا گیا ہے۔ ایم ایس ایم ای' زیادہ تر معیشتوں کی کل صنعتوں کے 90 فیصد حصے کی تشکیل کرتا ہے۔ انہیں اعلیٰ شرح کی روزگار ترقی اور صنعتی پیداوار اور برآمدات کے بڑے حصے کے ے ذمہ دار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان خیالات کا اظہار وزیرمملکت برائے ہنرمندی کے فروغ کی وزیر سربنا سونوال نے یہاں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں بھی ایم ایس ایم ای ملک کی معیشت میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ یہ واضح ہے کہ ملک کی کل 44 ملین ایم ایس ایم ای، غیر زرعی شعبے میں تقریبا 90 فیصد ورک فورس اور ہندوستان کے صنعتی اداروں کی کل تعداد کے تقریبا 80 فیصد ورک فورس کے ےذمہ دار ہے۔ اس سیکٹر کا بڑا فائدہ کم خرچ پر روزگار کی صلاحیت (صلاحیت کا فروغ) ہے۔ ہر مینوفیکچرنگ ایم ایس ایم ای میں میں اوسطا 4 افراد کو روزگار حاصل ہے ایم ایس ایم ای میں بڑے کاروباری اداروں میں مزدوری کا تناسب بھی زیادہ ہے

مجموعی طور پر صنعت سازی کو متاثر کرنے والے کچھ اہم عنصر تعلیم، صلاحیت کی سطح، مقامی طبعی بنیادی ڈھانچوں کا معیار، گھریلو بینکنگ معیار، کاروباری ماحول، سرمایہ کاری وغیرہ ہیں۔ وزیر موصوف نے کہا کہ ہماری حکومت اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہے اور حکومت کے گزشتہ سو روز کے دوران اس سلسلے میں متعدد اقدامات اور اصلاحات کی گئی ہیں۔ وزیراعظم نے یوم آزادی کے موقع پر اپنے خطاب میں اس بات پر زور دیا تھا اور کہا تھا کہ لاکھوں اور کروڑوں ہندوستانی نوجوانوں کو صلاحیت حاصل کرنی چاہئے اور اس کے ے ملک بھر میں فرسودہ نظام نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایک نیٹ ورک بنانے میں تعاون دیں وہ دنیا کے جس ملک میں بھی جائیں ان کی صلاحیتوں کو سراہا جائے۔

وزیر موصوف نے کہا کہ میری وزارت، وزیر اعظم کے اسکل انڈیا خواب کو پورا کرنے کے ے ترقیاتی کاموں اور پروگراموں کو شروع کرنے کے ۓ عہد بستہ ہے۔ حکومت نے، اپرینٹس شپ قانون میں ترمیم کی ہے۔ ہمیں ایسے راستے تلاش کرنے کی ضرورت ہے جو اپرینٹس میں لگی ہوئی ایم ایس ایم ای تنظیموں کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس سوچ میں بہت طاقت ہے اگر 44 ملین ایم ایس ایم ای میں سے ہر ایک آئندہ آٹھ برسوں کے لئے ایک اپرنٹس میں مصروف ہو جے تو 500 ملین کے ہدف کو بآسانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

کسانوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے زرعی آمدنی انشورنس اسکیم

☆ پیداوار اور قیمت سے متعلق خطرات کسانوں کی آمدنی پر اثر ڈالتے ہیں جس کا زرعی شعبے میں اعلیٰ نوعیت کی فصلوں کی اقسام، پیداوار کی تکنیک اور سرمایہ سازی کے کام میں سرمایہ کاری پر منفی اثر پڑتا ہے۔ احمد آباد میں زرعی آمدنی انشورنس اسکیم کے تصور پر مبنی ایک سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے زراعت کے مرکزی وزیر مسٹر رادھا موہن سنگھ نے کہا کہ زراعت کا زیادہ تر انحصار مانسون پر ہے جس کی وجہ سے زرعی پیداوار اور اس کی قیمت کے تعلق سے غیر یقینی کی صورتحال رہتی ہے۔

حکومت زرعی آمدنی انشورنس اسکیم شروع کرنے پر غور کر رہی ہے تاکہ ان دو اہم عناصر یعنی پیداوار اور قیمت کے مسئلے کا ایک ہی پالیسی کے تحت ازالہ کیا جا سکے۔ اس اسکیم کا مقصد اپنی پیداوار اور بازار سے متعلق خطرات کے ضمن میں انشورنس کی سہولت دے کر کسانوں کو تحفظ فراہم کرنا ہوگا۔ اس اسکیم کا مقصد پیداوار میں تسلسل، روزی روٹی اور فصل کا تحفظ، کثیر فصلی نظام کی حوصلہ افزائی ہے۔ جس سے برآمدات کے نقط نظر سے مسابقت کو بھی فروغ ملے گا۔

صدر جمہوریہ کا پانچواں ڈاکٹر امبیڈکر یادگاری خطبہ

☆ صدر جمہوریہ جناب پرنب مکھرجی نے یہاں ڈاکٹر امبیڈکر کا 21 ویں صدی کے ہندوستان کا تصور' کے موضوع پر پانچواں ڈاکٹر امبیڈکر یادگاری خطبہ پیش کیا۔ صدر جمہوریہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے سماجی انصاف اور تفویض اختیارات کے وزیر نے کہا کہ ڈاکٹر امبیڈکر ہندوستانی آئین کے کلیدی معمار تھے اور سماجی مساوات کے لئے جد و جہد کی ایک علامت کے طور پر یاد رکھے جائیں گے۔ وہ ایک عظیم دانشور، ایک نابغہ روزگار شخصیت، کامیاب سیاست داں، قانون ساز، ماہر اقتصادیات اور مقبول رہنما تھے۔ انہوں نے سبھی سماجی اور معاشی شعبوں میں جمہوریت کی وکالت کی۔

وزیر موصوف نے اعلان کیا کہ دلی میں ڈاکٹر امبیڈکر بین الاقوامی مرکز قائم کیا جائے گا جو بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر کے فلسفے اور نظریات کو فروغ دیگا۔ 195 کروڑ روپے کی لاگت سے بننے والے اس مرکز میں ایک میوزیم اور لائبریری وغیرہ بھی ہوں گی۔ وزیر موصوف نے مزید کہا کہ انصاف، آزادی، مساوات اور عوام کے درمیان بھائی چارے سے متعلق ڈاکٹر امبیڈکر کا تصور آج بھی بامعنی ہے۔ اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے صدر جمہوریہ نے کہا کہ ڈاکٹر امبیڈکر نے ایک ایسے ہندوستان کا خواب دیکھا تھا جس میں سماج کے تمام طبقات سماجی،

اقتصادی اور سیاسی طور پر بااختیار ہوں۔ ایک ایسا ہندوستان جس میں ہماری آبادی کا ہر طبقہ یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کا اس ملک اور اس کے مستقبل میں مساوی حصہ ہے۔ انہوں نے ایسے ہندوستان کا خواب دیکھا تھا جس میں سماجی رتبے کا تعین اس چیز سے نہ ہو کہ وہ ذات پات کے نظام میں کس مقام پر ہے یا اس کے پاس کتنی دولت ہے بلکہ اس کا تعین انفرادی صلاحیت پر ہو۔ ڈاکٹر امبیڈکر کا تصور ایک ایسے ہندوستان کا تھا جہاں کے سماجی اور معاشی نظام میں انسانی صلاحیتوں کے مکمل فروغ کی آزادی ہو اور جس کے تمام شہریوں کے لئے باوقار زندگی کی گارنٹی ہو۔ ہم میں سے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ ڈاکٹر امبیڈکر کے خوابوں کے ہندوستان کو حقیقت کی شکل دینے کیلئے اپنی بھرپور ذمہ داری نبھائے۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی قومی فاؤنڈیشن کی سرگرمیاں

☆ داخلی امور کی وزارت میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی قومی فاؤنڈیشن ایک خود مختار ادارہ ہے۔ ادارہ نے نوادوے ودیالیہ سمیتی کے ساتھ شراکت داری اور تعاون میں سمیتی کے ذریعہ چلائے جانے والے جواہر نوادوے ودیالوں (جے این وی) جو رہائشی اسکول ہیں، میں 19 اگست سے 23 اگست کے دوران سلسلہ وار مقابلوں کا انعقاد کیا۔ ان مقابلوں کا مقصد سماج کے مختلف طبقوں کے درمیان فرقہ وارانہ ہم آہنگی، بھائی چارے، خیر سگالی اور امن کی اخلاقی اقدار کو بڑھاوا دینا تھا۔ ان مقابلوں کا انعقاد جونیئر اسکول سطح کے طلبا (درجہ 6 سے درجہ 8 تک) اور سینئر اسکول طلبا (نویں درجے سے بارہویں درجے) کے لئے کیا گیا جس میں مضمون نگاری چھوٹی کہانی نگاری اور پینٹنگ مقابلے رکھے گئے۔ ان مقابلوں میں مختلف سطحوں پر انعام یافتگان کو سند اور نقد انعام عطا کیا جائے گا۔ قومی سطح پر اول، دوئم اور سوئم آنے والوں کو ہر زمرے میں یعنی مضمون نگاری کہانی نگاری اور پینٹنگ میں 3000، 2000 اور ایک ہزار روپے کا نقد انعام دیا جائے گا۔ ان انعامات کی تقسیم قومی سطح پر دہلی میں 19 نومبر سے 25 نومبر 2014 کے دوران فرقہ وارانہ ہم آہنگی مہم ہفتے کے دوران تقسیم کرنے کی تجویز ہے۔

غیر ملکی طلبا کیلئے ویزا کی سہولت میں اضافہ

☆ مرکزی وزیر داخلہ مسٹر راج ناتھ سنگھ نے غیر ملکی رجسٹریشن دفاتر کے ایک وفد کو زیادہ اختیارات کی منظوری دی۔ اس گروپ نے اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ ہندوستان میں غیر ملکی طلبا کی خدمات میں مزید اضافہ ہوا ہے نیز اس بات کی جانب بھی اشارہ ہے کہ موجودہ وقت میں 93000 غیر ملکی طلبا ہندوستان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

چیف آف نول اسٹاف ایڈمرل آر کے دھوون نے آئی این ایس سمترا ''کو ہندوستانی بحریہ میں شامل کیا

☆ بحریہ کے سربراہ ایڈمرل آر کے دھوون پی وی ایس ایم، اے وی ایس ایم، وائی ایس ایم، اے ڈی سی نے چنئی میں منعقد ایک باوقار تقریب میں جنگی بحری جہاز آئی این ایس سمترا کو ہندوستانی بحریہ میں شامل کیا۔ یہ چوتھا ایسا جنگی بحری جہاز ہے جسے ملک میں تیار کیا گیا ہے۔ اس موقع پر فلیگ آفیسر کمانڈنگ انچیف ایسٹرن نول کمانڈ وائس ایڈمرل ستیش سونی ، وائس ایڈمرل اے وی صوبیدار، کنٹرولر وارشپ پروڈکشن اینڈ ایکویزیشن (سی ڈبلیو پی اینڈ اے)، آئی ایچ کیوایم اوڈی (این)، ریئر ایڈمرل شیکھر متل (ریٹائرڈ)، چیرمین اینڈ منیجنگ ڈائریکٹر گوا شپ یارڈ لمیٹیڈ (جی ایس ایل) اور دیگر اکابر شخصیات بھی موجود تھیں۔ اس سے پہلے چنئی کی بندرگاہ میں آمد پر ایڈمرل دھوون کو ایک باوقار گارڈ آف آنر پیش کیا گیا اور تقریب میں شامل دیگر سرکردہ شخصیات سے متعارف کرایا گیا۔

وزارت سیاحت نے انکریڈیبل انڈیا موبائل ایپلیکیشن کا آغاز کیا

☆ سیاحت کے سکریٹری مسٹر پرویز دیوان نے انکریڈیبل انڈیا موبائل ایپلیکیشن کا آغاز کیا جو بین الاقوامی اور گھریلو سیاحوں کو وزارت سیاحت سے تسلیم شدہ سیاحت خدمات فراہم کرنے والے مختلف ٹور آپریٹروں کے بارے میں معلومات کی رسائی میں مددگار ثابت ہوگا۔ اس ایپلیکیشن کے ذریعہ سیاحوں کو ان کے موبائل فون پر تمام تفصیلات بھی فراہم کرائی جائیں گی۔ سیاح اپنی موجودہ لوکیشن کے علاوہ کسی دوسرے شہر کی جہاں وہ مستقبل میں سفر کرنے کے خواہش مند ہوں ، تفصیلات بھی معلوم کرسکیں گے۔ اس کے علاوہ موبائل ایپلیکیشن دلچسپی کے مقامات بھی فراہم کرے گا۔ موبائل ایپلیکیشن جونئی حکومت کی پہل کا ایک حصہ ہے۔ اہم مثبت فیصلوں کے پیش نظر تیار کیا گیا ہے اور اسے نیشنل انفارمیشن سینٹر نے تیار کیا ہے۔

سائنس وٹکنالوجی کی وزارت میں سو دن کے کارنامے اور نئی پہل

☆ سائنس اور ٹکنالوجی کی وزارت نے وزارت کے تحت سرکاری فنڈ سے چلنے والے تحقیق کے تمام قومی اداروں کے لئے اختراع کی نئی پہل کو لازمی کر کے انڈر گریجویٹ اور اسکول سطح پر تدریس کے شعبے میں باقاعدہ شامل کرنے کا اعلان کیا ہے تاکہ انہیں سرگرم تعلیمی کام میں شامل کیا جا سکے۔ یہاں انوسندھان بھون میں منعقدہ ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کرتے ہوئے سائنس و ٹیکنالوجی کے مرکزی وزیر ڈاکٹر جتیندر سنگھ نے کہا کہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سائنس دانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ باقاعدہ انڈر گریجویٹ کالج سطح

کے ساتھ ساتھ اسکولی سطح پر بھی طلبا کے لئے تدریس کی کلاسوں کا انعقاد کریں۔

نئی حکومت کی تشکیل کے بعد سائنس وٹکنالوجی اور ارضیاتی سائنس کی وزارت میں 100 دن کے کارناموں اور نئی پہل کی تفصیلات بتاتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ اس مختصر مدت کے دوران ان کی نگرانی میں وزارت نے دوسرے وزارتوں کے ساتھ اشتراک کرکے بہت سے اہم سماجی اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے لئے سائنسی تحقیق کو بڑھاوا دیا ہے۔ جبکہ نوجوانوں میں سائنسی رجحان پیدا کرنے کے لئے ٹھوس کوششیں شروع کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت تحقیق وترقی کے بنیادی ڈھانچے میں موثر سرکاری پرائیویٹ شراکت داری کو فروغ دینے کے علاوہ جدید تحقیق وترقی کا ماحول تیار کرنے کے تئیں پرعزم ہے۔ تاکہ اختراع کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک ماحولیاتی نظام پیدا کیا جاسکے۔

ڈی بی ٹی محاذ پر انہوں نے کہا کہ ملک میں ہی تیار کردہ روٹاوائرس سمیت 3 نئے ٹیکے ہندوستان کی ٹیکہ کاری کی عالمی مہم کے پروگرام کے حصے کے طور پر ملک کے تمام بچوں کو فراہم کیے جائیں گے۔ جبکہ جاپانی دماغی بخار سے بچاؤ کے لئے بالغان کے لئے چوتھا ٹیکہ انتہائی ترجیحاتی اضلاع میں لگایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ان نئے ٹیکوں کے ساتھ ہی ہندوستان کی ٹیکہ کاری کی عالمی مہم کے پروگرام سے اب سالانہ 27 لاکھ بچوں کو 13 جان لیوا بیماریوں سے بچانے کے لئے مفت ٹیکے فراہم کیے جائیں گے۔ ان میں بہت سی دوائیں ان کو پرائیویٹ ڈاکٹروں کے ذریعے پہلے ہی دستیاب کرائی گئی ہیں، جوان کا خرچ برداشت کرسکتے ہیں۔

مئی سے اگست (2014) کے دوران بھارتیہ ریلوے کی بڑی کامیابیاں / اقدامات

☆مئی 2014 سے اگست 2014 کے دوران ہندوستانی ریلوے نے کئی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور عوامی سہولیات کیلئے کئی اقدامات کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں: ☆ کٹرہ کینکٹویٹی جموں وکشمیر میں ریلوے نے کٹرہ-اودھم پور ریلوے لائن کو منسلک کرکے بڑی عوامی سہولت مہیا کی ہے۔ اس ریلوے لائن کو وزیراعظم نے 4 جولائی کو عوام کے نام وقف کیا تھا۔☆ سیفٹی میژرز - ہائی لیول سیفٹی ریویو کمیٹی تشکیل دی گئی، جو جدید ٹکنالوجی سے لیس ہے۔☆ صفائی میں بہتری: ملک بھر کے ریلوے اسٹیشنوں اور ریل گاڑیوں مین جون 2014 میں بڑی صفائی مہم کا آغاز کیا گیا۔☆ سریع الحرکت گاڑیاں: دہلی - آگرہ، دہلی- چنڈی گڑھ، دہلی - کانپور، ناگپور- بلاسپور، میسور- بنگلور- چنئی، ممبئی - گوا، ممبئی - حیدرآباد، چنئی - حیدرآباد اور ناگپور - سکندرآباد کے مابین تیز رفتار گاڑیوں کا آغاز۔ ☆ آئی ٹی کا آغاز: انڈین ریلوے کو مزید سہولیات فراہم کرنے اور جدید بنانے کیلئے آئی ٹی کا آغاز کیا گیا۔

☆ مسافر دوست ٹکٹ اسکیم کا آغاز۔☆ممبئی میں نیو ریل نیئر پلانٹ۔

☆ اسٹیشنوں کی ترقی وفروغ۔☆ بھارتیہ ریلوے کے ڈھانچہ میں براہ راست غیرملکی سرمایہ کاری کا فیصلہ۔☆ کوئلہ کی نقل وحمل۔ یہ ہندوستانی ریلوے میں بجلی کی فراہمی کیلئے نہایت اہم ذریعہ ہے۔☆ ریلوے ٹریکز کو بجلی کی فراہمی۔

☆ ریلوے کوچ فیکٹری میں شمسی توانائی پلانٹ کی فراہمی۔☆ توانائی کی بچت۔☆بغیر گارڈز کے کراسنگ کا خاتمہ۔☆ شمال مشرقی علاقوں میں بڑے پروجیکٹس کی تشکیل۔☆ بیشتر ریلوے لائنوں کو مذکورہ مدت میں ڈبل کیا گیا۔☆ مسافروں کو سہولیات کے مدنظر مزید برتھز کا اضافہ۔☆ مسافروں کیلئے زیادہ سے زیادہ سہولیات۔☆ ہند-چیک معاہدہ کو عملی جامہ پہنانا۔ یہ معاہدہ دونوں ممالک کے مابین 19.8.2014 کو ٹیکنیکل کوآپریشن سے متعلق طے پایا تھا۔☆ ریل گاڑیوں اور اسٹیشنوں میں کھانے پینے کی اشیاء میں مزید سدھار☆ بھیڑ بھاڑ سے نمٹنے کیلئے اسپیشل ٹرینوں کا آغاز۔☆ ریل کے ذریعہ دودھ کی مزید فراہمی☆ ویگنز کی جدید ڈیزائننگ۔☆ 30.09.2014 کی ریلوے اسٹالس کی وسعت☆ مسافروں کی سہولت کیلئے تین لفٹوں کا مزید اضافہ☆ سوشل میڈیا کا استعمال۔☆ دولت مشترکہ کھیلوں میں ریلوے کے جن کھلاڑیوں نے میڈلز حاصل کئے ریلوے کی جانب سے ہر ایک کیلئے نقد رقم کا اعلان۔☆ آرپی ایف اور آرپی ایس ایف جونواں کیلئے ایوارڈز۔☆ ریلوے میں نئی تقرریاں۔☆ ریلوے کے جدید کورسز کا آغاز☆ روڈ اوور برجز اور روڈ انڈر برجز کیلئے ویب پورٹل کا آغاز۔☆ سرپلس فنڈز کو پبلک سیکٹر میں دینے کا آغاز۔☆ ریلوے کے وزیر کی تمام ریلوے کے جنرل منیجرز کے ساتھ تفصیلی میٹنگ کا آغاز جس کے تحت ریلوے پروجیکٹس اور پروگرامز کا سرعت سے نفاذ۔☆ پارلیمنٹ میں پیش کردہ ریلوے بجٹ سے مختلف پالیسیاں، پروجیکٹس اور اسکیموں پر عمل آوری۔☆ مال بردار گاڑیوں کے خالی ڈبوں کو بھرنے کی مسافروں کو مراعات۔

صنعتی پالیسی اور فروغ کے محکمے کے ذریعے کئے گئے اقدامات

☆ایک مضبوط مینوفیکچرنگ شعبے کا فروغ حکومت کی ترجیح ہے۔ اس سے نہ صرف اقتصادی نمو کی شرح بلند ہوگی بلکہ روزگار کے مواقع بھی دستیاب ہوں گے۔ حکومت ہندوستان کو مینوفیکچرنگ مرکز بنانے کی راہ میں درپیش سبھی رکاوٹوں کو دور کرنے کے تئیں پابند عہد ہے۔ اس سلسلے میں متعدد اقدامات کئے گئے ہیں۔ گذشتہ تین مہینوں میں اقتصادی سرگرمیوں نے رفتار پکڑی ہے جس کی عکاسی مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) سے متعلق سہ ماہی اعداد وشمار سے ہوتی ہے۔ اس کے مطابق اپریل سے جون 2014 کے درمیان پہلی سہ ماہی میں جی ڈی پی میں 5.7 فی صد کی شرح سے نمو درج کی گئی ہے۔ صنعتی ترقی میں بالعموم اور مینوفیکچرنگ کے شعبے میں بالخصوص قابل ذکر بہتری دیکھی گئی ہے جبکہ

2013-14 کی مذکورہ مدت کے دوران ان شعبوں میں شرح نمو منفی رہی تھی۔ مجموعی فکسڈ سرمایہ سازی (جی ایف سی ایف) جو کہ سرمایہ کاری کا اشاریہ ہوتی ہے، میں 2014-15 کی پہلی سہ ماہی میں سات فی صد تک کی نمو درج ہو گئی ہے جو کہ گذشتہ مالی سال کی اسی مدت میں یہ نمو منفی رہی تھی۔ اس سے سرمایہ کاروں کے اچھے موڈ کی عکاسی نیز مستقبل میں اچھی شرح نمو کے امکانات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ بہتری اچھے تجارتی ماحول اور مارکیٹ کے سلسلے میں اچھے خیالات کی عکاسی ہے۔ یہ ماحول گذشتہ تین مہینوں میں حکومت کے ذریعے صنعتی شعبے کو بالعموم اور مینوفیکچرنگ شعبے کو بالخصوص نئی توانائی دینے کیلئے اٹھائے گئے مثبت اقدامات کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں 2014-15 کے مرکزی بجٹ میں متعدد مثبت اعلانات پہلے ہی کئے جا چکے ہیں۔

صنعتی ترقی کیلئے ہندوستان میں ہموار/ خوشگوار تجارتی ماحول دستیاب کرانا اہم عنصر ہے۔ حکومت کا اس بات پر زور رہا ہے کہ کام کے طریقہ کار کو آسان اور موجودہ ضابطوں کو معقول بنایا جائے نیز حکمرانی کو مزید کارگر، موثر، سہل اور قابل استعمال بنانے کیلئے اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے استعمال میں اضافہ کیا جائے۔ راست بیرونی سرمایہ کاری (ایف ڈی آئی) وسائل اکٹھا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ حکومت نے ایف ڈی آئی کو راغب کرنے کیلئے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ دفاعی شعبے میں ایف ڈی آئی کو آسان بنایا گیا ہے اور اس کی حد 26 سے بڑھا کر 49 فی صد کر دی گئی ہے۔ ریلوے کے بنیادی ڈھانچے سے متعلق مخصوص پروجیکٹوں کے ضمن میں کنسٹرکشن، آپریشن اور رکھ رکھاؤ کے شعبے میں آٹو میٹنگ روٹ کے تحت 100 فی صد ایف ڈی آئی کی اجازت دی گئی ہے۔ کنسٹرکشن ڈیولپمنٹ کے شعبے سے متعلق ایف ڈی آئی کے ضابطوں کو اور سہل بنایا جا رہا ہے۔ جون اور جولائی 2014 میں ایف ڈی آئی کی آمد میں 75 فی صد اضافہ ہوا ہے۔

صدر جمہوریہ کی خواندگی کو دنیا کے ترقی یافتہ سماجوں کے ہم پلّہ بنانے کی اپیل

☆قومی خواندگی مشن اتھارٹی، وزارت برائے فروغ انسانی وسائل، حکومت ہند نے صدر جمہوریہ جناب پرنب مکھرجی کی موجودگی میں قومی سطح کی ایک تقریب میں بین الاقوامی یوم خواندگی 2014 منایا۔ فروغ انسانی وسائل کی مرکزی وزیر محترمہ سمرتی ایرانی نے تقریب کی صدارت کی۔ اپنے خطاب میں صدر جمہوریہ نے کہا کہ خواندگی سے ہی تعلیم کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ایک خواندہ اور اس طرح سے تعلیم یافتہ سماج، جمہوری ذرائع سے شمولیت پر مبنی اقتصادی اور سماجی بہبود کی راہیں دریافت کرنے کا زیادہ اہل ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ناخواندگی کے خاتمے سے متعلق منصوبے کا مقصد صرف حرف شناسی تک ہی محدود نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس میں تعلیم کے دیگر مفید پہلوؤں کا احاطہ بھی کیا جانا چاہئے۔ خواندگی کے معاملے میں جنسی عدم مساوات بھی ایک دیگر چیلنج ہے۔ جناب صدر نے کہا کہ ہمارا مقصد ہندوستان کے خواندگی پروگرام کو دنیا کے ترقی یافتہ سماجوں کے ہم پلہ بنانا ہونا چاہئے۔

صدر جمہوریہ نے خواندگی کی سند حاصل کرنے والے 2.86 کروڑ افراد کی تعداد پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ اس سے انہیں اپنی خواندگی کے مفید استعمال اور اس کے فوائد کو پھیلانے کی ترغیب ملے گی۔ انہوں نے شاکشر بھارت ایوارڈ 2014 حاصل کرنے والوں کو مبارکباد دیتے ہوئے مزید کہا کہ اس سے ہندوستان میں مکمل خواندگی کی سمت میں مزید کوششیں کرنے کی ترغیب ملے گی۔

اپنے خطاب میں محترمہ سمرتی ایرانی نے کہا اگرچہ ہم نے 73 فیصد شرح خواندگی حاصل کر لی ہے تاہم خواتین، درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل اور اقلیتوں میں خواندگی کی کم شرح باعث تشویش ہے جس کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ خواندگی کے ساتھ ساتھ چناؤ خواندگی کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے اور ہم نے اپنے طور پر اقتصادی خواندگی کو مشتہر کرنے کی کوشش بھی کی ہے جس کے تعلق سے امید ہے کہ یہ حال ہی میں شروع کی گئی جن دھن یوجنا کے پس منظر میں مفید ثابت ہوگی۔ محترمہ ایرانی نے سبھی لوگوں سے ہندوستان کو مکمل طور پر خواندہ بنانے کے عزم کا پھر اعادہ کرنے کی درخواست کی۔

صدر جمہوریہ نے ریاست، اضلاع، بلاکوں، گرام پنچایتوں، ریاستی وسائل مرکز (ایس آر سی) اور جن شکشا سنستھان (جے ایس ایس) کو تعلیم کے شعبے میں بہترین کارکردگی کیلئے گیارہ شاکشر بھارت ایوارڈس دیئے۔ پروگرام میں شعبہ تعلیم سے وابستہ اعلیٰ افسران سبھی دیگر معزز شخصیات کے علاوہ تعلیم بالغان پروگرام سے مستفید ہونے والے اور اس پروگرام کو چلانے والوں نے شرکت کی۔

ہندوستان کا کارپوریٹ سیکٹر حیرت انگیز کارنامے انجام دے سکتا ہے: صدر جمہوریہ

☆صدر جمہوریہ جناب پرنب مکھرجی نے کہا کہ ہندوستان کا کارپوریٹ سیکٹر حیرت انگیز کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ صدر مغربی بنگال کے مرشد آباد میں پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ اِن مینجمنٹ پروگرام کے طلبا کے پہلے بیچ سے خطاب کر رہے تھے۔ صدر جمہوریہ نے اس موقع پر جانگی پور کے مرشد آباد میں مینجمنٹ ڈیولپمنٹ انسٹی ٹیوٹ (ایم ڈی آئی) کے نئے کیمپس کا بھی افتتاح کیا۔ صدر نے کہا کہ 1990 کی دہائی کے معاشی اصلاحات کے وقت سے ہی ہندوستان کے کارپوریٹ سیکٹر میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ ہندوستانی کمپنیاں اب بڑے پیمانے پر بیرونی ملکوں میں سرمایہ کاری کر رہی ہیں اور وہ عالمی طور طریقوں کو ہندوستان میں متعارف کرا رہی

ہیں۔ صدر نے کہا کہ موجودہ دور کی سوچ اور اپروچ اور وہ طریقہ کی جس میں مسائل سے نمٹے جاتے ہیں اس سے ہمیں اعتماد ملتا ہے کہ ہم جلد ہی %8-7 فیصد کی معاشی شرح ترقی کو دوبارہ حاصل کرلیں گے۔ غربت کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے یہ کم از کم ضروری ہے۔ ہمیں تربیت اور 2022 تک 50 کروڑ نوجوانوں کو ہنرمند بنانے کی زبردست ذمہ داری کو پورا کرنا ہوگا۔ جلد ہی دنیا بھر کی کام کرنے والی آبادی کا 20 فیصد ہندوستان میں ہوگا اور ہماری آبادی کا 50 فیصد 30 سال سے کم کا ہوگا۔ اگر ہم لوگوں کو ہنرمند بناسکیں اور اپنے نوجوانوں کو روزگار کے قابل بناسکیں تو ایسی صورت میں ہمیں آبادی کا فائدہ ملے گا۔ اس موقع پر موجود اہم شخصیات میں مالیات، دفاع اور کارپوریٹ امور کے مرکزی وزیر جناب ارون جیٹلی اور ممبر پارلیمنٹ جناب ابھیجیت مکھرجی موجود تھے۔

شمال مشرقی سنیما نے ثقافتی وابستگی میں ایک اہم رول ادا کیا ہے: بمل جُلکا

☆ اطلاعات ونشریات کے سکریٹری جناب بمل جُلکا نے کہا ہے کہ سنیما نے شمال مشرقی ریاستوں کے ساتھ ملک کی ثقافتی وابستگی میں ایک زبردست رول ادا کیا ہے۔ یہ معروف فلم شخصیات کی طرف سے شمال مشرقی سنیما کی مالا مال تہذیبی وراثت ہے جس نے ملک کے نوجوان ذہنوں پر تخلیقی اثر ڈالا ہے۔ شمال مشرق سے فلموں کے سفر پر اظہار خیال کرتے ہوئے جناب جُلکا نے کہا کہ شمال مشرقی فلمیں اس مرحلے پر پہنچ گئی ہیں کہ جہاں نہ صرف اسٹوری لائنیں بلکہ صنعت کی پیشہ ورانہ اور تکنیکی مہارت کی بھی عالمی اسٹیج پر ستائش کی جاتی ہے۔ جناب جُلکا نے شمال مشرق کے نارتھ ایسٹ فلم فیسٹول فریگرینسیز کی اختتامی تقریب کے موقع پر یہ بات کہی ہے۔ سکریٹری نے مزید کہا کہ فلم صنعت سے وابستہ حصہ داروں کی شراکت داری لازمی ہے۔ انہوں نے مستقبل میں اس طرح کے فیسٹیول کے انعقاد کے لیے مستقبل کا روڈ میپ تیار کرنے کے تئیں لوگوں کی تجاویز طلب کیں۔

دیہی ٹوائیلیٹس کے لئے حکومت مزید رقم فراہم کرے گی

☆ دیہی ترقی، صاف پانی اور صفائی ستھرائی کے مرکزی وزیر جناب نتن گڈکری نے کہا ہے کہ 2019 تک سبھی کے لئے صفائی ستھرائی کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ملک میں مختلف زمروں کے دیہی ٹوائلیٹس تیار کرنے کی خاطر مالی امداد میں کافی زیادہ اضافہ کرنے کے مقصد سے انہوں نے ایک کابینی نوٹ تیار کیا ہے۔ یہاں صفائی ستھرائی اور صاف پانی کے بارے میں ایک قومی ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ گھروں کے بیت الخلاء کے لئے امدادی رقم 10,000 روپے سے بڑھا کر 15,000 روپے اسکول کے ٹوائیلیٹ کے لئے یہ رقم 35,000 روپے سے بڑھا کر 54,000 روپے کی جائے گی۔ اسی طرح آنگن واڑی میں بیت الخلاء کے لئے امدادی رقم اب 8,000 روپے کی جگہ 20,000 روپے ہوگی جبکہ کمیونٹی سینیٹری کامپلکس کے لئے امدادی رقم موجودہ دو لاکھ روپے سے بڑھا کر چھ لاکھ روپے کرنے کی تجویز ہے۔ جناب گڈکری نے کہا کہ دیہی علاقوں میں ٹوائیلٹ تیار کرنے کے کام کو ایم جی نریگا سے الگ کیا جائے گا۔ انہوں نے تیزی سے فیصلے کئے جانے کی اپیل کی اور آئندہ ساڑھے چار برسوں میں ہندستان میں کھلے میدان میں رفع حاجت کو مکمل طور پر ختم کرنے کے مقصد کو پورا کرنے سماج کے لئے سبھی طبقوں سے تعاون کی اپیل کی۔ انہوں نے ورکشاپ میں شرکت کرنے والے ریاستی وزراء اور اعلی افسروں سے کہا کہ وہ 2019 تک سوچھ بھارت کی تعمیر کے وزیراعظم جناب نریندر مودی کے ڈریم پروجیکٹ کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے وفاقی تعاون کے جذبے کے ساتھ کام کریں۔

ہندستان کے لئے جامع پائیدار سیاحت کا پیمانہ

☆ سیاحت کے وزیر جناب شری پد نائیک نے یہاں رہائش، ٹور آپریٹرز اور ساحلوں، جھیلوں اور ندیوں کے شعبوں سے متعلق ہندستان کے لئے جامع پائیدار سیاحتی پیمانہ (اس ٹی سی آئی) جاری کیا ہے۔ اس موقع پر وزیر موصوف نے کہا کہ ان کی وزارت نے پائیداری، کاربن فٹ پرنٹ کو کم سے کم کرنے کے لئے اصولوں پر ہندستان میں سیاحت کو فروغ دینے کا عزم کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ سیاحت کی ترقی کی حکمت عملی میں ماحولیات کے ساتھ کسی طرح بھی میں تصادم نہ ہو اور اس کے ماحولیات پر کم از کم منفی اثرات مرتب ہوں۔ جناب نائیک نے وزارت سیاحت کے تمام شرکا سے یہ اپیل کی ہے کہ سیاحت کی صنعت قلیل مدتی فائدہ کے لئے قدرتی اور دوسرے وسائل کا حد سے زیادہ استعمال میں نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہم پائیداری کی بات تو کرتے ہیں ہمیں صرف وسائل کے تحفظ کی ہی بات نہیں کرنا چاہئے لیکن ہمیں تہذیب وثقافت اور وراثت کی بھی بات کرنی چاہئے۔

ایس ٹی سی آئی کے مصنف نے جامع طریقہ اپنایا ہے۔ انہوں نے پائیداری کے اصولوں کی قبل ہی وضاحت کی ہے جس میں پانی، توانائی، تہذیب و ثقافت، وراثت، پرانی عمارتوں کی مرمت شامل ہے۔ اس میں سماج، جنگل کی زندگی کے تحفظ اور خواتین، بچوں اور کمزور طبقات کا استحصال نہ کرنے کی اپیل ہے۔

ملک کی بہتر ترقی کیلئے توانائی کی موثر تکنیکس اپنائی جائیں: دھرمیندر پردھان

☆ پیٹرولیم اور قدرتی گیس کے مرکزی وزیر مملکت (آزادانہ چارج) جناب دھرمیندر پردھان نے ملک کی توانائی سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے

توانائی کی موثر تکنیکس اپنانے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اسپتالوں کی عمارتوں اور ڈی جی سیٹس کے لئے اسٹار درجہ بندی جاری کرنے کے بعد موقع پر یہاں ایک تقریب میں اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ توانائی کی کارگر تکنیکس اور طریقہ کار اپنا کر ہم کافی قیمتی سرمایہ بچا سکتے ہیں۔ جو ملک کی ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے اور اس سے ہم دیہی عوام کی بنیادی سہولتیں بھی فراہم کر سکتے ہیں۔ وزیر موصوف نے کہا کہ سالانہ تقریباً چھ لاکھ کروڑ روپے مالیت کا خام تیل درآمد کیا جاتا ہے اور اگر توانائی کی موثر تکنیک سے دس فیصد تک کھپت کو کم کیا جا سکتا ہے تو یہ ایک بری تبدیلی ہوگی۔

ملک کے وسائل کو بچانے اور انہیں محفوظ رکھنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ ہندوستان کے کلچر اور تہذیب نے ہمیشہ ہی سبھی کی فلاح و بہبود کے جذبے کی حوصلہ افزائی کی ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم مستقبل کی نسل کے لئے اعتماد پیدا کریں۔ وسائل کا بہت ہی احتیاط سے استعمال کریں۔

آئی سی جی ایس 'ابھیراج' کی ہندوستانی بحریہ میں شمولیت

☆ تیزی سے گشت کرنے والے 20 بحری جہازوں کی سیریز میں چوتھے انڈین کوسٹ گارڈ شپ 'ابھیراج' کو آج تامل ناڈو میں واقع ٹیوٹی کورین بندرگاہ میں جنوبی بحری کمانڈ کے فلیگ آفیسر کمانڈنگ ان چیف وائس ایڈمرل ایس پی ایس چیما کے ذریعہ ہندوستانی بحریہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس موقع پر مرکز اور ریاستی حکومتوں کی معزز شخصیتوں کے علاوہ مشرقی کوسٹ گارڈ کے کمانڈر انسپکٹر جنرل ایس پی شرما بھی موجود تھے۔ واضح رہے کہ اس جہاز کو کوچن شپ یارڈ لمیٹڈ نے ڈیزائن اور تیار کیا ہے۔ اس جہاز کا نام آئی سی جی ایس 'ابھیراج' رکھا گیا ہے جس کے لغوی معنی ''ذہین'' ہیں۔ یہ ٹیوٹی کورین بندرگاہ میں لنگر انداز پذیر رہے گا تاہم مشرقی کمانڈر کوسٹ گارڈ علاقے کے زیر انتظام رہے گا۔

ٹوکیو میں وزیراعظم نریندر مودی کا استقبالیہ میں اہم خطاب

☆ وزیراعظم جناب نریندر مودی نے کہا کہ ہند اور جاپان کے درمیان گہرے رشتے صرف دونوں حکومتوں کی کوششوں کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ یہ عام آدمی کی کوششوں کا نتیجہ بھی ہے۔ جاپان انڈیا ایسوسی ایشن اور جاپان انڈیا پارلیمنٹری فرینڈ شپ لیگ کی طرف سے وزیراعظم کے اعزاز میں دیئے گئے ایک استقبالیہ کے دوران اپنے خطاب میں وزیراعظم نے کہا کہ جاپان اور ہندوستان کے درمیان روحانی اشتراک ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاپان انڈیا ایسوسی ایشن کے تعلقات 10 سال پرانے ہیں جو حقیقت میں جاپان میں اس طرح کی کسی دوسری انجمن کے مقابلے کہیں زیادہ ہیں۔ وزیراعظم نے کہا کہ جاپان میں ہندی سیکھنے کا شوق تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں اس ایسوسی ایشن کی طرف سے ایک مکتوب موصول ہوا تھا جس میں ان سے اپیل کی گئی تھی جب وہ جاپان آئیں تو ہندی میں بات کریں۔ وزیراعظم نے 90 سال سے زیادہ عمر کے ایک شریف انسان کا ذکر کیا جس نے کبھی نیتاجی سبھاش چندر بوس کے ساتھ کام کیا تھا اور اس نے اب بھی نیتاجی سے منسلک واقعات کو یاد کیا۔ وزیراعظم نے کہا کہ انہوں نے ٹوکیو میں ہندوستانی سفیر دیپا گوپالن وادھوا سے کہا ہے کہ وہ ایک ماہ کے لئے اس شریف انسان کے ساتھ پیشہ ور افراد کی ایک ٹیم متعین کریں تا کہ ان کے انٹرویوز کی ایک ویڈیو ریکارڈنگ کی جا سکے۔

وزیراعظم عوام کے نمائندوں کے درمیان رشتے وسیع کرنے کی تجویز بھی پیش کی، انہوں نے ایک ینگ پارلیمانی ایسوسی ایشن اور وومین پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کی تشکیل کی بھی تجویز پیش کی اور کہا کہ ہندوستان سے ریاستی قانون ساز اسمبلیوں کے نمائندے جاپان کا دورہ کریں اور جاپان سے وہاں کی مقامی سرکار کے نمائندے ہندوستان کا دورہ کریں۔ وزیراعظم نے جاپان کے نمائندوں سے اپیل کی کہ وہ دلی کے علاوہ دیگر شہروں کا دورہ بھی کریں۔

جاپان کی تاجر برادری ہند میں اپنا مال تیار کرنے کا عہد کرے: وزیراعظم

☆ وزیراعظم جناب نریندر مودی نے جاپان کی تاجر برادری سے کہا ہے کہ وہ اپنا مال ہندوستان کے اندر تیار کرنے کا عہد کریں اور انہوں نے انہیں یقین دلایا کہ انہیں ہندوستان میں تجارت کے لئے ایک سازگار ماحول ملے گا۔ ایک تقریب کے دوران جس کا اہتمام نیکی اِنک اور جاپان کی بیرون تجارتی تنظیم نے کیا تھا۔ اپنے کلیدی خطاب میں وزیراعظم نے کہا کہ اگر ہم ہندوستان میں کام کا کلچر حکمرانی، اہلیت اور نظم وضبط کا ماحول پیدا کر سکیں۔ جو جاپان میں موجود ہے۔ تو اس سے جاپان کے تاجروں کو ہندوستان میں تجارت کرنے میں کافی آسانی ہوگی۔ وہ خود کو ہندوستان میں کافی راحت اور آسانی محسوس کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعاون کے وسیع امکانات ہیں۔ وزیراعظم نے کہا کہ ہندوستان چاہتا ہے کہ جاپان کے تاجر ہندوستان میں اپنا مال تیار کریں اور دنیا کے جس حصے میں چاہیں اپنا مال فروخت کریں۔ لیکن ہندوستان انہیں اس کے لئے سازگار ماحول فراہم کرائے گا۔

انہوں نے کم لاگت والی مینوفیکچرنگ، ہنرمند افرادی قوت اور آسان تجارت کے امکانات کو اجاگر کیا۔ جو ہندوستان میں موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے 100 دنوں کے اندر ان کی حکومت نے لال فیتہ شاہی کو ختم کیا ہے اور تجارت کے لئے درپیش مشکلات کو آسان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاپانی تاجر دنیا میں کہیں بھی اپنا سامان فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان سامان تیار کرنے کے لئے ایک

بہترین مقام ہے۔سافٹ ویئر میں ہندوستان کی قیادت اور ہارڈ ویئر میں جاپانی قیادت کے بارے میں بات کرتے ہوئے وزیراعظم نے اس بات کو اجاگر کیا کہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔وزیراعظم نے کہا کہ ہندوستان جاپان کے بغیر نامکمل ہے اور جاپان ہندوستان کے بغیر نامکمل ہے۔

ہندوستان میں تجارت کے زبردست امکانات کی کچھ مزید مثالیں پیش کرتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ 50 شہر میٹرو ٹرین کے انتظار میں ہیں اور الیکٹرونک سامان کے لئے زبردست مانگ ہے۔ وزیراعظم نے کہا کہ دنیا میں جہاں بھی جاؤ گے ہر جگہ جمہوریت، آبادی اور مانگ کا امتزاج ملے گا۔انہوں نے ڈیجیٹل انڈیا مشن کی وجہ سے ابھرتے امکانات کا بھی ذکر کیا۔جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا قومیت اور عالم کاری کے درمیان تضاد ہے تو وزیراعظم نے بھگوان بودھ کی مثال پیش کی اور کہا کہ عالم گیریت کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی شناخت کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہندوستان وسودیوکٹو مبکم کی تصور میں یقین رکھتا ہے۔پوری دنیا ایک کنبہ ہے اور ان کی نظر میں عالمگیریت اور قومیت کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔

فوڈ پراسیسنگ انڈسٹریز کی وزارت کے نئے اقدامات

☆ فوڈ پراسیسنگ کی صنعتوں کی وزارت قومی ترجیحات اور مقاصد کے مجموعی دائرے میں رہتے ہوئے فوڈ پراسیسنگ کی صنعتوں کیلئے پالیسیاں اور منصوبے وضع کئے جانے اور انہیں روبہ عمل لائے جانے پر کام کر رہی ہے۔فوڈ پراسیسنگ کا ایک مضبوط اور فعال شعبہ زرعی پیداوار کے زیاں میں کمی، غذائی مصنوعات کو محفوظ رکھے جانے کی مدت میں اضافہ ،زرعی مصنوعات کی مالیت میں اضافے کو یقینی بنانے ،زراعت کو متنوع اور کاروباری بنائے جانے ،روزگار کے مواقع پیدا کرنے ،کسانوں کی آمدنی میں اضافے اور ڈبہ بند خوراک کی برآمدات کے لئے فاضل پیداوار کو یقینی بنانے کے عمل میں وسیع تر کردار ادا کرتا ہے۔معاشی نرم کاری کے عہد میں پرائیویٹ، پبلک اور کوآپریٹو کے شعبے میں اپنے کاروبار کے لئے مقررہ کردار کی خاکہ سازی کرلی ہے۔نئی سرکار کے پہلے سونوں کے دوران فوڈ پراسیسنگ کی وزارت بعض کلیدی اقدامات / کامیابیاں/ ترقیات حسب ذیل رہی ہیں:

1۔زرعی پروسیسنگ یونٹوں کو کفایتی شرحوں پر قرض مہیا کرانے کے لئے نابارڈ بینک میں دو ہزار کروڑ کا خصوصی فنڈ دستیاب کرائے جانے کے لئے رہنما اصول تیار کئے جارہے ہیں۔تا کہ مقررہ مقامات پر فوڈ پارک قائم کئے جاسکیں ۔2۔گوشت ، انڈے، مرغی، پھلوں، موم پھلی یا سبزیوں کی تیاری کے لئے درآمد کی جانے والی مشینوں پر ایکسائز ڈیوٹی کو دس فیصد سے گھٹا کر چھ فیصد کردیا گیا ہے۔علاوہ ازیں پریسز، کشرز اور شراب، تیزاب اور پھلوں کے جوس کی تیاری میں استعمال کی جانے والی مشینوں پر ایکسائز ڈیوٹی دس فیصد سے گھٹا کر چھ فیصد کردی گئی ہے۔ 3۔ایم او ایف پی آئی نے انویسٹ انڈیا تشکیل دیا ہے اور اس پیش رفت کا کچھ حصہ سرمایہ کاروں کی رہنمائی کے لئے ہیلپ ڈیسک پوری طرح فعال ہوگئی ہے۔ 4۔میسرز پرسٹائن میگا فوڈ پارک کھگڑیا، بہار، میسرز ستارا میگا فوڈ پارک، ستارا مہاراشٹر اور میسرز پولیان میگا فوڈ پارک، اونہ، ہماچل پردیش سمیت تین بڑے فوڈ پارکوں کے منصوبوں کی منظوری دے دی گئی ہے۔یہ منصوبے بہار، مہاراشٹر اور ہماچل پردیش میں روبہ عمل لائے جائیں گے۔5۔ملک میں پانچ میگا فوڈ پارکوں کے قیام کیلئے ایکسپریشن آف انٹریسٹ (ای او آئی) کی 73 تجاویز موصول ہوئی ہیں۔6۔ان تین کولڈ چین منصوبوں میں کام کا شروع ہوگیا ہے جس کی منظوری انٹگریٹیڈ کولڈ چین، ویلیو ایڈیشن اور پریزرویشن انفراسٹکچر کی اسکیم کی تحت اس وزارت کے ذریعے دی گئی تھی۔7۔کولڈ چین پروجیکٹس کے قیام کے لئے 153 تجاویز موصول ہوچکی ہیں۔آئی ایم اے سی کے اجلاس کا اہتمام ہو چکا ہے اور توقع ہے کہ ان میں سے اٹھارہ منصوبوں کو جلد ہی منظوری دے دی جائے گی۔8۔شملہ کے میونسپل کارپوریشن میں اس وزارت کے مذبحہ خانوں کے قیام/جدید کاری کی اسکیم کے تحت ایک مذبحہ خانے کے منصوبے پر کام شروع ہو چکا ہے۔9۔بارہویں پنجسالہ منصوبے کی مرکز کے ذریعہ سفارش کردہ اسکیم نیشنل مشن آن فوڈ پروسیسنگ (این ایم ایف پی) کا آغاز ہو چکا ہے۔10۔اس وزارت کے ایک خود مختار ادارے انڈین انسٹی ٹیوٹ آف کراپ پروسیسنگ ٹیکنالوجی نے اپنے بی۔ٹیک کے پروگرام کے لئے آل انڈیا کونسل فار ٹیکنیکل ایجوکیشن (اے آئی سی ٹی ای) کی منظوری حاصل کرلی ہے۔11۔اس وزارت کے فوڈ پروسیسنگ کے شعبے میں ہنرمندی کے فروغ کی کوئی خصوصی اسکیم نہیں تھی۔

اپریل ۔اگست 2014 کے دوران ریلوے کی آمدنی میں اضافہ

☆ یکم اپریل 2014 سے 31 اگست 2014 کی مدت کے دوران ریلوے کی تقریباً مجموعی آمدنی 61324.64 کروڑ روپے ہوگئی ، جو پچھلے سال کی اسی مدت کے 54496.73 کروڑ روپے سے 12.53 فیصد زائد ہے۔یکم اپریل سے 31 اگست 2014 کی مدت کے دوران ریلوے کو مال بھاڑے سے 40879.09 کروڑ روپے کی آمدنی ہوئی جو پچھلے سال کی اسی مدت کے 37103.34 کروڑ روپے سے 10.18 فیصد زائد ہے۔یکم اپریل 2014 سے 31 اگست 2014 کی مدت کے دوران ریلوے کو مسافر کرائے سے ہونے والی کل آمدنی 17700.16 کروڑ روپے ہوگئی جو پچھلے سال کی اسی مدت کے 14758.66 سے 19.94 فیصد زائد ہے۔

☆☆☆

سوچھ بھارت- چیلنج اور مستقبل

صفائی ستھرائی آزادی سے زیادہ اہم ہے۔ مہاتما گاندھی

سوچھ بھارت ابھیان کے تحت ہندوستان کو 2019 تک کھلی جگہوں پر رفع حاجت سے پاک کرنے کا منصوبہ ہے۔ اس کے لئے انفرادی، کلسٹر اور کمیونٹی بیت الخلا کی تعمیر کے ذریعہ گاؤوں کو صاف ستھرا بنایا جائے گا۔ گرام پنچایتوں کے توسط سے ٹھوس اور سیال فضلات کا بندوبست کیا جائے گا۔ 2019 تک تمام گاؤوں میں پانی کی پائپ لائن بچھائی جائے گی تاکہ گھروں میں پانی کا کنکشن دستیاب ہو سکے۔ یہ ہدف تمام وزارتوں، مرکزی اور ریاستی اسکیموں، سی ایس آر اور دوطرفہ اور کثیر رُخی امداد میں تعاون اور انضمام اور اس طرح کے کاموں میں فنڈنگ کے نئے اور اختراعی طریقوں کے توسط سے حاصل کیا جائے گا۔ ہندوستان میں تقریباً ایک ارب 21 کروڑ لوگ رہتے ہیں جو کہ دنیا کی آبادی کے چھٹے حصے کے برابر ہے۔ 1980 کی دہائی کے آغاز کے وقت ملک کے دیہی علاقوں میں بیت الخلا کا فی صد ایک تھا۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستانی آبادی کے 16.78 فی صد گھروں کے 72.2 فی صد لوگ تقریباً 638000 گاؤوں میں رہتے ہیں۔ ان میں سے صرف 5.48 فی صد گھرانوں (32.7 فی صد) کو بیت الخلا تک رسائی حاصل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کے 67.3 دیہی گھرانوں کو اب بھی بیت الخلا کی سہولیات حاصل نہیں ہیں۔ بعدازاں 13-2012 میں پینے کے پانی اور صفائی ستھرائی کی وزارت کے ذریعہ ریاستوں کے توسط سے کرائے گئے سروے کے مطابق 40.35 فی صد دیہی گھرانوں کو بیت الخلا تک رسائی حاصل تھی۔

چیلنجز: دیہی علاقوں کے تقریباً 590 ملین افراد کھلی جگہوں پر رفع حاجت کرتے ہیں۔ کھلی جگہوں پر رفع حاجت کی آبادی کی ایک بڑی تعداد کی ذہنیت کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح سے سب سے بڑا چیلنج بیت الخلا کے استعمال کی ضرورت کے تئیں دیہی آبادی کے ایک بڑے طبقے کے رویہ کو بدلنا ہے۔ منریگا اور این بی اے (نرمل بھارت ابھیان) کے درمیان انضمام)، بیت الخلا کے استعمال کے لئے پانی کی دستیابی، پہلے سے تعمیر شدہ بیکار پڑے بیت الخلا کے استعمال کی صورت، دیہی صفائی ستھرائی کے پروگرام کے نفاذ کے لئے فیلڈ سطح کے عملے کی قلت جیسے مسائل سے بھی نمٹنے کی ضرورت ہے۔

مستقبل کا لائحہ عمل: ذہنیت بدلنا بہت اہم ہے۔ چوں کہ بیشتر آئی سی سی (اطلاعات، تعلیم اور مواصلات) فنڈ ریاستی حکومتوں کے پاس ہوتے ہیں۔ اس لئے ریاستی حکومتوں کو طلبا، آشا کارکنوں، آنگن واڑی کارکنوں، ڈاکٹروں، اساتذہ بلاک کوآرڈینیٹر وغیرہ کے توسط سے انٹر پرسنل کمیونی کیشن پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔ اس میں گھر گھر جانا بھی شامل ہے۔ مختصر فلموں، سی ڈی، ٹی وی اور ریڈیو کے استعمال، ڈیجیٹل سنیما، پرچوں کے توسط سے بھی معلومات فراہم کی جائے گی۔ مقامی اور قومی سطح کے کھیلوں/سنیما کی شخصیات کو اشتہاری پیغام کی تیاری میں ریاستی حکومتوں کو شامل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بیت الخلا کے محفوظ استعمال سے متعلق ذہنیت تبدیل کرنے کے لئے پیغام کو عام کیا جا سکے۔ پائپوں کے ذریعہ پانی کی سپلائی اور گھریلو بیت الخلاؤں کے لئے ایک مربوط طریقہ کار اختیار کیا جائے گا اور اس کے لئے بنیادی منصوبہ بندی کی جائے گی جس میں پانی کی فراہمی اور صفائی ستھرائی دونوں بیک وقت شامل ہوں گے۔ اس طرح کے بیت الخلا اور دیگر اے پی ایل ٹوائلٹ بھی ہے ترجیحی بنیادوں پر مائیکرو فائنانس کے توسط سے دوبارہ تعمیر کئے جا سکتے ہیں جس میں بینک بھی مدد کریں گے۔ پینے کے پانی کی سپلائی اور صفائی ستھرائی کے محکموں کے ادغام کے ذریعے ریاستی سطح پر انتظامی ڈھانچہ کو مضبوط کرنے کی بھی تجویز ہے۔

اس دوران کنٹریکٹ کی بنیاد پر بلاک کوآرڈی نیٹروں اور سوچھتا دوتوں (سفیران طہارت) کی بھی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں۔ لوگوں کو باخبر کرنے اور انہیں تحریک دینے کے لئے غیر سرکاری تنظیموں، این جی اوز، ایس ایچ جی، اسکولی بچوں، مقامی خواتین گروپوں کی مدد سے باہمی ترسیل اور مواصلات کے امکانات بھی تلاش کئے جائیں گے۔ کمپنی ایکٹ کے تحت اس مشن کے اندر ایک ایس پی وی (اسپیشل پروجیکٹس) کے قیام کی بھی تجویز ہے۔ اس کے لئے سی ایس آر فنڈ سمیت سرکاری اور غیر سرکاری فنڈ کا انتظام کیا جائے گا اور تمام سی ایس آر پروجیکٹوں کو نافذ کیا جائے گا۔ یہ پانی کی فراہمی اور صفائی ستھرائی کے کاموں کے لئے ایک مخصوص پی ایم سی کے طور پر کام کرے گا جو مرکز اور ریاستی حکومتوں کی طرف سے سونپے جائیں گے۔ پی ایم سی کا (پروجیکٹ مینجمنٹ کنسلٹنٹ) کو ریاستوں کے ذریعہ ضرورت پڑنے پر پانی اور صفائی ستھرائی اور متعدد اضلاع پر محیط کثیر دیہی پائپ لائن پروجیکٹوں کی ڈی پی آر ایس بھی تیار کرنے کا کام سونپا جا سکتا ہے اور یہ مرکزی/ریاستوں کی طرف سے ادائیگی کی بنیاد پر پی ایم سی کی حیثیت سے آئی ایل سی/آئی پی سی سرگرمیوں کا بھی احاطہ کرے گی۔

2013 کے بیس لائن سروے میں ریاستوں نے مطلع کیا ہے کہ ملک میں درج ذیل صفائی ستھرائی خدمات فراہم کرنے کی ضرورت ہوگی۔

نمبر شمار	اکائیاں	تعداد
1	ہندوستان میں مجموعی گھریلو بیت الخلا	17.13k کروڑ
2	آئی ایچ ایچ ایل	11.11 کروڑ(
3	اسکولی بیت الخلا	56928
4	آنگن واڑی بیت الخلا	107695
5	کمیونٹی سینیٹری کمپلیکس	114315
	کوریج کے لئے چھوڑے گئے ایچ ایچ ایس	
	مجموعی ایچ ایچ ایس جو بیس لائن سروے میں مطلوبہ بیت الخلا کے طور پر دکھائے گئے ہیں	11.11k کروڑ
	(-) غیر مستحق اے پی ایل	0.88 کروڑ
	(-) غیر استعمال شدہ	1.39 کروڑ
	* مجموعی مستحق بی پی ایل اور اہل اے پی ایل	8.84 کروڑ

☆☆☆

RNI NO.27032/81
VOL. 34 NO. 7

YOJANA (URDU)
OCTOBER 2014
(Special Issue)

PRICE 20/=
ANNUAL SUBSCRIPTION RS 100/=

WE PUBLISH BOOKS IN 13 REGIONAL LANGUAGES

A BOUQUET OF BOOKS WITH REGIONAL FRAGRANCE

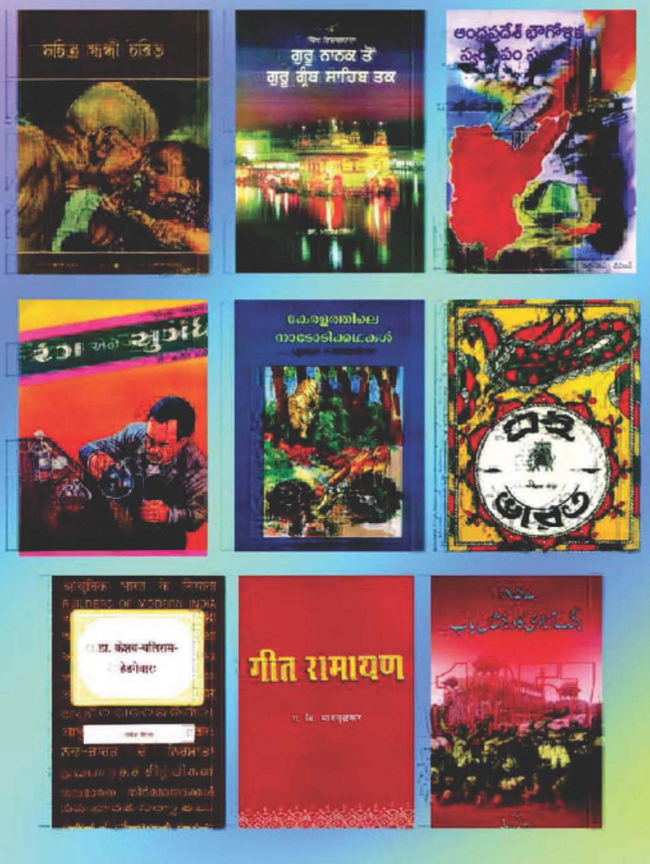

Sales Centres:

Soochna Bhawan, CGO Complex ,Lodhi Road, New Delhi-110003. Hall No.196, Old Secretariat,**Delhi**-110054. C-701, 7th Floor, Kendriya Sadan , CBD Belapur, **Navi Mumbai** -400614. 8, Esplanade East, **Kolkata**-700069. Rajaji Bhawan, F&G Block , A Wing, Besant Nagar, **Chennai**-600090. Press Road, New Govt Press,**Thiruvananthapuram**-695001. Block No. 4, Ist Floor, Gruhakalpa Complex, M.J. Road, Nampally, **Hyderabad**-500001. Bihar State Coop. Bank Bldg. Ashoka Rajpath, **Patna**-800001. IInd Floor, Hall No.1, Kendriya Bhawan, Sector-H, Aliganj, **Lucknow**-226024. Ambika Complex Ist Floor, Paldi, **Ahmedabad**-380007. Ist Floor, F Wing, Kendriya Sadan, Koramangala, **Bangalore**-560034. KKB Road, New Colony, House No. 7, Chenikuthi, **Guwahati**-781003.

For further details please contact Business Manager, Publications Division
Soochna Bhawan CGO Complex, Lodhi Road, New Delhi-110003. Ph:011-24367260,Fax-011-24365609

PUBLICATIONS DIVISION
MINISTRY OF INFORMATION & BROADCASTING
GOVERNMENT OF INDIA

e-mail:dpd@sb.nic.in, dpd@hub.nic.in
website: publicationsdivision.nic.in

ISSN 0971. 8338

Printed and Published by ***IRA JOSHI***, Additional Director General & Head on behalf of Publications Division, Ministry of I&B, Government of India, printed at CHAAR DISHAYEN PRINTERS PVT LTD, G39-40 SECTOR 3 NOIDA(UP) 201301 and published at Publications Division,Soochna Bhavan,C.G.O.Complex, New Delhi-110003 Senior *Editor:* ***HASAN ZIA***